

قرۃ العین
از قلم امین بخاری
مکمل ناول

ناول بینک ویب پر شائع ہونے والے تمام ناولز کے جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہے۔ خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جا سکتی ہے۔ اگر آپ اپنی تحریر ناول بینک پر شائع کروانا چاہتے ہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں سینڈ کر دیں۔ آپ کی تحریر ناول بینک ویب پر شائع کر دی جائے گی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

E-mail : pdfnovelbank@gmail.com

WhatsApp : 92 306 1756508

ناول بینک انتظامیہ

ہر دل کی کوئی نہ کوئی ضرورت ہوتی ہے۔ میرے دل کی ضرورت ٹھنڈک ہے
-تمہارے دل کی ضرورت کیا ہے؟

وہ دھم دھم کرتا ہواؤں سے لڑنا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور چیزیں اٹھا اٹھا کر پٹخنا
شروع کیں۔ کسی چیز کی تلاش میں۔

چیزوں کی کھٹ پٹ کمرے سے ملحقہ باتھ روم میں سنی گئیں۔

visit for more novels:

سنیں! میری بات سن لیں پلیز۔ میرا ہاتھ کھول دیں ورنہ یہ ناکارہ ہو جائے"

گا۔ مجھے اس میں جان محسوس نہیں ہو رہی۔ "زندہ ہی ہوئی آواز کمرے میں موجود
شخص نے سنی۔

میرے پاؤں سو ج گئے ہیں کھڑے کھڑے۔ میں کل رات سے کھڑی ہوں۔ مجھ پر "رحم کریں۔ میں کہہ رہی ہوں نا آئندہ احتیاط کروں گی۔ وعدہ کرتی ہوں آئندہ آپکو "دورازے کے باہر انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ میں فوراً کھول دوں گی۔

باتھ روم کے اندر بائیس سالہ لڑکی کو کلائی سے بیلٹ کی مدد سے فوارے سے اس طرح باندھ رکھا تھا کہ نہ تو وہ کھول پائے اور نہ ہی بیٹھ پائے۔ بس اکڑی رہے۔ وہ پندرہ گھنٹے سے دہائیاں دے دے کر مرجانے کو تھی۔ اور اب اس وقت اس کا ہاتھ اور بازو سفید پڑ چکا تھا اور پیر سوچ کر نیلے ہو گئے تھے۔ اسکا شوہر شعلہ صورت باتھ روم میں آیا۔ بے حال اکڑی کھڑی خدیجہ کو کھول کر بازو سے پکڑ کر کمرے میں لایا اور بیڈ پر آرام سے بٹھایا۔

مجھے۔۔۔۔۔ مجھے معاف کر دینا۔ بس غصہ آگیا تھا مجھے۔ تمہیں تو پتہ ہے ناکہ میرا "دماغ خراب ہو جاتا ہے۔ کچھ سمجھ نہیں آتا۔ لیکن تم میری اچھی بیوی ہونا۔ معاف کر دو۔" اس نے معصوم سی شکل بنا کر کہا۔

یہ سننا تھا کہ وہ بلک بلک کر رو دی اور وقفے وقفے سے اپنا ہاتھ دبا رہی تھی جس میں کچھ محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

آپ ہر بار یہی کہتے ہیں۔ "اس نے سسکیوں کے درمیان کہا۔"

visit for more novels:

نن۔۔۔ نہیں۔ اس بار وعدہ۔ "وہ کھسیان سا مسکرایا۔"

”آپ نے ایسے بہت سے وعدے کیے ہیں۔

"کہہ تو رہا ہوں معاف کر دو۔ اب کیا تمہارے پاؤں پکڑوں؟"

"مجھے امی کے گھر جانا ہے۔"

"وہ گڑبڑا گیا۔" نہیں بالکل بھی نہیں۔ ایسے جاؤ گی تو۔۔۔۔۔

"میں آ جاؤں گی واپس۔ لیکن اگر ابھی نہیں گئی تو مجھے کچھ ہو جائے گا۔"

اس نے خدیجہ کو کندھوں سے تھاما۔ "دیکھو میری پیاری بیوی! میاں بیوی ایک

دوسرے کے پردے دار ہوتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے راز فاش نہیں

کرتے۔ انہیں رسوا نہیں کرتے۔ اور نہ ہی ضد کرتے ہیں۔ تو میں نے کہا نا کہ

"نہیں جانا تو بس۔"

visit for more novels:

میرا دماغ پھٹ جائے گا۔ "اس نے منت والے انداز میں کہا۔"

تو پھٹنے دو۔ "آخر کار اس کا ضبط جواب دے گیا تو وہ دھاڑا۔"

یہ دھاڑ وہ شادی والے دن سے سنتی آرہی تھی اور کل تک پہلے جیسا اثر رکھتی تھی

لیکن آج نا جانے کیوں بے اثر ہو گئی۔

میں ابو کو فون کر رہی ہوں کہ مجھے آکر لے جائیں۔ "اس نے کھڑے ہوتے نرمی سے کہا۔

ساتھ کھڑے شخص کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ پہلی بار وہ اسکی دھاڑ کے بعد کچھ بولی تھی۔ پچھلے چھ ماہ میں یہ پہلی نا فرمانی تھی جو اس نے کی تھی۔

"کیا کہا تم نے؟ دوبارہ کہنا ذرا۔"

وہ بغیر جواب دیے سوچے پیروں سے موبائل کی طرف بڑھی جب اس نے بازو سے

visit for more novels:
www.urdu-novel-bank.com

کھینچ کر اسے بید پر پٹھا۔

تمہیں میری بکواس کی سمجھ نہیں آئی؟" وہ غرایا۔ سرخ چہرہ اور تنی رگوں "سے۔ احساس بے حرمتی کے ساتھ۔ جیسے کسی نے اسکی نام نہاد ایگو پر لات ماری ہو۔

"میں نے ہمیشہ سنی ہی ہے بکواس۔ ایک بار نہیں سنوں گی تو کچھ نہیں ہوگا۔"

ایک لمحے کو اسکی سانسیں تھمیں۔ کانوں پر ایک بار پھر یقین نہ آیا۔

سائیڈ ٹیبیل پر پڑا پانی کا گلاس اس کے چہرے پر اچھال ڈالا۔

"یہ ہے تمہاری اوقات۔"

میری اوقات بہت بہتر تھی آپکے پاس آنے سے پہلے۔ "وہ ہمت کر کے"

چلائی۔ آپکے دل میں جگہ بنانے کی خاطر میں ذلیل ہو گئی۔ چھ ماہ سے جلاد مالک

visit for more novels:

کے جانور جیسی زندگی گزار رہی ہوں۔ اپنے ماں باپ کو اپنی یہ حالت نہیں دکھاتی

کیونکہ وہ مرجائیں گے مجھے اس طرح دیکھ کر۔ آپ سے پوچھیں گے تو کیا جواب دیں

گے آپ؟ جن کندھوں پر جھول کر میں نے اپنا بچپن گزارا ہے کیا وہ کندھے اب

میرا بوجھ برداشت نہیں کر سکتے؟ کر سکتے ہیں۔ میں نے چھ ماہ گزارے ہیں آپ کے
 "ساتھ آپ کو سدھارنے کے لیے لیکن-----"

وہ اس کی بات پوری ہونے سے پہلے اس پر جھپٹ چکا تھا۔ آنکھوں میں انگارے
لیے اس نے خدیجہ کا گلا دبوچ لیا تھا۔ اسکے سر پر واقعی خون سوار تھا۔ وہ جبرے
بھیج رہا تھا اور گلے پر گرفت مضبوط ہو رہی تھی۔ بازوؤں کی رگیں ابھر رہی تھیں اور
کنپٹیوں کی بھی۔

اس نے مزاحمت کرنا چاہی۔ ایک ہاتھ سے۔ ناکارہ بازو پہلو میں پڑا تھا۔ نازک واحد ہاتھ نافرمانی کے طیش کا مقابلہ نہ کر سکا۔ سو جے نیلے پیر زمین پر گھسے جا رہے تھے۔ اس نے لب ہلانا چاہے۔ شاید کلمہ پڑھنے کو۔ چہرہ سفید پڑ گیا۔ آنکھوں کی پتلیاں ٹیڑھی ہو گئیں اور حلق سے ایک آخری ہچکی نکلی۔

سب تھم گیا۔ مزاحمت۔ حرکت۔ لب۔ اور وقت بھی۔

وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹا۔ بے یقینی سے اپنے ہاتھ دیکھے اور الٹے قدم باہر کو بھاگ گیا۔ مڑ کر نہیں دیکھا۔

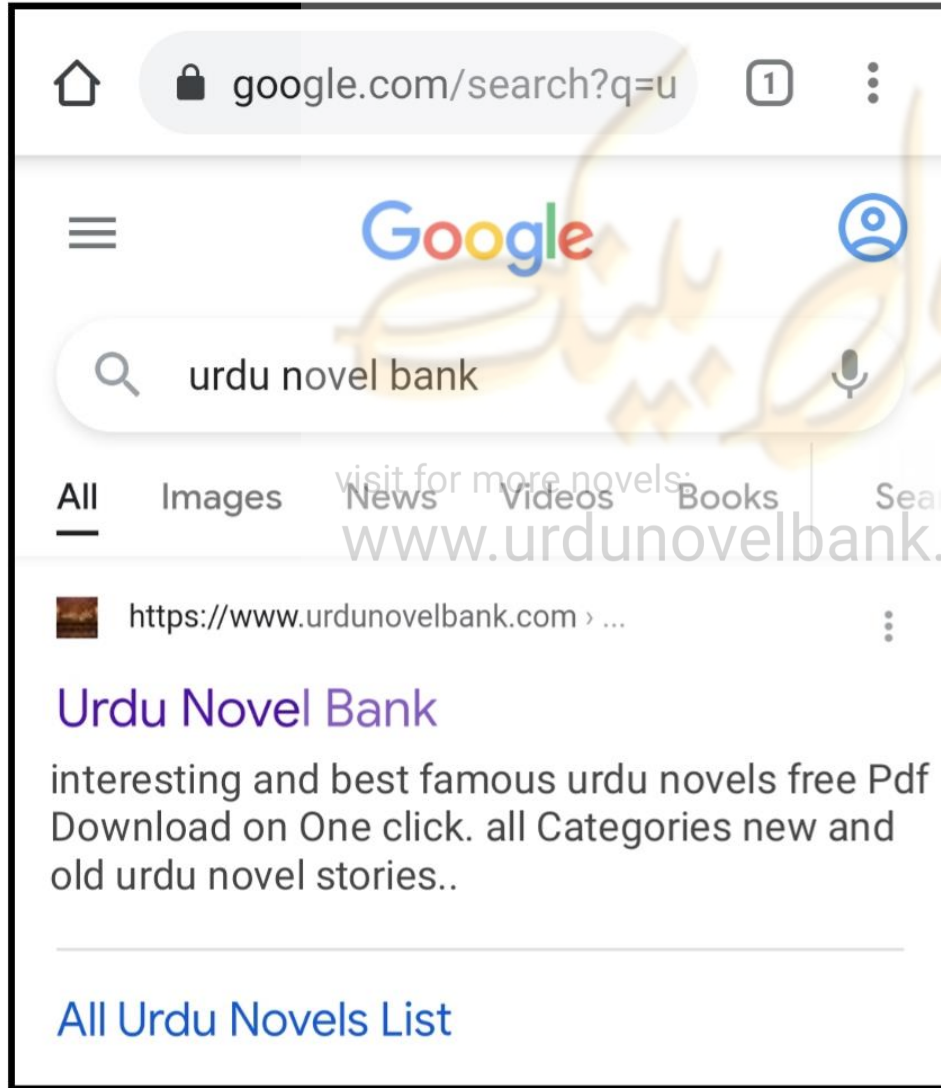
پولیس کی گاڑیوں کے سائرن اور ایمبولینس کی آواز کے ساتھ ایک ادھیڑ عمر آدمی جب اپنی جوان بیٹی کی لاش کی ساتھ اپنے گھر میں داخل ہوا تھا تو یہ منظر سامنے کھڑے دو وجودوں کے لیے حقیقی قیامت کی عکاسی کر رہا تھا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urduovelbank.com



Urdu Novel Bank
website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں ---

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

شب کی گہری تاریکی ہر سو پھیلی ہوئی تھی۔ وہ رات دس بجے سے بیڈ پر لیٹی سیدھی الٹی دائیں بائیں کروٹیں بدل بدل کر اکتا چکی تھی اور اب تین بج رہے تھے۔

تنگ آکر اٹھ بیٹھی اور چادر اٹھا کر پرے دے ماری۔

گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے وہ سوچنے لگی کہ پہلے بھی تو وہ ایک سال گھر سے دور رہی ہے، ماں باپ سے دور رہی ہے، اپنے شہر سے دور رہی ہے۔ پھر اس بار جانے کا سوچ سوچ کر اتنی بے چینی اور اضطراب کیوں ہو رہا ہے؟

visit for more novels:

شاید پھر اسی روٹین کے خیال سے چڑیچڑاپن ہو رہا ہے۔ ایک مہینے کی فراغت اور
اپنوں کے ساتھ نے اس کی روکھی پھسکی زندگی کو ہوسٹل کی نسبت کتنا رنگین بنا دیا
تھا۔

سوچوں میں گم کسی خیال کے تحت اس کے چہرے پر خوشی کی رمت محسوس ہوئی۔ وہ اٹھی اور اپنی سٹڈی ٹیبل کی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ سامنے پڑی گہری نیلی ڈائری کو محبت سے دیکھا۔ اس کی فیورٹ ہابی۔

ہر شخص کی زندگی کا ایک خوف ہوتا ہے جس کا وہ کبھی سامنا نہیں کرنا چاہتا لیکن اسے اور کم بھی کرنا چاہتا ہے۔ امیر اپنا مال چھن جانے سے ڈرتا ہے۔ طاقتور طاقت کے چھن جانے سے ڈرتا ہے۔ حکمران اقتدار کے چھن جانے سے۔ والدین اولاد کے چھن جانے سے اور نوجوانوں میں کچھ نام نہاد عاشق اپنی محبت کے چھن جانے سے ڈرتے ہیں۔

غرض کہ اس دنیا میں کوئی بھی انسان مکمل طور پر بے خوف زندگی گزار ہی نہیں
سکتا۔

کیا صرف چیزوں کے 'اچھینے' جانے کا ہی خوف ہوتا ہے؟

نہیں۔ کچھ ان چاہا مل جانے کا بھی ہوتا ہے۔

میرا خوف ہے ٹھنڈک کے نہ ملنے کا۔ ٹھنڈک سے میرا مطلب

_____ ہے۔

www.urduovelbank.com

اللہ اکبر اللہ اکبر "

اللہ اکبر اللہ اکبر

اسکے چلتے ہاتھ تھمے جب فجر کی اذان کے ابتدائی کلمات اسکی سماعت سے ٹکرائے
تھے۔

ایک نظر گھڑی پر ڈالتی وہ اجلت میں جائے نماز کی طرف بڑھی۔

www.urduovelbank.com

السلام عليكم رحمة الله

”السلام عليكم ورحمة الله

یا اللہ آج میرے آخری تعلیمی سال کا آغاز ہونے جا رہا ہے۔ "وہ ہاتھوں کو"

کٹورے صورت بلند کیے کہہ رہی تھی۔ "میں اپنے والدین اور شہر سے دور ہوں

"سے اہم دعا-----

لبوں پر ایک مطمئن مسکراہٹ کھیل گئی۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا زُرِّيَّةً قَرَّةً أَعْيُنَ وَجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا-

یہ دعا اس کی اب تک کی زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ تھی۔ کائنات کی ہر چیز سے خاص۔ امید کی مضبوط کرن۔

www.urduovelbank.com

عائشہ؟ بیٹا جلدی کرو دیر ہو رہی ہے۔ "رفعت جلد بازی میں بلا رہی تھیں۔"

"آ رہی ہوں امی۔"

ہاتھ میں سوٹ کیس کندھے پر بڑا سا ہینڈ بیگ ڈالے وہ سیرٹھیاں اتر رہی تھیں۔ دونوں کندھوں سے آگے آتی سفید چادر جس کے کنارے سیاہ بیلوں سے ڈھکے تھے، اس کا وجود گھٹنوں تک ڈھکتی تھی۔

عائشہ میرے بچے اپنا بہت خیال رکھنا اور کوئی بھی مسئلہ ہو تو فوراً بتانا، آئی"

سمجھ۔ اللہ کی امان میں رہو۔ "رفعت اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

رفعت ہماری بیٹی اب سمجھ دار ہو گئی ہے اسی لیے میں اسے یہ سب کرنے"

دے رہا ہوں۔ "سجاد صاحب نے دراز سے گاڑی کی چابی نکلتے ہوئے کہا تھا۔

کیا کروں سجاد صاحب دوبارہ اپنی اولاد کو کھونے کی ہمت نہیں رکھتی میں۔ "رفعت"

آزردہ ہونے لگیں۔

"بیٹا ناشتہ کر لیتی تو اچھا ہوتا۔"

"نہیں ابو وہاں پہنچ کر لوں گی، ابھی وہاں بھی بہت زیادہ کام ہونگے۔"

اکتوبر 2018ء۔ منگل کا دن۔ صبح کے سوا سات بج رہے تھے۔ سجاد صاحب 16 کی مہران اسلام آباد کی سڑکوں پر رواں دواں تھی۔ وہ چھ بجے راولپنڈی سے روانہ ہوئے تھے۔ منزل قریب ہی تھی۔ وہ فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی کھلی کھڑکی سے قطار در قطار لگے درختوں کو مسلسل گزرتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اکتوبر کی صبح کے خوشگوار موسم نے اس کے موڈ کو ذرا بہتر کر دیا تھا۔ یہ اسکا آخری تعلیمی سال تھا۔ اسکالر شپ پر ماسٹرز کرنا اس کا خواب تھا۔ چاہے اس کے لیے اسے بیرون شہر ہی کیوں نہ جانا پڑتا اور یہ ہو رہا تھا کیونکہ وہ اسکی اہل تھی ورنہ ایم اے انگلش میں داخلہ تو راولپنڈی میں بھی آسانی سے مل سکتا تھا۔ سڑک کے اس پار دور کہیں ہلکی دھند میں "فیصل مسجد" نظر آنے لگی۔ دور سے دیکھنے سے ہی عائشہ کا دل مچل مچل

گیا۔ یہ اسلام آباد میں اس کی واحد پسندیدہ جگہ تھی۔ گزشتہ سارا سال بھی وہ اپنی ہوٹل فیلوز کے ساتھ فیصل مسجد آتی رہتی تھی۔ وہ جگہ اسکو اپنے "خوابوں کا پرستان" لگتی تھی۔ وہ اپنی فینٹسی سے باہر تب نکلی جب گاڑی ایک جھٹکے سے آہستہ ہوئی اور کھٹ کھٹ کرتی فٹ پاتھ کے کنارے کی۔

کیا ہوا ہے ابو؟ گاڑی کیوں رک گئی ہے؟ "عائشہ نے فکر مندی سے پوچھا۔"

"پتہ نہیں، دیکھتا ہوں۔"

visit for more novels:

اب سجاد صاحب انجن پر جھکے تاریں الٹ پٹ کر کے دیکھ رہے تھے۔

ابو جلدی کریں آٹھ بجے مین گیٹ بند ہو جائے گا اور بیک گیٹ سے جانے کا پروسیس بہت لمبا ہے۔ "عائشہ نے اکتا کے کہا۔

"دیکھ تو رہا ہوں۔ بظاہر تو کچھ بھی نہیں ہے۔ انجن گرم ہو گیا ہے یا شاید کچھ اور۔"

لگتا ہے مکنک کو بلانا پڑے گا۔ میرے بس کا کام نہیں ہے۔ "کوئی آدھ گھنٹے خود" کار صلاحیتیں استعمال کرنے کے بعد سجاد صاحب تھک کر بولے۔

اب جو مرضی کر لیں لیٹ تو میں ہو ہی گئی ہوں۔ آٹھ بج گئے ہیں اور ہم کالج "سے بیس منٹ کی مسافت پہ ہیں۔ میں اڑ کر بھی گئی تو پہنچ نہیں پاؤں گی۔

صبح کے موسم کا موڈ پر پڑا سارا اچھا اثر زائل ہو چکا تھا اور اب پھر اندر باہر رات والی اداسی تھی۔

visit for more novels:

کلاسز کا آغاز تو دو دن بعد ہونا تھا لیکن ہوسٹلائزڈز کا آج آٹھ بجے تک پہنچنا ضروری تھا۔

ان کی گاڑی کے قریب سے گزرنے والی گاڑیوں کی تعداد اب قدرے بڑھ چکی تھی اور سڑک پر رونق ہو گئی تھی۔

اب پتہ نہیں کتنی مشکل سے اینٹرپنس ملے گی۔ مجھ سے تو جھوٹ بھی نہیں " بولے جاتے کہ کوئی اچھا سا بہانہ ہی بنا لوں۔ گاڑی خراب ہونا تو عام سا بہانہ ہے۔ " وہ گال کے نیچے مسٹی ٹکائے مایوس سی بیٹھی تھی جب ایک بلیک کرولا ان کی گاڑی کے پاس سے گزری اور چند ہی سیکنڈ میں ریورس گئیر پہ پلٹی۔

سجاد صاحب ابھی ابھی انجن میں سر دیے ہوئے کوشش جاری رکھے ہوئے تھے۔ اپنے قریب گاڑی رکنے پر سر اٹھا کر دیکھا اور اگلے ہی پل گاڑی سے اترنے والے شخص کو دیکھتے ہی ساری ناگواری بھلائے کھل کے مسکرا دیے۔

"رضوان؟"

رضوان صاحب لگ بھگ سجاد صاحب کی عمر کے آدمی ہے۔ ویل ڈریسڈ، فٹ فٹ
اور گاڑی سے بظاہر امیر لگتے تھے۔

اتنے سالوں بعد وہ بھی اتنی اچانک۔ نہ کوئی رابطہ نہ کوئی کال۔ تم تو ایسے گئے کہ "مڑ کر کبھی خیر خبر ہی نہیں لی۔" سجاد صاحب ابھی بھی خوشگوار حیرت میں تھے۔

اصل میں میرا پچھلا موبائل سنیچ ہو گیا تھا تو تمہارا نمبر بھی گیا اور پچھلے چند سالوں " میں مصروفیت اتنی بڑھ گئی کہ کبھی راولپنڈی چکر ہی نہیں لگا سکا کاروبار و سیع ہو گیا 'ہے نا۔' انہوں نے وضاحت دی۔ "تم سناؤ گاڑی خراب ہو گئی ہے کیا؟

ہاں۔ عائشہ کو کالج چھوڑنے جا رہا تھا۔ "سجاد صاحب نے کہا۔"

visit for more novels:

ارے! عائشہ بیٹی اسلام آباد میں پڑھتی ہے؟ کب سے اور کہاں رہتی ہے؟ تم"

"لوگوں کا تو اسلام آباد میں کوئی رشتہ دار نہیں ہے۔"

ہاں۔ ماشاء اللہ سے دوسرا سال ہے اس کا۔ کالج کے ہی ہاسٹل میں رہتی۔
ہے۔ عائشہ بیٹا ہاجر آؤ۔" وہ عائشہ کو اشارا کرتے اس سے مخاطب ہوئے۔

عائشہ جو ابھی تک حق دق دونوں کو دوستانہ انداز میں بات کرتے دیکھ رہی تھی، باپ کی آواز پر کندھوں سے لمبی چادر دست کرتی گاڑی سے اتری اور ان کے مقابل آکر کھڑی ہو گئی۔ آخر تعارف کا وقت آ ہی گیا تھا۔ کون ہے یہ جانا پہچانا شخص؟

عائشہ! یہ رضوان ہیں میرے بچپن کے دوست۔ تمہاری ان سے ملاقات ہوئی تھی۔"

پانچ سال پہلے۔ میری آخری ملاقات بھی تب ہی ہوئی تھی۔ اس کے بعد دونوں ایسے مصروف ہوئے کہ آج مل رہے ہیں۔

ارے ہاں! یہ تو وہی ہیں جنہوں نے ہمارے سارے انتظامات دیکھے تھے اور ابو)

(کو بھی سنبھالا تھا۔ جب۔۔۔۔۔

السلام علیکم رضوان چچا۔ "عائشہ نے سمجھتے ہوئے کہا۔"

وعلیکم اسلام! سب سے پہلے تو کسی قریبی کیفے میں چل کر بیٹھتے ہیں۔ یہاں "

"سرک کنارے کھڑے ہونا اچھا نہیں لگ رہا۔

"ہاں ہاں ضرور۔ چلو۔"

وہ تینوں سرک سے چند گز دور ایک چھوٹے سے کیفے میں میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ سجاد صاحب پرانے دوست کے ملنے پر قدرے پر جوش نظر آرہے تھے۔ جب کہ رضوان صاحب پر سکون تھے اور عائشہ؟۔۔۔۔۔ عائشہ کے لیے تو آج پتہ نہیں کیسا سویرا چڑھا تھا۔ اسے تو لگ ہی نہیں رہا تھا کہ وہ آج کی تاریخ میں ہو سٹل کا منہ دیکھ پائے گی۔

سب سے پہلے تو سجاد تم مجھے یہ بتاؤ کہ ہماری بیٹی کچھلے ایک سال سے ہوسٹل میں کیوں رہ رہی ہے؟ جب کہ اس کے چچا کا گھر ہے اس شہر میں۔" انہوں نے مصنوعی خفگی سے کہا۔

"ہاہاہاہاہا۔۔۔۔۔۔ وہی چچا جو پچھلے پانچ سال سے لاپتہ تھے؟"

بھئی میں وجہ بتا پوچھا ہوں۔ اب کتنا شرمندہ کرو گے؟ پہلے میں ذرا چائے آرڈر کر لوں۔" کہتے ہوئے انھوں نے بیرے کو اشارا کیا۔

visit for more novels:

اف۔۔۔۔۔ صبح صبح خالی پیٹ چائے۔ اندر تک جلا جائے گی۔ پہلے ہی دل تھوڑا جلا
(ہوا ہے؟)

"ہاں اب بتاؤ عائشہ بیٹی۔ ہوسٹل میں کیوں؟"

"رضوان چچا میں ہوسٹل میں کمفرٹیبیل ہوں۔ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"

لو بھلا! ہو سٹل میں بھی کبھی کوئی کمفرٹیبیل ہوا ہے؟ قید خانے کا دوسرا نام ہے "

ہوسٹل۔ چھوٹی چھوٹی ضروریات کے لیے ترستے رہو۔ لمیٹڈ سازوسامان اور روبوٹک

"زندگی۔ اور سجاد نے کیسے اجازت دے دی؟

چائے آچکی تھی اور تینوں کے کپ ان کے سامنے رکھے تھے۔

نہیں اتنی بھی بری نہیں ہے ہو سٹل کی زندگی۔ اور انسان تو عادی ہو ہی جاتا ہے"

ہر ماحول میں رہنے کا۔ "وہ کم گوئی سے کام لے رہی تھی۔

visit for more novels:

اچھا؟ واقعی؟" وہ شرارت سے بولے۔ "لیکن اب آپ کو وہاں کا عادی ہونے کی"

قطعی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ آپ میرے ساتھ میرے گھر جا رہی ہیں۔ وہاں آپ

"کوہو سٹل سے کہیں اچھا ماحول ملے گا۔ کیوں سجاد؟ ٹھیک ہے نا۔"

"ارے نہیں رضوان! اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک سال کی تو بات ہے۔"

"وہی تو میں کہہ رہا ہوں ایک سال کی بات ہے۔ سال بہت لمبا ہوتا ہے۔"

"ابو ٹھیک کہہ رہے ہیں میرے لیے مشکل نہیں ہے یہ سب۔"

بیٹا جب ایک سہولت میسر ہو ہے۔ اور ہوسٹلز میں رہنے کا کوئی حال ہے آج"

کل۔ طرح طرح کی لڑکیاں ہوتی ہیں اچھی بری۔ اگر تمہارا کوئی رشتہ دار یہاں ہوتا تب بھی تم ہو سٹل رہتی؟" وہ چائے کی چسکیاں لیتے کہہ رہی تھی۔

میں ملکینک کو کال کر کے آتا ہوں پھر گھر چلتے ہیں۔ کیوں سجاد ٹھیک ہے نا؟ "اور"

visit for more novels:

جواب سنے بغیر ہی فون اٹھا کر مر گئے۔

ابو! اب یہ کیا ہے؟ میں نہیں جاؤ گی۔ ایسے کیسے کسی کے گھر چلی جاؤں؟ نہ جان"

نہ پہچان - یہ کوئی بات ہے بھلا؟ "رضوان چچا کی بات نے اس کے اندر بے چینی

اور پریشانی بھر دی تھی۔

"بیٹا وہ اتنے خلوص سے کہہ رہا ہے۔ میں کیسے منع کروں؟"

"بس؟ تو میں منع کر دیتی ہوں۔"

ہاں! جیسے وہ تمہاری مان لے گا۔ "انہوں نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے"

کہا۔

کیا مطلب؟ "ابھی ابھی عائشہ نے کہا۔"

وہ بہت ضدی ہے۔ بچپن سے جانتا ہوں میں اسے۔ "سجاد صاحب نے ہاتھ"

visit for more novels:

www.urdu-novel-bank.com جھلاتے ہوئے کہا۔

تو اب ان کی 'ضد' کا شکار بنوں گی میں؟" عائشہ نے حیرت زدہ آنکھوں سے باپ کو دیکھا۔

بیٹا۔۔۔۔۔ ویسے سچ پوچھو تو۔۔۔۔۔ مجھے اس کی پیش کش بری نہیں "

لگی۔ پچھلے ایک سال میں میں اور رفعت تمھارے لیے بہت پریشان رہے ہیں کہ
ناجانے اپنی بیٹی کو شہر سے دور تنہا بھیج کر ٹھیک کیا ہے یا نہیں اور اسلام آباد کوئی
چھوٹا شہر تھوڑی ہے، طرح طرح کے لوگوں کا سمندر ہے، خدا نا خواستہ کوئی اونچ نیچ
ہو جائے تو کم از کم کوئی اپنا ساتھ تو ہو۔" سجاد صاحب مکمل طور پر رضوان صاحب
کے حق میں دلائل دے رہے تھے۔

عائشہ کے ماتھے کے بل اور ناگواری مسلسل بڑھ رہی تھی۔

ابو اللہ کی امان ہے۔ کچھ نہیں ہوتا اور مجھے نہیں لگتا میں ایسے ہی کسی کے گھر۔
"ایڈجسٹ کر سکوں گی۔"

سجاد صاحب کے یک طرفہ دلائل سے وہ بے بس ہو رہی تھی۔ کیونکہ ابا اس کا پوائنٹ نہیں سمجھ رہے تھے۔

پھر تم مجھے یہ بتاؤ کہ میں اسے کیسے منع کروں۔ مجھے لگتا ہے وہ تمہارے ذریعے " سے پہلے جیسے تعلقات استوار کرنا چاہتا ہے تو میں کیسے انکار کر کے ہمارے درمیان کے فاصلے مزید بڑھا دوں اور رضوان کا تو بیٹا بھی چھوٹا سا ہے تو تم کمفرٹیبل بھی محسوس کرو گی۔ " سجاد صاحب جذباتی تقریر کرتے ہوئے عائشہ کا دل مائل کرنے کی پر زور کوشش کر رہے تھے۔

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کے گھر میں تمہارا دل نہ لگا تو میں خود رضوان سے " معذرت کر کے تمہیں واپس لے آؤ گا۔

رضوان صاحب کال کر کے واپس آتے دکھائی دے رہے تھے۔

ہاں بھئی۔ مکینک کو کال ہوگئی ہے کچھ دیر میں پہنچ جائے گا۔۔۔۔۔ چلو عائشہ بیٹا"

کار میں بیٹھو۔ میں تمہارا سامان لے کر آتا ہوں۔ "موبائل کی سکرین پر نظریں جمائے

انھوں نے سرسری لہجے میں کہا۔

عائشہ نے ایک ناراض نگاہ ابا پر ڈالی۔

کوئی مسئلہ ہے؟" رضوان صاحب کی نظریں عائشہ سے ہوتی سجاد تک گئیں۔

"نہیں نہیں! بس عائشہ کا خیال رکھنا۔"

تم فکر ہی مت کرو۔ عائشہ بالکل میری بیٹیوں کی طرح ہے۔۔۔۔۔ چلو پھر بات " ہوتی رہے گی۔۔۔۔۔ اللہ کی امان۔

وہ کار کی طرف بڑھ گئی جبکہ اس کی چائے ان چھوٹی پڑی رہی۔

بیک سیٹ کا دروازہ کھولا اور بیٹھ گئی۔ رضوان صاحب نے سامانِ دُکّی میں رکھا اور
ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھے۔

کچھ دیر بعد کار اسلام آباد کی سڑکوں پر دوبارہ رواں دواں تھی۔ محظ آدھے گھنٹے میں

visit for more novels:
www.urdu-novel-bank.com

عائشہ کی منزل، راستہ اور ساتھ بدل گئے تھے۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

بیس منٹ بعد کار رضوان ہاؤس کے گیٹ پر کھڑی تھی۔ وہ ایک کنال کا دو منزلہ

عالی شان بنگلہ تھا جس کا وسیع گیٹ سنہری رنگ کا تھا۔ رضوان صاحب نے کار کا

ہارن دیا تو چوکیدار نمودار ہوا۔ انھوں نے انگلی کے اشارے سے اس کو سامان نکالنے کا کہا ہی تھا کہ ان کا فون بجا۔

"عائشہ تم اندر چلو میں کال اٹینڈ کر کے آتا ہوں۔"

چوکیدار سامان اندر لے جاچکا تھا۔ عائشہ کار سے باہر نکلی ایک بے زار نظر اپنے سامنے کھڑے بنگلے پر ڈالی، ٹھنڈی آہ بھری اور گیٹ کی جانب بڑھی۔ ایک ہاتھ میں ہینڈ بیگ تھا مے دوسرے سے گیٹ کے چھوٹے پٹ کو دھکیلتے ابھی دو قدم ہی بڑھائے تھے کہ چادر کا پلوپیر میں اٹکا۔ وہ پلو سنبھالنے کو ذرا جھکی ہی تھی کہ اسی لمحے اسے کوئی چٹان اپنے ساتھ ٹکراتی محسوس ہوئی۔

وہ لڑکھرائی مگر جلد ہی سنبھل گئی۔ ہینڈ بیگ دھڑام سے نیچے جاگرا۔

عائشہ کی نظریں مقابل کے پیروں سے ہوتی چہرے پر جا ٹھہریں۔

وہ کوئی 26،27 برس کا عجیب حلیے والا نوجوان تھا۔

وہ لڑکھڑائی مگر جلد ہی سنبھل گئی۔

اس کی نظریں مقابل کے پیروں سے ہوتی ہوئی چہرے پر جا ٹھہری۔

وہ کوئی 26،27 برس کا عجیب حلیے والا نوجوان تھا۔ ٹائٹ بلیک پینٹ پہ آدھ بازوؤں

والی براؤن شرٹ کے اوپر کے تین بٹن کھلے تھے۔ گرمیوں کے اندر سے موٹی سلور

چین جھانک رہی تھی جس میں تین انچ کا سیاہ چاقو جھول رہا تھا۔ کلین شیو کی وجہ

سے دائیں گال پر کٹ کا گہرا نشان جو اب مندرل ہو چکا تھا۔ چہرے پر منوں کے

حساب سے برہمی سجائے۔

اندھی ہو۔۔۔۔۔ آنکھوں میں موتیا ووتیا تو نہیں ہے۔ دن ہی منحوس چڑھا"
ہے۔ "اکتے، پھوں پھاں کرتا باہر نکل گیا۔

دن تو اس کا منحوس چڑھا تھا۔

عائشہ ابھی تک وہی پتھرائی ہوئی یہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ اس کے
ساتھ یہ ہوا کیا ہے۔ پہلا ملنے والا شخص ہی اتنا ہونق تھا تو باقی کیسے ہوں
گے؟ عائشہ کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ اسے شدت سے احساس ہوا کہ
اس سے یہاں آنے کی کتنی بڑی غلطی سرزد ہو گئی ہے۔
visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

رضوان صاحب کال اٹینڈ کر کے واپس آچکے تھے۔ انھوں نے ایک نظر عائشہ کے
چہرے کے تاثرات پہ ڈالی اور دوسری گیٹ پہ جہاں سے وہ اس نوجوان کو جاتا دیکھ
چکے تھے اور وہ جانتے تھے کہ یقیناً وہ اپنے منہ سے آگ ہی اگل کر گیا ہو گا۔

یہ جلال ہے۔ میرے بھائی کا بیٹا۔۔۔۔۔۔ "وہ عائشہ کی اڑی رنگت دیکھ کر"

شرمندہ ہو رہے تھے۔

بس کبھی کبھی کچھ زیادہ ہی موڈ خراب ہو جاتا ہے لیکن تم فکر نہ کرو تمہیں یہ " زیادہ یہاں نظر نہیں آئے گا۔

عائشہ کی اٹکی سانس کچھ بحال ہوئی۔

(اللہ کرے اس سے دوبارہ کبھی سامنا ہو بھی نہ۔)

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"چلو چلو اندر چلتے ہیں۔ آجاؤ"

عائشہ نے اپنا گرا ہوا ہینڈ بیگ اٹھایا اور سر جھکائے رضوان صاحب کے پیچھے چلنے لگی۔

گیٹ کے سامنے لمبا پورچ اور دائیں جانب وسیع لان تھا۔

بیرونی دروازے کی دوسیرٹھیاں چڑھنے کے بعد وہ لاؤنج میں داخل ہو رہے تھے۔ چھوٹی راہداری کے آگے وسیع لاؤنج تھا۔ راہداری کی ایک جانب ڈرائیونگ روم اور دوسری جانب گیسٹ روم تھا۔ عائشہ کی نظریں اطراف سے ہوتی لاؤنج کے وسط تک گئیں۔

ایسی پیپی! ----- سرفراز نے میرا لپ ٹاپ کہیں چھپا دیا ہے۔ مجھے دے۔
نہیں رہا۔ "صوفے کی پشت پر زور سے ہاتھ پٹختی مڑکھ چلا رہی تھی۔

امی جھوٹ بول رہی ہے مجھے نہیں پتہ۔ خود رکھ کے بھول گئی ہوگی۔ "سرفراز"

صوفی پہ بیٹھا موبائل میں غرق پر سکون سا کہہ رہا تھا۔

زیب کچھ دیر بعد کچن سے برآمد ہوئیں اور ہاتھ دوپٹے کے پلو سے خشک کرتی چنگھاڑنے لگیں۔

ہر وقت گھر کو مچھلی بازار بنایا ہوتا ہے۔ نہ تمہیں شرم آتی ہے کہ بڑی بہن کی حیا " کر لو، نہ اسے چھوٹے کا کوئی لحاظ ہے۔۔۔۔۔۔ تانیہ! تانیہ! جلدی آؤ

"بہن کا لیپ ٹاپ ڈھونڈ کر دو۔ سارا گھر سر پہ اٹھا رکھا ہے۔"

عائشہ بالکل ساکت سی کھڑی سارا تماشا دیکھ رہی تھی۔ یہ گھر نہیں واقعی میں مچھلی بازار تھا۔ ایک چپ ہوتا نہیں تھا کہ دوسرا شروع ہو جاتا تھا۔

رضوان چچا تو اس سب کے عادی تھے، سو وہ ابھی بھی موبائل کی اسکرین پر نظریں

visit for more novels:
www.urdu-novels.com

جمائے لاہرواہی سے ٹیکسٹ لکھ رہے تھے۔

مدتھ قریب 25 برس کی فیشن ایبل بے پرواہ سی لڑکی نظر آتی تھی۔ کانوں میں ترتیب سے چار مختلف ڈیزائن کے ٹاپس اور گلے میں

ایم ایلفابیٹ کا سونے کا لاکٹ، اور ہاتھوں میں آرٹیفیشل ہیروں کی
انگوٹھیوں کے ساتھ وہ گھر میں بھی سچی سنوری رہتی تھی۔ ڈیزائنر کپڑے اور
جوئے اسکا اور بھی شاہانہ تاثر دیتے تھے۔

سرفراز ٹین ایج کا بظاہر غصے والا مگر کیوٹ لڑکا تھا۔ حلیے سے وہ بھی نئے دور کا لگتا تھا لیکن قدرے نفیس۔

تانیہ اپنی بڑی بہن کی نسبت بالکل مخالف، بکھرے بالوں کے ساتھ ایک ہاتھ میں
دو تین افسانوی داستانوں کی کتابیں اٹھائے اور دوسرے سے چشمہ درست کرتے
ابھی ابھی کمرے سے برہنہ پاؤں باہر آئی تھی۔ عائشہ کو وہ ان لوگوں میں سب
سے زیادہ اسی لوگ لگی۔

وہ دونوں آگے پیچھے چلتے لاؤنج کے وسط میں اکھڑے ہوئے۔

"اہل خانہ۔۔۔۔۔۔ زرا متوجہ ہوں۔ اچھا ہوا سارے میہیں ہیں۔"

یہ عائشہ سجاد ہیں۔ "عائشہ رضوان چچا کی اوٹ سے منظر عام پر نمودار ہوئی۔ "زیب"
"تمہیں یاد ہو گا۔ سجاد کی چھوٹی بیٹی عائشہ۔ میرے اکلوتے جگمیری یار کی بیٹی۔

سب کی نظریں نئے آنے والی پہ ٹکی تھی۔ جو نظریں جھکائے کھڑی تھی۔ پھر ذرا دیر کو گھنی پلکیں اٹھائیں۔

"اسلام علیکم"

visit for more novels:

وعلیکم السلام! "زیب سلام کا جواب دے کر رضوان صاحب کی طرف متوجہ ہو"

گئیں۔ "آپ تو منشی صاحب کے پاس گئے تھے؟ سجاد نہیں آئے؟ عائشہ اکیلی آئی ہے؟"

آئی کہاں ہے؟ میں لے کر آیا ہوں۔ سجاد کے کام دیکھو زرا۔ ایک سال سے "

معصوم بچی اسلام آباد جیسے شہر میں ہوسٹل میں رہ رہی ہے۔ اللہ نے ہی وسیلہ

"بنایا ہے ورنہ وہ تو آج بھی ہوسٹل چھوڑنے جا رہا تھا۔۔۔۔۔"

زیب کو کچھ کچھ معاملہ سمجھ میں آ رہا تھا۔ جبکہ بچے وہیں اپنی جگہوں پر ساکن تھے۔

اپنے گھر میں کسی بن بلائے اجنبی کی اچانک آمد سب ہی کے لیے حیران کن ہوتی

ۛ-

آج سے عائشہ یہیں رہے گی۔۔۔۔۔ فیملی ممبر کی طرح۔ اس نے ہمیں ایک "

"لمبی مہمان نوازی کے لیے چن لیا ہے۔ خوش قسمتی ہے ہماری۔"

لاؤنج میں قبرستان کی سی خاموشی چھاگئی۔ لمبی مہمان نوازی؟

عائشہ! لائیں بیگ دے دیں۔ آپ بیٹھیں۔ میں پانی لاتی ہوں۔ تانیہ نے کتابیں صوفے پہ دھریں اور کچن کی طرف چل دی۔

روگ عشق، میں جوگن، طوفانی محبت۔

-(ف)۔ یہ کس قسم کی کتابیں ہیں؟ یقیناً یہ خود جاکہ خریدتی ہوگی۔ کوئی اور تو اس طرح کی لاکے دینے سے رہا)۔

عائشہ کو بے ساختہ اپنا بک شیف یاد آیا جس میں قصص الانبیاء، محمد بن قاسم، کوہ

visit for more novels:

قاف کی شہزادی اور پانچ ستارے جیسی کتابیں پڑھی اور رضوان چچا کہہ رہے

تمھے کہ 'ہوسٹل' میں طرح طرح کی لڑکیاں ہوتی ہیں۔۔۔۔۔ جو بھی ہے

اب انہی لوگوں کے ساتھ ایک سال رہنا ہے۔ شاید۔

////////////////////////////////////

////////////////////////////////////

ملینک نے گاڑی ٹھیک کر دی تھی بس معمولی سا نقص تھا۔ صرف بہانہ ہی بننا تھا۔ دس بجے کے قریب وہ گھر پہنچے تھے کہ -----

مجھے پتا تھا آپ کی پھٹ پھٹی خراب ہو گئی ہوگی۔ اس لیے دیر ہوئی"

ہے۔ ہے نا؟

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com "بیگم! حلال کی کمائی کی ہے۔ ایسے تو نہ کہو۔"

سجاد صاحب لاؤنج کے صوفے پہ چوڑے ہو کر بیٹھ گئے اور ٹانگیں لمبی کر لیں۔ گویا کافی تھک گئے ہوں۔

"کچھ بھول تو نہیں گئی عائشہ؟"

"آپ خود ہی تو آج صبح کہہ رہے تھے کہ سمجھ دار ہو گئی ہے میری بیٹی۔"

ہاں تو سمجھدار ہے تو کیا ہوا؟ انسان ہے۔ انسان کا لفظ "نسیان" سے نکلا ہے یعنی "بھولنے والا۔"

"کچھ نہیں بھولی بھئی اور اگر کچھ بھول بھی گئی ہے تو خدا سے شئیر کر لے گی۔"

سجاد صاحب نے قریب میز پر پڑا اخبار اٹھایا اور شہ سرخیاں دیکھنے لگے۔

"وہ ہوسٹل میں نہیں ہے۔ اس سے بہتر جگہ یہ ہے۔"

visit for more novels:

www.urduNovelBank.com

کہاں؟ "رفعت نے کجس بھری حیرت سے پوچھا۔"

رضوان مل گیا تھا۔۔۔۔۔ بہت اسرار سے اپنے ساتھ لے کر گیا ہے۔ اپنے"

"گھر۔

"رضوان؟ وہ کہاں سے؟ اتنے سالوں بعد۔"

مطمئن ہو جاؤ رفعت۔ وہ وہاں زیادہ محفوظ ہے۔ اس نے ہماری پریشانی کا بڑا سوہنا "حل نکالا ہے۔"

ہمم "رفت بھی قدرے مطمئن ہو گئیں۔ آخر وہ بھی رضوان صاحب کو عرصے سے جانتی تھیں۔

وہ سب دوپہر کے کھانے پر موجود تھے۔ ڈائننگ ہال میں وسیع ڈائننگ ٹیبل

تھا۔ صبح عائشہ کی چائے کے ساتھ اچھی خاطر تواضع ہو چکی تھی اور دوران چائے کمرے کا مسئلہ بھی چھڑا تھا کیونکہ فیکٹری سے دو بار سامان چوری ہونے کی وجہ سے گھر کے گیسٹ روم کو گودام کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ رضوان صاحب

نے مدیحہ کے کمرے میں عائشہ کا سامان سیٹ کرنے کا کہا تو مدیحہ نے یہ کہہ کر معاملہ رفع دفع کر دیا کہ 'میرا تو پہلے ہی کمرہ چھوٹا سا ہے اور تانیہ تو ویسے بھی رات گئے تک ناول پڑھتی رہتی ہے تو عائشہ کی نائٹ سٹڈی سے وہ ڈسٹرب بھی نہیں ہوگی۔' سو اب عائشہ کا سامان تانیہ کے کمرے میں سیٹ کر دیا گیا تھا۔

ابا! مجھے دوستوں کے ساتھ مری جانا ہے۔ مجھے بتانا یاد ہی نہیں رہا کل صبح نکلنا"

ہے تو مجھے دس ہزار دے دیں۔ ویسے آٹھ سے بھی کام چل ہی جائے گا۔" سرفراز

visit for more novels:

www.urdu-novel-bank.com

کھانا کھاتا سرسری سا بولا۔

رضوان صاحب نے نظریں اٹھا کر اسکا چہرہ دیکھا۔

"یہ آٹھ، دس کچھ زیادہ نہیں ہے۔"

چپ کر کے بیٹھ جاؤ تم۔ مری جائیں گے صاحبزادے۔ گریڈز دیکھے ہیں اپنے پارٹ
ون میں اور اوپر سے کامران بھی نہیں ہے۔ تمہیں بھی بھیج دوں؟ "زیب
چنگھاڑی۔

ابا! مجھے نہیں پتا آج آتو جانا ہے کامران بھائی نے۔ مجھے جانے دیں میں نے کیا کرنا ہے ان کی غیر موجودگی میں۔ "سرفراز نے احتجاج کیا

اسے چھوڑیں ابا آپ مجھے یہ بتائیں کہ کا مران بھائی کو اور پھپھو کو کھانے پہ بلانا " ہے نا؟ "تانیہ نے سرفراز کے جلے پر تیل چھڑکتے کہا۔ جس پر سرفراز اٹھا اور منہ میں کچھ بربرڑاتا چلا گیا۔

عائشہ ان سب کی باتوں سے بے نیاز، سرگرائے کھانے میں مصروف تھی۔ صبح کے حجاب کی نسبت اب اس نے لمبا دوپٹہ کندھوں پر پھیلائے ایک پلو سر پر ہیئر پن کی مدد سے جما رکھا تھا کہ صرف سامنے کے چند بال ہی نظر آتے تھے۔

عائشہ نے نوٹ کیا کہ تانیہ کی بات پر مدتحہ کے چہرے پہ عجیب تاثرات ابھرے
تھے۔ شاید وہ "شرمانے" کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔ ہاں شاید۔

ہاں بدلائیں گے۔ کل رات کی دعوت دے دوں گا۔ تیاری کر لینا۔ "رضوان صاحب"

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

نے تائید کی۔

////////////////////

شام ڈھل چکی تھی۔ دوپہر کے کھانے کے بعد رفعت نے عائشہ کو فون کر کے خیریت معلوم کر لی تھی اور عائشہ نے بھی انہیں مطمئن کر دیا تھا۔ اور کہتی بھی کیا؟ اب وہ لاؤنج میں بیٹھی سرفراز کے ساتھ اس کے اصرار پر کوئی سڑیل سی سیڈ فلم دیکھ رہے تھے۔ سرفراز کو تو ٹرپ کینسل ہونے کا دکھ تھا، اُسے کیا سزا تھی؟ مدتحہ پاس بیٹھی ناخنوں پر نیل پالش تھوپ رہی تھی۔ زیب کسی کامران سے فون پر اس کا دو روزہ پشاور کا سفر نامہ سن رہی تھیں۔ تانیہ البتہ غائب تھی۔

عائشہ! زرا تانیہ کو کہنا کہ کچن میں کھیر کا باؤل رکھا ہے اوپر آسیہ آپا کو دے۔

آئے۔ "فون رکھنے کے بعد زیب نے مدتحہ کی موجودگی کے باوجود عائشہ سے مخاطب ہوئیں تھیں۔

"جی اچھا۔"

وہ اُمّی اور اپنے اور تانیہ کے مشترکہ کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

میں نے آج سے پہلے تمہاری کسی بات سے انکار کیا ہے؟ ویسے بھی تم تو"

میرے-----"دروازے کا پٹ کھولتے ،الفاظ اس کی سماعت سے

ٹکرائے۔ تانیہ فون پر بات کرتے کرتے رک گئی اور گھبرا کے کال کاٹ دی۔

"وہ۔۔۔۔۔ زیب چچی کہہ رہی تھی کہ اوپر کھیر دے آؤ۔"

ج۔-----جی۔'لبنانیہ کے چترے سے گھبراہٹ صاف واضح تھی۔ لیکن"

visit for more novels:

عائشہ نے نظر انداز کرنا درست سمجھا۔ آخر اس کا ابھی پہلا دن تھا یہاں۔ ہولے

ہولے سب کے راز آشکار ہو ہی جائیں گے۔

آپ بھی میرے ساتھ چلیں۔ آسیہ خالہ سے ملواتی ہوں آپ کو۔ ابھی تک نہیں"

ملی ناآپ ان سے۔' المانیہ نے سنبھلتے ہوئے کہا۔

اچھا ٹھیک ہے۔ "کم از کم وہ ہونق فلم دیکھنے سے تو بہتر ہی ہے یہ۔"

عائشہ اور تانیہ کھیر کے باؤل کے ہمراہ آسیہ خالہ کے کچن کے دروازے میں کھڑی تھیں اور آسیہ خالہ کاؤنٹر پر جھکے آٹا گوندھنے میں مصروف تھیں۔

اسلام علیکم! دُغیر خالہ جان۔ "لبنانیہ نے نعرہ بلند کیا اور آسیہ نے آہستہ نے گردن"

visit for more novels:

www.urdu-novel-bank.com

وعلیکم اسلام! آج تے وڈے وڈے لوگ آئے نیں۔ صرف ایک چھت ہے"

میرے اور میری نام نہاد بہن کے خاندان کے درمیان۔ پھر بھی کئی کئی دن شکل نہیں دکھاتے۔ "آسیہ نے گلے پہ گلہ شروع کر دیا۔

چھوڑیں خالہ۔ آپ کون سا اپنے تخت سے اترتی ہیں۔ ان سے ملیں۔ یہ ہیں عائشہ"
سجاد۔ "تانیہ نے کھیر کا باؤل کاؤنٹر پہ دھرتے ہوئے کہا۔

ماشاء اللہ "آسیہ کی نگاہیں عائشہ کی گہری سیاہ آنکھوں پر جم گئیں۔" یہ تمھاری "سہیلی ہے؟ بڑی سوہنی ہے۔"

ابا کے دوست کی بیٹی ہیں۔ یہاں پڑھتی ہیں۔ اب ہمارے ساتھ ہی رہیں۔"

گی۔ "تانیہ نے وضاحت دی۔"

اچھا اچھا یعنی اپنی ہی ہوئی نا۔" ان کی نظریں عائشہ کی آنکھوں سے ہوتی سر پر "ٹکے دوپٹے تک گئیں۔ مدتحہ اور تانیہ نے تو کبھی باہر دوپٹہ نہیں لیا تھا گھر میں کیا خاک لیتیں۔

آسیہ نے اسے گلے لگایا۔

جی "عائشہ مسکراتے ہوئے ان کے ساتھ چل دی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ شاید وہ "تنہائی کی ماری، کسی کا ساتھ چاہتی ہیں۔

واقعات۔

تم گئی نہیں؟ ابھی یہیں ہو؟" جلال اپنی اسی براؤن شرٹ کے کف فولڈ کرتے " کہہ رہا تھا جو اب قدرے میلی لگ رہی تھی۔ باقی حلیہ وہی تھا۔ وہ 24 گھنٹے بعد گھر آیا تھا۔ نا جانے کہاں سے۔

عائشہ کو اپنے اوسان خطاء ہوتے محسوس ہوئے۔

آپکو کیا مسئلہ ہے کون یہاں ہے اور کون نہیں؟ ہمیں پریشان نہ کریں۔ "سرفراز" نے ناگواری سے کہا۔

بھاڑ میں جاؤ میری طرف سے تم لوگ۔" اور غصے سے کہتا دھم دھم کرتا نکل گیا۔

عائشہ مارے حیرت کے کچھ بول نہ سکی۔ اتنا بد لحاظ، بد مزاج۔ ہمیشہ؟

////////////////////

شام میں لاؤنج کا منظر کافی پر رونق تھا۔ چہل پہل، قہقہے، خوش گپیاں۔ روبینہ پھپھو، کامران، باقی سب گھر والے، آسیہ خالہ اور حیرت انگیز طور پر جلال بھی موجود تھا۔ آج وہ کھلے گرمیابان والی سیاہ شرٹ میں ملبوس تھا۔ گلے میں چاقو والا لاکٹ ویسا ہی تھا۔

کامران جلال سے عمر میں تین چار سال بڑا تھا۔ بادامی شلوار قمیض کے اکڑے کف کالر اور دائیں کلائی میں سرمئی رنگ کی چوڑی گھڑی اسے جلال سے زیادہ بارعب اور نفیس ظاہر کرتے تھے۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

تانیہ سب کو کولڈ ڈرنک سرو کر رہی تھی اور مدیحہ کامران کے عین سامنے بیٹھی چہرے پہ مسلسل مسکراہٹ کے ساتھ بس اسے ہی دیکھے جا رہی تھی۔ سرفراز، صاحب کامران کے سامنے اپنی ٹرپ کی کینسلیشن کی دکھ بھری داستان دہرائے چلا

جا رہا تھا۔ جلال سخت بوریت سے بس ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ کوئی اس سے مخاطب نہیں تھا۔ باقی بڑے بھی گپیں مارنے میں مصروف تھے۔

روبی پھپھو! کامران بھائی! کھانا لگ گیا ہے۔ پہلے کھانا کھا لیتے ہیں۔ باقی باتیں "چائے پر۔" ثانیہ نے ڈائننگ ہال سے نکلتے ہوئے کہا۔ اسکا حلیہ آج بھی ملنگوں والا تھا۔

ہاں۔ عائشہ کو بھی بلا لو۔ "رضوان صاحب نے کہا تو ثانیہ کمرے کی جانب بڑھ گئی۔"

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

عائشہ کون رضوان بھائی؟ "روبی پھپھو حیرت سے بولیں۔"

ملواتے ہیں روبی تمہیں بھی عائشہ سے۔ ماشاء اللہ اتنی سمجھدار بچی ہے۔ میں تو ایک "دن میں ہی اتنی متاثر ہو گئی ہوں" آسیہ جھٹ سے بولیں۔ جس پر جلال نے منہ

کے زاویے بگاڑے اور اٹھ کر ڈائننگ کی طرف بڑھ گیا۔ اب یہاں رکنا مشکل ہو رہا تھا۔

تانیہ کمرے میں داخل ہوئی تو عائشہ عشاء کی نماز ادا کر رہی تھی سو وہ اس کے انتظار میں بیڈ کے کونے پہ بیٹھ گئی۔ ایک ہاتھ سے چشمہ درست کرتے، اس کی انگلیاں موبائل سکرین پر چل رہی تھیں جب اس کی سماعت سے وہ آواز ٹکرائی۔

"رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَزِينَتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا"

تانیہ نے غیر ارادی طور پر گردن موڑ کر عائشہ کو دیکھا جو دعا صورت ہاتھ بلند کیے ہوئے تھی اور رخسار سے بہہ کر قطرے ہستیلی پر گر رہے تھے۔ تانیہ کی آنکھوں میں حیرت ابھری۔ شدید حیرت۔۔۔۔۔ یہ کیا تھا؟

تم کھانے پہ نہیں گئی؟" عائشہ کی آواز پر وہ گہرے خیالوں سے نکلی۔

"میں آپکو بلانے آئی تھی کھانے پر۔"

میں بعد میں کھا لوں گی۔ یہ تم لوگوں کا فیملی ڈنر ہے۔" عائشہ نے الماری میں "جا لے نماز ٹکاتے ہوئے کہا۔

ابا نے خصوصی طور پر بلایا ہے۔ مہمانوں سے تعارف بھی تو کروانا ہے۔ روبی پھپھو مدیحہ کی ہونے والی ساس ہیں نا اس لیے۔ اب چلیں کھانا شروع ہو گیا ہوگا۔ 'ننانیہ نے وضاحت دی۔

(جانا ہی پڑے گا۔ یہاں کوئی کسی کی سنتا ہے بھلا۔)

وہ کچھ سوچتے ہوئے اسکے ساتھ چل دی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

ڈائننگ ہال میں ملے جلے کھانوں کی خوشبو پھیلی تھی۔ زیب میز پہ ڈشز لالا کہ دھر رہی تھیں۔ مدیحہ رانیوں کی طرح کامران کی پہلو والی کرسی پہ پہلے ہی براجمان تھی۔

کامران یہ دعوت خاص طور پر تمہارے لیے ہے۔ پشاور والے آرڈر سے ہماری "سرمایہ کاری میں 14% اضافہ ہونے والا ہے۔" رضوان صاحب نے خوشی سے کہتے کامران کا کندھا تھپتھپایا۔

ماموں آپ سے ہی سب سیکھا ہے ورنہ ابو کے بعد تو لگتا تھا کچھ بھی نہیں بچے۔"

کامران کے ابا کی وفات کے بعد ان کے کپڑے کے کارخانے گھاٹے میں جا رہے تھے۔ کامران تب عمر میں چھوٹا تھا سو روبینہ کی اجازت سے ان کارخانوں کی فروخت کے بعد پیسہ رضوان صاحب کے کراکری کے کاروبار میں انویسٹ کیا گیا اور چند برس کی محنت سے سارے گھاٹے منافع میں بدل گئے۔ اب دونوں خاندان خوشحال تھے۔ ان دونوں میں باپ بیٹے جیسی محبت تھی اور ہم عمر پارٹنرز کی طرح کام کرتے تھے۔ اسی لیے وہ انکا ہونے والا داماد تھا۔

میں تو جلال کو بھی کہتا رہتا ہوں۔ آخر اسکا بھی کوئی حصہ ہے فیکٹریوں میں۔ آئے"

اور سنبھالے۔ "رضوان صاحب نے پلیٹ اپنی جانب کھسکاتے ہوئے کہا۔

او میرے سے نہیں ہوتا چچا یہ سب۔ آپ ہی کافی ہیں۔ "جلال نے منہ بناتے"

ہوئے کہا۔

اس ڈنر پر اسکا کام بس بات لے بات منہ بنانا ہی تھا۔

آسیہ نے بیٹے کی حمایت میں کچھ فرمانے کو لب کھولے ہی تھے کہ عائشہ ثانیہ کے

visit www.fox.com for more novels:

ہمراہ ڈائننگ میں داخل ہوتی دکھائی دی۔ پستہ رنگ کی شلوار قمیض میں

ملبوس، دوپٹے کو کندھوں سے کہنیوں تک پھیلائے، ایک پلو کو ہیر پن کی مدد سے سر پر ٹکا رکھا تھا کہ صرف سامنے کے چند بال ہی نظر آتے تھے۔

آؤ عائشہ۔ یہاں میرے پاس بیٹھو۔ "آسیہ نے اپنائیت سے پاس والی کرسی"

کھسکائی۔ وہ سلام کرتی آسیہ کے پہلو میں جلال کے مقابل آ بیٹھی۔ (اف۔ پھوٹی

قسمت یا پلاننگ؟)۔

"روبی! یہ عائشہ - سجاد کی چھوٹی بیٹی۔۔۔۔۔۔ سجاد تو یاد ہے نا تمہیں؟"

الہ۔ رضوان بھائی! سجاد بھائی کو میں کیسے بھول سکتی ہوں۔ سارا بچپن ہم ساتھ کھیلے ہیں۔ پھر بارہ سال پہلے وہ پنڈی شفٹ ہو گئے۔ "روبی نے مسکراتے ہوئے

”کہا۔ ”کیسی ہو عائشہ؟ یہاں سب ٹھیک ہے؟“

جی۔ "مسکراتے ہوئے یک لفظی جواب۔"

کامران نے اس دوران نظریں نہیں اٹھائیں۔ یہ سب اس کے لیے غیر دلچسپ تھا۔ البتہ جلال گا ہے بگا ہے اس پر ایک چمبھتی نظر ڈالتا رہا۔

پھپھو اب یہ آپکو یہیں نظر آئے گی 'ایک سال تک' 'مدیحہ کے لبوں سے الفاظ'
ادا ہوئے تھے کہ کامران نے بے ساختہ نظریں اٹھائیں اور یہ وہ وقت تھا جب
ان دونوں کی نظر ایک ساتھ عائشہ پر پڑی تھیں۔

ڈنر کے بعد عائشہ کمرے میں جا چکی تھی اور لاؤنج میں چائے پارٹی شروع ہو چکی
تھی۔ جلال نا جانے کب نکل گیا تھا اور مدیحہ کامران کو اپنی گزشتہ دعوت کا احوال
سنارہی تھی جسے وہ غیر دلچسپی سے سن رہا تھا۔ نگاہیں البتہ بار بار اس بند کمرے
کی جانب اٹھتیں۔

Visit For More Novels : www.urdunovelbank.com Page 65
E-mail pdfnovelbank@gmail.com WhatsApp [03061756508](https://wa.me/03061756508)

ڈاننگ پر پہنچی تو سرفراز اکیلا بیٹھا، ہڑبڑی سے پراٹھے کے بڑے بڑے نوالے کھا
نہیں ٹھونس رہا تھا۔ عائشہ نے کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے اسکی پلیٹ اپنی جانب
کھسکائی، چند چھوٹے نوالے توڑ کر سجائے اور پلیٹ واپس کھسکا دی۔ سرفراز کو واضح
شرمنگی محسوس ہوئی لیکن زیادہ دیر نہیں۔ پھر سکول وین کا ہارن بجا تو وہ ہواؤں پر
دوڑتا اچھلتا بیگ اٹھائے نکل گیا۔ عائشہ بھی ناشتے میں مصروف ہو گئی۔

کچھ دیر بعد زیب چائے کا کپ اٹھائے باہر آرہی تھیں جب عائشہ کی وین کا ہارن بجا اور ساتھ ہی رضوان صاحب نے کمرے سے زیب کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔

زیب! جلدی آؤ اور مجھے کپڑے نکال کر دو۔ کامران کب سے باہر انتظار میں بیٹھا"

”ہے۔“

اف اسے ایک گھریلو خاتون کے کم از کم چار ہاتھ اور چار ٹانگیں ہونی چاہیے۔ "زیب"

"جھنجھلا کر بولیں۔" عائشہ یہ چائے دے دو کامران کو باہر لان میں۔

عائشہ کو سانپ سونگھ گیا۔

جی؟ (میں کیسے؟) ----- مم میری تو وین آگئی ہے۔ "اس نے جان"

چھڑانے کو کہا مگر کہاں؟

ہاں تو جاتی جاتی دے جاؤ بس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آرہی ہوں رضوان کیا ہو گیا"

visit for more novels:
www.dunovanovel.com

ہے ۔' -رضوان چچا کی ایک اور آواز پر وہ دھم دھم کرتی چلی گئیں۔

visit for more novels:

ایک اور آواز پر وہ دھم دھم کرتی چلی گئیں۔

کندھے پر کالج بیگ لٹکائے، ایک ہاتھ میں کپ کی پرچ تھامے دوسرے سے لمبی چادر دست کرتی لمبے لمبے قدم اٹھاتی وہ میز تک پہنچی اور کپ دھر دیا۔

آپ کی چائے۔" اور جانے کے لیے مڑی۔"

وہ جو چہرے کے آگے اخبار پھیلائے، نیلے شلوار قمیض کے اکڑے کف کالر اور سرمئی چوڑی گھڑی کے ساتھ سرسری شہ سرخیاں دیکھ رہا تھا آواز پر جھٹ سے اخبار نیچے کیا۔ کالے سن گلاسز سامنے کی جیب میں ٹکا رکھے تھے۔ "اسلام

visit for more novels:

www.urdu-novel.com

”علیکم۔ عائشہ؟ رائٹ؟ کیسی ہیں آپ؟

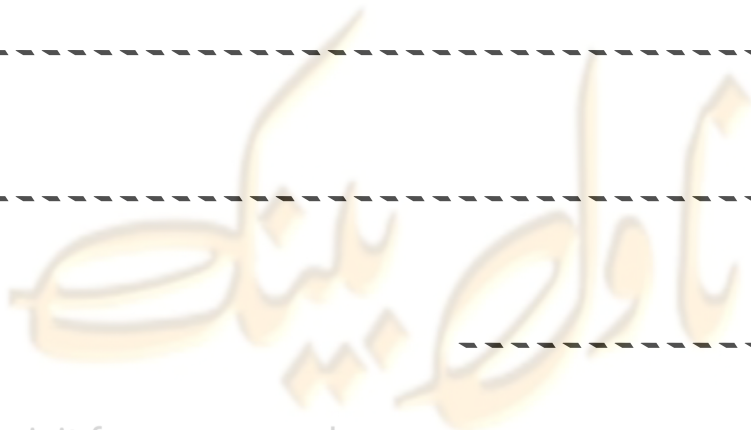
ابھی ایک قدم ہی چلی تھی کہ دوبارہ رکی۔

وعلیکم اسلام۔ جی۔ الحمد للہ۔ "تینوں سوالوں کا ایک لفظی جواب۔"

"میں کامران حسن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

مجھے دیر ہو رہی ہے۔ "بات ان سنی کرتی گیٹ کی جانب بڑھ گئی۔"

اسکی نظروں نے تب تک اسکا تعاقب کیا جب تک وہ گیٹ سے نکل نہیں گئی۔ بس بے مقصد ہی۔



visit for more novels:

www.urdu-novel-bank.com مدتک اور تانیہ گیارہ بجے ناشتے پر موجود تھیں۔

تانیہ! کیسی لگی تمہیں نئی روم میٹ؟ "مدتک نے چائے کا گھونٹ بھرتے پوچھا۔"

ہمم۔۔۔۔۔ اچھی ہے پر ہم سے کافی مختلف۔ ساری نمازیں پڑھتی ہے۔ بلا وجہ"

دعا میں روتی ہے۔ اور کبھی مسکراتی ہے۔ غیر آدمیوں کے سامنے جانے سے بھی

وہ کالج سے واپس آئی تو کامران رضوان صاحب کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھا تھا۔ گزشتہ چوبیس گھنٹے میں اس کا تیسرا چکر تھا اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ اگلے چند گھنٹے میں چوتھا بھی لگنے والا تھا۔ اس نے عائشہ کو نہیں دیکھا۔ وہ سیدھا کمرے میں چلی آئی۔

یہ تمہارے ہونے والے بہنوئی گھر داماد بنیں گے؟" وہ صوفے پر بیگ دھرتی "تانیہ سے مخاطب ہوئی۔

نہیں تو۔۔۔۔۔۔ آپکو ایسا کیوں لگا؟" تانیہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"جب سے پشاور سے آئے ہیں یہیں ہیں۔ اپنے گھر نہیں جاتے؟"

اسکی بات پر بمشکل قہقہے روکتی تانیہ بولی۔

میں بتاتی ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اصل میں ہمارے گھر کا گیسٹ روم گودام کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ سارا مال یہیں آتا ہے۔ اسکا حساب کتاب، پے منٹ کی لین دین کا حساب ، سب ابا گھر پر کرنا پسند کرتے ہیں کیونکہ فیکٹری میں کافی دیر ہو جاتی ہے۔ سو وہ تقریباً روزانہ ہی آتے ہیں اور کبھی تو دن میں دو بار بھی۔ لیکن آپکو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کامران بھائی بڑے شریف انسان ہیں۔ کسی اور کو تو کیا اپنی منگیتر کو بھی ٹھیک سے دیکھنا گوارہ نہیں کرتے) 'ننانیہ کا قلم' بس آپ جلال بھائی کے سامنے انکا کبھی نام مت لیجیے گا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی چھیڑ ہیں۔ اگر ان دونوں کے درمیان مشرق مغرب کا سا اختلاف کہیں تو غلط "نہیں ہوگا۔ اور ہے بھی۔ دونوں بہت مختلف ہیں۔

مجھے کیا ضرورت پڑی ہے۔ "عائشہ نے کہا اور ساتھ ہی اسکی نظر بیڈ پر پڑے"

"نیلے کا مدار جوڑے پر پڑی۔" کہیں جا رہی ہو؟

آآ آ۔۔۔۔۔ نہیں تو۔ یہ تو بس ویسے ہی۔ "وہ ذبردستی مسکرائی۔" میں یہیں"

کھانا لاتی ہوں۔ مجھے پتہ ہے آپ باہر نہیں آئیں گی۔ "کمرے سے باہر آکہ تانیہ

نے گہری سانس لے کر خود کو سٹیبل کیا اور کچن کی طرف بڑھ گئی۔

کسی آہٹ کے باعث اسکی آنکھ کھلی۔ گھڑی رات کا ڈیڑھ بج رہی تھی۔ اس نے گردن موڑ کر دیکھا پہلو میں تانیہ نہیں تھی۔ ابھی اسکے حواس قائم نہ ہوئے تھے کہ

کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ گیلی گھاس پر نرم نرم قدم رکھنے کی ہلکی

آواز۔ پھر کھلی کھڑکی کے شیشے میں ایک سایہ لہرایا جیسے کسی نے اپنے آپ کو چادر

میں اوڑھ رکھا ہو۔ عائشہ کی دھڑکنیں ایک دم بے ترتیب ہو گئیں۔ وہ کسی کو آواز

دینا چاہتی تھی مگر کسے؟ اسکی پھٹی پھٹی آنکھیں کھڑکی پر ہی جمی تھیں۔ سایہ اب وہاں نہیں تھا۔

اس نے اپنے آپ کو منوں تسلی دینے کے بعد قدم بیڈ سے نیچے اتارے۔ برہنہ دے پیر کھڑکی کی طرف بڑھی اور کھڑکی کے پٹ کی اوٹ میں دیوار سے پشت لگائے کھڑی ہو گئی۔ ایک ہاتھ سینے پر تھا اور دوسرے سے بار بار ماتھے پر آئی نئی پونچھ رہی تھی۔ پھر بڑی ہمت کر کے سر نکال کے دیکھا تو جو منظر اسکی آنکھوں نے دیکھا اسکے بعد وہ پلکیں جھپکنا بھول گئی، آنکھیں پتھر کی ہو گئیں۔ حیرت، صدمہ، بے یقینی۔

اس نے دیکھا کہ کوئی نسوانی وجود چادر میں لپیٹا، لان کی کرسیوں کو اوپر نیچے رکھے، ان پر چڑھ کر لان کی چند فٹ اونچی دیوار پھلانگ رہا تھا اور ہاتھ میں چھوٹا بیگ بھی تھا۔ وہ کون ہو سکتا تھا؟ تانیہ کے علاوہ وہ کون ہو سکتا تھا؟ اسکے گھٹنوں سے نیچے کا

لباس چاندنی رات میں دور سے بھی دکھائی دے رہا تھا۔ یہ وہی تھا جو اس نے دوپہر میں بیڈ پر پڑا دیکھا تھا۔ گہرا نیلا کامدار لباس۔

وہ کھڑکی کے بالکل وسط میں آکھڑی ہوئی۔ تو اس باختہ۔ اس نے تانیہ کو پکارنا چاہا لیکن الفاظ حلق سے نکلنے سے انکاری تھے۔ بمشکل اس نے اسے پکارا۔

تانیہ۔ "لیکن دیر ہو چکی تھی۔ وہ پھلانگ چکی تھی۔ وہ جا چکی تھی۔"

اس نے رخ پھیر لیا اور دونوں ہاتھ لبوں پر رکھ لیے۔ سب صاف سمجھ آگیا تھا کہ کیوں رات تانیہ نے اصرار کر کے سب کو چائے پلائی تھی اور عائشہ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھی کہ اسے رات نیند نہیں آئے گی۔ یقیناً اس چائے میں کچھ تھا۔ نیند کی گولیاں۔

یا اللہ! اب میں کیا کروں؟ صبح جب سب مجھ سے پوچھیں گے کہ تانیہ کہاں؟"

ہے؟ تم اس کے ساتھ ایک کمرے میں تھی تمہیں پتہ ہو گا تو میں کیا کہوں

گی؟" اس سوچ کے تحت وہ زمین پر ڈھے گئی۔ "سچ کہوں گی تو کوئی میری بات کا

یقین کرے گا؟ آج سے پہلے تو ہماری بیٹی نے ایسی کچھ نہیں کیا۔ وہ کہیں گے

کہ تم نے۔۔۔۔۔ تم نے اسے۔۔۔۔۔ یا اللہ میں کیا

کروں؟" اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔

صبح کا انتظار نہیں کر سکتی۔ ابھی کچھ کرنا ہے۔ ہاں ابھی۔۔۔۔۔ کیا۔"

کروں؟ کسے بتاؤں؟ ----- **رضوان پچھا**

کو؟ _____ نہیں۔ بیٹی کا معاملہ

ہے۔ وہ بہت زیادہ جذباتی ہو جائیں

[illegible]

صفحہ، دوسرا صفحہ اور بہت سے صفحے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ "اکامران اظہر اور کامران

وقار "دو نمبر اوپر نیچے لکھے تھے۔ "وہ" والا کامران کونسا ہے اب؟

اس نے اپنا فون اٹھایا اور پہلا نمبر ملا یا۔۔۔۔۔تین گھنٹیوں کے بعد ایک بھاری ادھیڑ عمر آواز آئی۔

ہیلو "عائشہ نے فوراً کال کاٹ دی۔ یہ نہیں ہے۔ پھر انہیں بے ترتیب"

دھڑکنوں اور کانپتے ہاتھوں سے دوسرا نمبر ملایا۔ کان سے لگائے وہ منتظر رہی لیکن

کسی نے کال نہیں اٹھائی۔ اب وہ کیا کرے؟ پھر سے کال ملائی اور آخر اسکی سن لی گئی۔

"اسلام علیکم۔"

کامران صاحب میں عائشہ بات کر رہی ہوں۔ میری بات دھیان سے "

سنیں۔۔۔۔۔ تانیہ۔۔۔۔۔ تانیہ بھاگ گئی ہے۔ میں نے اسے لان کی دیوار

پھلانگ کر جاتے دیکھا ہے ابھی۔ وہ اپنا بیگ بھی لے گئی ہے۔ آآ۔۔۔۔۔ آپ

"جلدی آجائیں اور اسے ڈھونڈیں۔ کہیں وہ ----- بہت دور نہ نکل جائے۔"

بات کرتے کرتے اسکا سانس پھولنے لگا۔

میں آرہا ہوں۔" اور کال کٹ گئی۔ نہ کوئی سوال، نہ کوئی تصدیق۔ جیسے اسے بس "

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

یقین ہو۔ بلا وجہ۔

رضوان ہاؤس سے چند میل دور لیک ویو پارک میں رات کے اس پہر لکڑی کے بینچ پر وہ ترچھی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ اسی نیلے کامدار جوڑے میں ملبوس تھی اور چادر بینچ کی پشت پر ڈال رکھی تھی۔ اس کے سامنے وہی چھوٹا بیگ کھلا پڑا تھا جس کے اندر سے بڑا سا گفٹ جھانک رہا تھا۔ تانیہ مسکراتی ہوئی اپنے کان کے پیچھے کی لٹ کو انگلی پر گھماتی بیگ کے اس جانب بیٹھے شخص سے مچو گفتگو تھی۔ وہ شخص تانیہ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے اسکی خوبصورتی کے قصیدے پڑھتا جا رہا تھا۔ آج وہ کافی بہتر لگ رہی تھی کیونکہ اس نے چشمے کی جگہ لینز لگا رکھے تھے۔ تانیہ کبھی شرماتی نظریں جھکاتی تو کبھی رخ پھیر لیتی۔ پچھلے ایک گھنٹے سے یہی چل رہا تھا۔

اب بھی یہی کچھ ہو رہا تھا جب تانیہ کو اپنی پشت پر کوئی آہٹ محسوس ہوئی۔ اس نے گردن موڑ کر دیکھا اور اگلے ہی لمحے وہاں صرف دو لوگ رہ گئے کیونکہ تانیہ کا

آشنا "وہاں سے ایسے غائب ہوا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ کامران نے " اسے پکڑنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ بس آگ بگولہ نظروں سے تانیہ کو دیکھتا رہا۔ اور تانیہ-----؟ تانیہ کا تو اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ اسکی آنکھیں پتھر کی ہو گئیں اور ہاتھ پیر برف کے۔

عائشہ اس وقت سے اپنے کمرے کے درجنوں چکر کاٹ چکی تھی اور سینکڑوں نظریں کھڑکی سے باہر گیٹ پر ڈال چکی تھی۔ ایک ہاتھ میں موبائل تھا اور دوسرے میں پانی کا گلاس جس سے وہ وقفے وقفے سے گھونٹ بھرتی۔ اب بھی وہ اپنا خشک حلق تر کر رہی تھی جب اسکا فون بجا۔ وہی نمبر۔ اس نے ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر فون اٹھایا۔

تانیہ ملی؟ کامران صاحب اسکو لیے بغیر واپس مت آئیے گا ورنہ صبح تک میری عزت کا جنازہ نکل جائے گا۔ سب مجھے الزام دیں گے۔" وہ پھٹ پڑی۔

ٹی وی ٹرالی کے دوسرے دراز میں پچھلے دروازے کی چابیاں پڑی ہیں۔۔۔"

فرنٹ گیٹ پر چوکیدار ہوگا۔" بس اتنا کہا اور کال کاٹ دی۔ وہ آواز سے خاصہ

ڈسٹرب لگتا تھا۔

"عائشہ کا اٹکا سانس بحال ہوا۔" اوہ شکر شکر شکر۔

visit for more novels:

چابیاں ہاتھ میں تھامے وہ بیک ڈور کی طرف بڑھ رہی تھی جب اس نے جلال کو دوسری طرف سے آتے دیکھا تو ایک درخت کی اوٹ میں ہو گئی۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھی اور انگلی ٹریگر پر۔ عائشہ کی آنکھیں اس کے ہاتھ پر جمی رہیں جب تک

وہ بیک ڈور سے نکل نہیں گیا۔ بد معاشی کے سارے مصالحوں پہلے ہی پورے تھے اس میں۔ بس ایک پستول کی ہی کمی تھی۔

کچھ دیر بعد اسکا فون بجا تو اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔

کامران تانیہ کو کہنی سے پکڑے گھسیٹتے ہوئے تیزی سے اندر لایا اور ایک جھٹکے سے اسکا بازو چھوڑا تو وہ لڑکھڑائی۔ نہ چادر تھی نہ بیگ۔

وہ تانیہ کو پر طیش نگاہوں سے دیکھتا عائشہ سے مخاطب ہوا۔ "ماموں سے کہیے گا کہ اسکو حیوانوں کی طرح زنجیریں ڈال کر رکھیں کیونکہ اب یہ انسانیت کے دائرے سے

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

نکل چکی ہے اور باقی بات تو میں ماموں جان سے صبح خود کروں گا۔" اسکا اتنا کہنا تھا کہ تانیہ زمین میں گر پڑ گئی۔ وہ ابھی تک شل تھی کیونکہ جو کچھ ہو رہا تھا وہ اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔

www.urduovelbank.com

Visit For More Novels : www.urdunovelbank.com Page 84
E-mail pdfnovelbank@gmail.com WhatsApp [03061756508](https://wa.me/03061756508)

وہ اپنی سوچوں میں غرق تھی جب تانیہ اس کے مقابل آکھڑی ہوئی۔

عائشہ آپ پلیز کامران بھائی سے کہیں کہ وہ ابا کو کچھ نہ بتائیں۔ "اس نے"

پریشانی سے منت کی۔

عائشہ نے شدید حیرت سے اسے دیکھا۔ "لٹانیہ تمہیں اندازہ ہے تم نے کیا کیا ہے؟ تم نے میری تو کیا اپنی عزت کا بھی خیال نہیں آیا۔ اور تمہارے ماں باپ؟ میں ابھی تک صدمے میں ہوں۔ میں نے یہ سب صرف کہانیوں میں ہی سنا تھا کہ "کوئی لڑکی گھر سے بھاگ گئی ہے۔ مجھے ان سب پر یقین نہیں تھا۔"

میں بھاگی نہیں تھی صرف ملنے گئی تھی۔ "لٹانیہ نے شرمندگی سے کہا۔"

"کس سے؟"

"وہ۔۔۔۔۔ سیفی سے۔"

تانیہ اسکا ٹھیک سے نام لو۔ وہ تمہارا کچھ نہیں لگتا جو تم اسے ایسے پکارو۔ "وہ غصے" سے بولی۔ "تانیہ! آدھی رات تھی۔ آدھی رات سمجھتی ہو؟ جب کل کائنات سو رہی ہوتی ہے سوائے شیاطین کے۔ تمہارے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا تھا

تانیہ۔۔۔۔۔اگر وہاں کوئی تمھاری بوٹیاں بھی کر دیتا تو کسی کو خبر ہوتی؟ کوئی
تمہیں زندہ لاش بنا کر پھینک جاتا۔۔۔۔۔اف اف۔ "اس نے شدت خوف
سے آنکھیں میچ لیں۔

visit for more novels:

"نہیں عائشہ وہ ایسا نہیں ہے۔"

www.urduovelbank.com

بلکواس بند کرو تانیہ۔ کسی کے ماتھے پہ نہیں لکھا ہوتا کہ وہ کیسا ہے۔ اتنا پارسا ہوتا۔
تو تمہیں تاریکیوں میں سب سے چھپ کہ ملنے کے لیے بلاتا؟ افسوس ہے تمہاری
"سوچ پر۔"

تانیہ نے سر جھکا لیا۔ "میں۔۔۔۔۔۔۔۔ میں آج کے بعد نہیں ملوں گی۔ آپ
"بس کامران بھائی کو منع کر دیں۔"

نہیں۔ بالکل بھی نہیں۔ میں کیوں بھروسہ کروں تم پر۔ "عاشہ نے رخ پھیر"
لیا۔

عائشہ پلیز۔ وہ سچ مچ بتا دیں گے۔ میں وعدہ کر رہی ہوں نا۔ "وہ پھر سے عائشہ" کے مقابل آگئی۔

visit for more novels:

"اچھا۔ پر میری کچھ شرطیں ہیں۔"

”تنانیہ کی جان میں جان آئی۔“ ہاں ٹھیک ہے۔ میں پیسے دے دوں گی۔

شٹ اپ۔ سب کو اپنے جیسا سمجھا ہے؟" وہ حیرت بھرے غصے سے بولی۔"

کیا؟ کتابیں؟ کتابیں تو خزانہ ہوتی ہیں۔" وہ شاک سے اچھل پڑی۔"

"کتابوں کی بھی قسمیں ہوتی ہیں میڈم۔ اور تمہارے والی تو-----اب بات "مت کاٹو۔" وہ کچھ براکتے کہتے رہ گئی۔ "گھر سے باہر اکیلے نہیں نکلو گی۔ دن میں

"بھی نہیں۔ اور اپنے اس-----کیا نام ہے اسکا؟"

www.urduovelbank.com

"سيف السوء"

ہاں۔۔۔ اس سے بالکل بات بند ہے۔ سمجھی؟ "اس نے تانیہ کو کندھوں سے" پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا تو تانیہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ اس وقت اپنی امیج بچانا سب سے اہم تھا۔

وہ تانیہ کو بھی ناشتے پر لے آئی۔ امی ابا تو حیران ہی رہ گئے کہ اللہ دن میں کیسے جاگ رہا ہے۔ مدتحہ تو ابھی بھی سو رہی تھی۔ سب ناشتے پر تانیہ کا استقبال کر رہے تھے۔ وہ وین کے ہارن سے پہلے ہی اٹھ کر لان میں آگئی۔ فون نکالا اور نمبر ملایا۔ وہی نمبر۔

اسلام علیکم کامران صاحب! مجھے کہنا تھا کہ آپ رضوان چچا کو کچھ نہیں بتائیں۔
گے۔ میری تانیہ سے بات ہو گئی ہے۔ وہ آج کے بعد ایسا کچھ نہیں کرے
گی۔" بارعب اور باتکلف لہجہ۔

جانتا ہوں میں۔ میری کوئی بہن نہیں ہے لیکن بہنوں کی عزت رکھنی اچھے طریقے " سے آتی ہے مجھے۔ وہ بس میں نے اسے ڈرانے کے لیے کہا تھا۔

بہت شکریہ۔ "عائشہ نے کال کاٹ دی بغیر کچھ مزید کہے سنے اور اسے لگا کہ " کامران نے آگے سے کچھ کہنا چاہا تھا۔

وہ ایک تین منزلہ زیر تعمیر عمارت تھی جس کی تیسری منزل پر بحری سیمینٹ کے ڈھیروں کے درمیان لکڑی کی کرسی پر ایک ادھیڑ عمر شخص بندھا پڑا تھا۔ دونوں ہاتھ کلائیوں سے کرسی کے پیچھے بندھے تھے اور دونوں ٹانگیں کرسی کی ٹانگوں

سے۔ اس کے سامنے ایک خالی کرسی پڑی تھی۔ ارد گرد دو لفنگے منڈلا رہے تھے جن میں سے ایک کو وہ اچھی طرح پہچانتا تھا۔ فلور کے ایک جانب ہلکی روشنی تھی جبکہ

دوسری جانب خاصہ اندھیرا۔ اس گہرے اندھیرے میں سے کسی کے بھاری قدموں کی مدھم آواز آرہی تھی جو وقت کے ساتھ بڑھ رہی تھی اور چند ہی لمحے بعد خالی کرسی پر کسی نے اپنا ذوردار بوٹ دھرا۔ کہنی گھٹنے پر ٹکائے، پستول کو انگلی میں گھماتے، وہی بدمعاش حلیہ۔ آدمی کی رنگت واضح اڑی ہوئی محسوس ہوئی۔

لو۔ آگیا ہمارا شیر جوان۔ "ایک لفنگا آگے بڑھ کر بولا۔"

آپکے حکم کی تعمیل ہو گئی ہے۔ یہی ہے بھائی۔۔۔۔۔ ایک موبائل " کیا اٹھا لیا اسکی دوکان سے۔ پولیس کی دھمکیاں دینے لگا۔ اتنا کماتے ہیں، کچھ ہم "غریبوں کا بھی حصہ رکھا کریں۔ ظالم۔"

جلال کی انگلی میں گھومتی پستول تھمی اور اگلے ہی پل اس نے اسے سامنے بندھے شخص پر تان دیا۔ بے تاثر اور پرسکون چہرے کے ساتھ۔

کیوں ابے میرے بندوں کو دھمکائے گا؟ تیرے دن پورے ہو گئے ہیں۔ چل اپنے"

"خالق حقیقی کے پاس۔ شاباش۔

نہیں نہیں نہیں۔ خدا را رحم کرو۔ میرا جرم اتنا بڑا تو نہیں ہے۔ میری ساری دکان"

رکھ لو۔ میں آئندہ تم لوگوں کو نظر بھی نہیں آؤں گا۔ بس میری جان بخش دو۔" ادھیڑ

عمر آدمی رورو کر دہائیاں دینے لگا۔

نہ نہ نہ۔ چھوڑنے کے لیے تھوڑی پکڑا ہے۔ حاجی تو سیدھا جنت میں جائے گا۔"

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

"ضد نہ کر۔

اور اپنی بائیں آنکھ بند کر کے نشانہ لیا۔ چہرے پر مغرور مکار مسکراہٹ آئی۔ آدمی

دہائیاں دیتا رہ گیا۔

ٹھاہ۔' پوری عمارت آدمی کی کراہ سے گونج اٹھی۔ گولی اسکے کان کے آریار ہو گئی۔
تمھی۔ چیخیں، کندھے پر گرتے خون کے قطرے اور ان دونوں لہنگوں کے قمقمے۔

تھوڑا ہی مارنا۔ کان سے تو پہلے ہی گیا ہے۔۔۔۔۔۔ بے چارہ۔ "اپنے کارندوں"
کو حکم صادر کرتا، پستول کو دوبارہ انگلی پر گھماتا، سیٹی بجاتا نکل گیا۔ پیچھے بس آدمی کی
کراہیں رہ گئیں۔

visit for more novels:

رضوان ہائوس سے کوسوں دور 12 کنال کے وسیع رقبے پر فیکٹریوں کا مجموعہ تھا۔ ان فیکٹریوں میں سے 24% شیئرز کامران اور اسکے بھائی عمران کے تھے۔ عمران فوج میں ہونے کی وجہ سے یہاں کم ہی ہوتا تھا جبکہ 76% رضوان صاحب اور انکے مرحوم بھائی نعمان کے بیٹے جلال کے حصے آدھے آدھے آتے تھے۔ جلال نے تو

کبھی ان فیکٹریوں کا منہ بھی نہ دیکھا تھا۔ سو ان دونوں پر کام کا بوجھ ان کے شئیئرز سے زیادہ تھا۔

انہی فیکٹریوں میں سے ایک کے مین آفس میں وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے گہری سوچ میں غرق تھا۔ سامنے کھاتوں کے رجسٹروں کا ڈھیر لگا تھا۔ رضوان صاحب راؤنڈ پر تھے۔

: رات کا سارا واقعہ اسکے ذہن سے نکل ہی نہیں رہا تھا۔ اسے یاد آیا

visit for more novels:

ایک بار زیب ممانی نے تانیہ کو مہمانوں کے لیے چائے بنانے کا کہا اور اس سے 'چینی کی جگہ نمک ڈل گیا تھا تو مدیحہ نے چائے سرو ہونے سے پہلے ہی سب کے سامنے تانیہ کا مذاق بنا دیا تھا۔ حالانکہ وہ کور کر سکتی تھی - چائے دوبارہ بن سکتی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کل اگر عائشہ کی جگہ مدیحہ ہوتی تو کیا وہ بھی یہ کرتی جو عائشہ نے

کیا اسے بھی عزتوں کا پیاس رکھنا آتا ہے؟

دوپہر چار بجے کے قریب وہ لان میں بیٹھی کتابوں کی لسٹ بنا رہی تھی جو اس نے مارکیٹ سے خریدنی تھیں۔ یہاں سے وہ پورچ کے ایک کونے میں پڑے راکھ کے ڈھیر کو دیکھ سکتی تھی۔ اسکے حکم کی تعمیل ہو گئی تھی۔ اگلا ٹارگٹ تانیہ کو اچھی کتابوں سے ہمکنار کرانا تھا۔

وہ سوچ رہی تھی کہ تانیہ کو کونسی کتاب لاکر دے جو اسکے بھی مطلب کی ہو جب
مدتھ پوریج کی جانب بڑھتی نظر آئی۔ مدتھ سے تو ابھی اچھی طرح تعارف ہی نہیں ہوا
- سواسے آواز دی۔

"مدتکہ۔" آواز پر مدتکہ پلٹی اور اسکے سامنے کرسی پر آ بیٹھی۔ "آپ کہیں جا رہی ہیں؟"

"ہاں۔ بور ہو رہی ہوں شدید۔ اسی لیے آؤنگ پہ جا رہی ہوں۔"

اچھا تو پھر مجھے بھی لے چلیں۔ کتابیں خریدنی ہیں۔ "اس نے بے تکلفانہ انداز"

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com میں کہا۔

ہمم گڈ آئیڈیا۔ تمہارا انٹرویو بھی لے لوں گی میں راستے میں۔ "مدتھ نے پر اعتماد"

انداز میں کہا۔

تو ٹھیک ہے۔ میں بس نماز پڑھ کر آتی ہوں۔" وہ جانے کے لیے اٹھی۔"

"نہیں۔ بس پندرہ منٹ۔"

نو۔ نیور۔ "مدتِ کم نے دو ٹوک کہا۔"

"لے چلتے ہیں نا۔ ساتھ کوئی مرد ہونا چاہیے۔"

عائشہ کی بات پر سرفراز کا سینہ چوڑا ہوا جبکہ مدیحہ کے چہرے کے زاویے بدلے۔

www.urduovelbank.com

اوپر آسیہ خالہ کے تخت پر زیب اور آسیہ آمنے سامنے بیٹھیں، درمیان میں کیلوں کی لٹری رکھے جو گفتگو تھیں۔ موضوع تھا 'محلے کے حالات حاضرہ' فلاں کے ہاں لڑکی

پیدا ہوئی؛ فلاں کو طلاق ہونے والی ہے؛ فلاں کی ساس کے بہو پر مظالم وغیرہ
وغیرہ۔۔۔۔۔ جب ان سب سے جی بھر گیا تو آسیہ نے موضوع بدلا۔

"زیب یہ عائشہ تمہیں کیسے لگی ہے؟"

ہمم۔۔۔ بہت ہی سنجیدہ، کم گو اور سلجھی ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ رہتے صرف "دو دن میں تانیہ کے اندر ناقابل یقین بدلاؤ آیا ہے۔ آپ یقین نہیں کریں گی اس نے اپنی وہ ساری گھٹیا کتابیں جلا دی ہیں۔"

visit for more novels:

ہمم۔ زیب۔۔۔۔۔۔ سچ پوچھو تو مجھے جلال کے لیے ایسی ہی لڑکی چاہیے جو"

اسے زندگی کی طرف واپس لے آئے۔ وہ ایسا تو نہیں تھا جیسا ہو گیا ہے۔ تم تو جانتی

ہو۔ وہ تو بالکل کامران جیسا تھا۔ دونوں میں کتنی دوستی تھی کہ عمر کا فرق بھی

آسیہ اشکبار ہو گئی تمھیں۔

۔ (ہونہ۔ جلال کے لیے لیں گی عائشہ کا رشتہ۔ اس کے ماں باپ کا دماغ خراب
تھوڑی ہے۔ اگر میرا سرفراز اسکا ہم عمر ہوتا تو میں دیکھتی کہ کیسے لیتی ہیں عائشہ

کارشده)۔

محض چار دن۔۔۔۔۔ کیا سحر طاری کیا تھا عائشہ نے؟ اتنے امیدوار۔

شاپنگ مال سے واپسی پر عائشہ کے پاس کتابوں کا ڈھیر تھا۔ ساری انگلش لٹریچر کی تھیں سوائے ایک کے۔ وہ تانیہ کی پسند سے واقف تھی سو اس کے لیے داستان یوسف 'خریدی تھی۔ جاتے ہوئے تو سرفراز نے مجال ہے ایک پل او بھی ' زبان منہ میں ڈالی ہوا البتہ واپسی پر وہ خاموش تھا کیونکہ نئے کمرکٹ کٹ کی فرمائش پر مددگار نے اسے

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

ایچھا جھاڑا تھا۔

وہ بیک سیٹ پر اکیلا منہ پھلائے بیٹھا تھا۔ مدتحہ ڈرائیو کر رہی تھی۔ کار میں سناٹا تھا سو اس نے بات شروع کی۔

"تم کہیں اینگیڈ ہو؟"

نہیں۔ شکر الحمد للہ۔ "عائشہ نے مسکرا کر کہا۔"

کیوں؟ شکر کیوں؟ یہ کوئی بری بات تھوڑی ہے۔ "وہ قہقہہ لگا کر ہنس دی۔" میں "

"تو اینگیڈ ہوں۔ تھینک گاڈ۔"

"ہمم۔ آپ خوش ہیں؟"

ہاں۔ بہت۔ کامران بہت اچھا ہے۔ ان فیکٹ وہ سب سے اچھا ہے۔ "اس نے"

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

دیکھا کہ مدتحہ کے چہرے پر انجانی سی خوشی ہے۔

آپ خوش قسمت ہیں۔ اپنی منشا کے مطابق انسان مل جانا بہت بڑی نعمت ہوتی "

ہے۔ ایک مس میچ انسان کو جیتے جی مار دیتا ہے۔ اور کبھی کبھار گلا دبا کر بھی۔ "وہ

افسردہ ہو گئی تو اس نے بات بدلنا چاہی۔۔۔۔۔۔۔۔ اور وہ آسیہ خالہ کا بیٹا بھی

"تو ہے نا؟"

آئے ہائے۔ کس کا نام لے لیا ہے تم نے۔ اس کے اندر ایسا کچھ بھی نہیں۔
ہے۔ آخ۔ سارا ماحول کڑوا ہو گیا ہے۔ "مدیحہ نے اپنے اسی بے باک انداز میں کہا۔
عائشہ کے لیے وہ ایک پرتجسس شخص تھا۔ ایسا پراسرار، نہ کبھی دیکھا نہ سنا۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

رات عشاء کی نماز کے بعد وہ کتنی ہی دیر کتابوں میں سر دیے بیٹھی رہی۔ اکیلی۔ تانیہ نہیں تھی۔ اس کے دل کو پھر سے دھڑکا لگا۔ تانیہ کی غیر موجودگی کوئی اچھا شگن نہیں ہوتا۔

وہ اسی وقت لاؤنج کی طرف بڑھی جہاں سرفراز کتابوں کا ڈھیر لگائے بیٹھا تھا۔

تانیہ کہاں ہے سرفراز؟" اس نے اجلت میں پوچھا۔"

چھت پہ گئی تھی کوئی دو گھنٹے پہلے۔ "بس سنا اور انہی قدموں چھت کی طرف"

بھاگی۔

رضوان ہاؤس کی چھت کافی وسیع تھی۔ سامنے کا سارا حصہ پودوں سے بھرا پڑا

visit for more novels:

تھا جیسے کوئی نرسری ہو۔ وہ سب آسیہ کے شوق کی نشانیاں تھیں۔ چھت کے ایک

کونے میں تانیہ بیٹھی ہلکا ہلکا جھولا جھول رہی تھی۔ قدموں کی آہٹ پر فون آف کر کے پینٹ کی جیب میں ڈال لیا تھا۔

تانیہ کیا کر رہی ہو اوپر اکیلی؟ وہ بھی دو گھنٹے سے۔ "وہ کہتی ہوئی اسکے ساتھ" جھولے پر آ بیٹھی۔

تانیہ نے جواب نہیں دیا۔ عائشہ نے اسکے چہرے پر عجب سنجیدگی دیکھی۔

"پریشان ہو؟"

تانیہ نے ہولے سے ہاں میں سر ہلایا۔

"کیوں؟"

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

میرے پاس کتابیں نہیں ہیں نا تو بور ہو رہی ہوں۔ "تانیہ نے بات کور کرنے کو کہہ دیا۔

بس اتنی سی بات۔ "وہ مسکرا دی پھر ایک دم ہی سنجیدہ ہو گئی۔ "لوگوں کی زندگی" "میں تو اس سے کہیں بڑے مسائل ہیں۔

"پوچھنا ہے۔ پوچھ لوں؟"



"مطلب کیا ہے؟ اور کبھی وہی دعا پڑھ کر مسکراتی ہیں۔ کیا ہے وہ؟"

عائشہ نے جھولے کی پشت پر سر رکھ دیا اور گہری سیاہ آنکھیں تاروں بھرے آسمان پر جمادیں۔

تم نہیں سمجھو گی تانیہ۔ تم ابھی چھوٹی ہو۔ اور تمہارا ٹیمپریمنٹ بھی ایسا نہیں"

"آپ سے صرف ایک سال چھوٹی ہوں۔ آپ سمجھائیں گی تو سمجھ جاؤں گی۔"

اچھا۔۔۔۔۔ پھر سنو۔۔۔۔۔ راولپنڈی میں ایک لڑکی رہتی تھی۔ آج سے "

ساڑھے پانچ سال پہلے اسکی شادی ہوئی۔ لڑکی والوں نے خوب چھان بین کی۔ لڑکے میں کوئی بری عادت، کوئی نقص نہیں تھا سو شادی ہو گئی۔ سادگی سے اطمینان سے، خوشی سے۔ اور چھ مہینے بعد۔۔۔۔۔ اس لڑکی کی لاش گھر آئی۔ اسکا، شوہر اسے دھتکارتا تھا، چیختا چلاتا تھا، مارتا تھا لیکن وجہ نہیں بتاتا تھا۔ پھر جب ان سب سے جی بھر گیا تو اسے۔۔۔۔۔ مار دیا۔ بے دردی سے۔ وجہ پھر بھی نہیں بتائی۔۔۔۔۔ جانتی ہو تانیہ وہ لڑکی کون تھی؟

آنسو عائشہ کے گالوں سے ہوتے گردن پر لڑھک کر گرمیابان میں جذب ہوتے جارہے تھے۔

وہ میری بہن تھی تانیہ۔ 'خدیجہ سجاد' میری اکلوتی بہن۔ میری "

واحد دوست۔۔۔۔۔۔ وہ مجھے بہت یاد آتی ہے تانیہ۔ "اس نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں گرا لیا۔ تانیہ اسکی دبی دبی سسکیاں سن سکتی تھی۔ آج اسکے آنسو بہت مختلف تھے۔ ان میں چھپی اذیت آج زیادہ تھی۔

آئی ایم سوری۔ میں نے تمہیں بھی ایبوشنل کر دیا۔ "کچھ دیر بعد عائشہ آنسو پونچھتی "خود کو سٹیبل کرتی کہہ رہی تھی۔ "اصل میں میری کوئی دوست نہیں ہے۔ کسی کزن سے بھی بے تکلفی نہیں ہے۔ وہ سب مجھ سے بہت مختلف ہیں لیکن جب "تمہیں دیکھا تھا تو مجھے اجنبیت کا احساس نہیں ہوا تھا۔

تو آپ مجھے اپنی دوست بنا لیں۔ میں اچھی دوست بنتی ہوں۔ "تانیہ نے اپنائیت "سے اسکے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

تانیہ۔۔۔۔۔ اسی لیے میں تمہیں ان سب سے بچانا چاہتی ہوں۔ اگر میری زندگی "میں میرا باپ نہ ہوتا تو شاید مجھے مرد ذات سے نفرت ہو چکی ہوتی۔ ہم اس بات کا فیصلہ کرنے کے لیے ابھی نااہل ہیں کہ ہماری زندگی میں شامل ہونے والا شخص کیسا ہوگا۔ ہم دنیا کی سنگینیوں سے ناواقف ہیں۔ ہمیں یہ فیصلہ اپنے بڑوں پر اور اپنے اس پر چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ خرابی قسمت کا دعا کے علاوہ کوئی علاج نہیں ہوتا۔ ہم نے دوا تو کی تھی لیکن دعا نہیں اور ہم نے اسکی بہت بھاری قیمت "چکائی ہے۔"

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

"تو اب آپکے بہنوئی کہاں ہیں؟"

"جیل میں۔ اسے عمر قید ہو گئی۔"

تانیہ کے ذہن میں سوچوں کا طوفان اٹھ آیا۔ اس کے لیے فیصلہ پہلے ہی مشکل تھا۔ اب اور مشکل ہو گیا تھا۔

وہ ہائی ویسٹ جینز پر بلیک لانگ کوٹ پہنے کلائی پر نزاکت سے ہینڈ بیگ لٹکائے بالوں میں گوگلز اٹکائے اجلت میں کیفے کی طرف بڑھ رہی تھی۔

"آئی ایم سو سوری گاؤز۔ بس نکلتے نکلتے دیر ہو گئی۔"

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

اس نے وہاں موجود اپنے سات آٹھ میل اور فی میل دوستوں کے گروپ کو ہاتھ کے اشارے سے ہیلو کرتے کہا اور کرسی کھسکا کر ثاقب اور رومان کے درمیان بیٹھ گئی۔

اچھا ہوا تم نے ہمیں جوائن کولیا۔ بہت امپورٹینٹ ڈسکشن چل رہی ہے۔ "رومان" نے آنکھ مارتے شمرات سے کہا۔

"مذبحہ نے تعجب سے اسے دیکھا۔ "کونسی ڈسکشن؟"

پوچھو عنبر سے۔ بیٹھی ہے تمہارے سامنے۔ "رومان نے ہنسی دباتے کہا۔"

عنبر نے غصے سے پہلو بدلا۔

میں بتاتی ہوں۔ "مہر نے مداخلت کی۔ "عنبر ایک بزنس سٹارٹ کرنا چاہ رہی"

ہے۔ اسے کچھ انویسمنٹ کی ضرورت ہے۔ اسی سلسلے میں ہمیں یہاں بلایا ہے۔ اور
 "یہ لوگ اسے سیریس لے ہی نہیں رہے۔ مسلسل مذاق بنارہے ہیں۔

اس میں مذاق بنانے والی کیا بات ہے؟ "مدتحمہ نے ماتھے پر بل ڈالتے کہا۔"

تم چھوڑو مدد تکہ ان سب کو۔ بے وقوف ہیں یہ سب۔ تم اٹھو اور چلو میرے "

ساتھ۔ ہم کہیں اور چل کربات کرتے ہیں میں تمہیں سب ڈیٹیل سے سمجھاتی ہوں۔" عنبر کہتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھی۔

اچھا کچھ دیر بعد۔۔۔۔۔" وہ اسکی بات پوری ہونے سے پہلے اسے گھسیٹ کر ساتھ لے گئی۔

وہ دونوں عنبر کے گھر اسکے کمرے میں موجود تھیں۔ سامنے لیپ ٹاپ پر چند

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

تصاویر چل رہی تھیں۔

میں روز روز اپنے باپ کے طعنے سن کر تھک گئی ہوں۔ میں انہیں کچھ کر کے "دکھانا چاہتی ہوں۔ اپنے آپ کو ثابت کرنا چاہتی ہوں۔"

میں نے اپنے کزن سے اس بارے میں بات کی تھی۔ انھوں نے مجھے اپنے ایک دوست سے ملنے کا مشورہ دیا۔ وہ چھوٹے موٹے بہت سے کاروبار کرتا ہے۔ اس نے مجھے بتایا ہے کہ وہ ایک شخص کو جانتا ہے جو تھوک کے حساب سے جیولری بیچتا ہے۔ لوگ اس سے جیولری لیتے ہیں اور تھوڑی سی ردوبدل کے ساتھ اسے کسی برانڈ کا نام دے کر اچھی طرح پبلسی کرتے ہیں اور پھر انکا کاروبار گھوڑے کی طرح "دورٹا ہے۔"

مدتہ دم سادھے لیپ ٹاپ پر چلتی تصاویر کے ساتھ اسے سن رہی تھی۔

عورتوں کے لیے تو یہ کام اور بھی آسان ہے مدتہ۔ یہاں ہر دوسری ایکٹریس نے "تو سیلون یا بوتیک کا برانڈ کھول رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں ناکہ سنار کے ہاں کی دھول بھی "لاکھوں کی بکتی ہے۔ بس ایک بار کام چلنے کی دیر ہے۔"

وہ تو ٹھیک ہے عنبر۔ لیکن تمہیں بزنس کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ ہم

جیسوں کا کام ہے۔ نقصان کے چانسز بہت زیادہ ہوں گے۔" مدیحہ نے کہا۔

"ارے کہاں۔ شہوار گائیڈ کرے گا نا ہمیں۔"

لیکن میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ تم جانتی ہو۔" اس نے دو ٹوک کہا۔

ایسے مت کہو مدیحہ۔ مجھے پتہ ہے تمہیں بھی اسکی بہت ضرورت ہے۔ کیا تم

انڈیپینڈینٹ نہیں ہونا چاہتی؟ کیا تم اپنے نام کے ساتھ بزنس وومن کا خطاب

visit for more novels:

www.urduovelbank.com "نہیں لگانا چاہتی؟"

اس نے خواب دکھانا شروع کیے اور مدیحہ اس خواب نگر میں اترنا شروع ہوئی۔

"اور اگر نقصان ہو گیا تو؟"

نقصان کی فکر تم مت کرو۔ شہوار بہت پروفیشنل بندہ ہے۔ ہم اسے منہ مانگی "کمیشن دیں گے تو وہ ہمارے آگے پیچھے پھرے گا۔ تم بس۔۔۔۔۔5 لاکھ کا انتظام "اکرلو۔

مذبح کا سکتہ ایک دم ٹوٹا۔ "5 لاکھ؟ یہ بہت زیادہ ہیں۔ اگر میں اپنا بینک اکاؤنٹ خالی بھی کردوں تو ایک لاکھ سے اوپر ایک مکھی بھی نہیں نکلے گی۔"

سوچ لو قسمت بار بار دروازے پر دستک نہیں دیتی۔ اگر کل کو تم نے اس جگہ " کسی اور کو کامیاب بزنس وومن بنے دیکھا تو تمہارے پچھتاوے کی کیا حد ہوگی؟ اور کم از کم تم میرے سامنے یہ مت کہو۔ 5 لاکھ تم جیسی فیکٹریوں کے مالک کی بیٹی کے لیے کچھ بھی نہیں ہیں۔

عنبر نے اپنی جانب سے ہر حربہ استعمال کر لیا تھا اور مدیحہ گہری سوچ میں غرق ہو گئی تھی۔

دن اپنی رفتار سے گزرتے رہے اور ہفتے بھی۔ عائشہ پڑھائی میں مصروف ہو گئی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسے یقین آ گیا کہ اب تانیہ کچھ غلط نہیں کرے گی۔ تانیہ روزانہ داستان یوسف کے دو تین صفحے پڑھ کر رکھ چھوڑتی جو اسے عائشہ نے لا کر دی تھی کیونکہ وہ کچھ اسکی دلچسپی کے متعلق تھی اور یہ بھی کہا تھا کہ اس سے صرف اپنے مطلب کے نتیجے نہ نکالے۔ باقی سارا دن یہ بیٹھ وہ بیٹھ اسے چھیڑے اسے چھیڑے۔

سرفراز، تانیہ اور عائشہ کے درمیان اچھا فرینڈ شپ ٹرائی اینگل بن گیا تھا۔ سرفراز کی بھی عائشہ سے اچھی دوستی ہو گئی اور تانیہ کی بھی۔ لیکن سرفراز اور تانیہ میں دوستی۔۔۔۔۔ نو نو۔

مدیحہ نے اپنی الگ ہی دنیا بسا رکھی تھی جس میں وہ مگن رہتی۔ باقی سب سے بس تب بات کرتی جب کوئی کام ہوتا یا جب بور ہوتی۔ اکثر دوستوں کے ساتھ دعوتیں، ہلا غلا، شاپنگ، بے جا کہیں بھی اندھا دھند پیسہ خرچ کرنا اور ہمیشہ کامران کے ملنے پر اس سے کوئی نہ کوئی گلہ کرنا۔ اس کی زندگی میں بس یہی کچھ تھا۔

آسیہ عائشہ کو دور دور سے دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھرتی اور زیب انہیں مصنوعی سے دلا سے دیتی۔

جلال کب، کہاں، کیوں، کیسے آتا جاتا صرف اللہ ہی جانتا تھا۔

رضوان چچا اور کامران کام میں مصروف رہتے۔ البتہ کھاتے کے معاملات روزانہ شام گھر پر ہی ہوتے۔

سب کچھ معمول کے مطابق تھا لیکن کہیں کچھ بدل رہا تھا۔ مسلسل بدل رہا تھا۔
کسی کے جذبات۔ مگر کس کے؟

دسمبر کا پہلا ویک اینڈ۔ وہ کچن کاؤنٹر پر رکھی چیزیں گن کر لسٹ پر مارک کر رہی تھی۔ مصالحوں اور سوس کے پیکیٹ، چکن، انڈے، پنیر اور بہت کچھ۔ اسکی ضد تھی کہ آج وہ خود سب کے لیے ایک شاہانہ ڈنر کا انتظام کرے گی۔ مصروفیت کی مصروفیت اور زیب چچی کی مدد بھی۔

سوچا تھا کہ مدتحہ کو بھی ساتھ لگائے گی لیکن بلی کے گلے میں گھنٹی کون
باندھے؟ اور تانیہ تو پہلے ہی حاضر تھی۔

تانیہ! میں نے چاولوں کو دم لگا دیا ہے۔ دیکھ لینا۔ میں بس مغرب پڑھ کہہ آئی۔" اس نے جلدی سے ایپن اتارا اور کمرے کی طرف بڑھی۔

اس نے خود کو آئینے میں دیکھا۔ چیخ نکلتے نکلتے بچی۔ آٹا بالوں میں کب لگا؟ سوس گردن پر کب پتہ ہی نہیں چلا۔

حلیہ درست کیا اور ہلکے بادامی رنگ کا جوڑا پہنا۔ کاجل سے آنکھیں بھریں اور مغرب ادا کرنے کو چل دی۔

عائشہ سب تیار۔۔۔۔۔ واؤ۔ یہ رنگ آپ پر بہت اچھا لگ رہا ہے۔ "لنانیہ کھانے"

کے متعلق بتاتے ہوئے مڑی تھی کہ بے ساختہ منہ سے نکلا۔

"مجھے بس یہ بتاؤ کہ رائیۃ بنایا؟"

اوہ۔ وہ تو میں بھول ہی گئی۔ ابھی بناتی ہوں۔ ویسے آپ موقع کی مناسبت سے " بہت اچھا تیار ہوئی ہیں۔ میں نے روپی پھپھو کی فیملی کو بھی کال کر دی ہے اور "آسیہ خالہ کو بھی بلا لیا ہے۔ وہ لوگ بس آنے والے ہیں۔

کیا؟ مگر یہ سب میں نے صرف ہم لوگوں کے لیے بنایا ہے۔ "عائشہ نے مارے " حیرت کے کہا۔

visit for more novels:

ہاں۔ تو ہمارے گھر میں جب بھی کچھ اچھا اور زیادہ پکتا ہے تو ہم انہیں بھی بلا " لیتے ہیں۔ سмпل۔ اب آپ اتنا تو ایڈجسٹ ہو گئی ہیں کہ کم از کم ساتھ بیٹھ کر ہم "کھانا تو کھا ہی سکتے ہیں۔

(اف۔ ہر کوئی یہاں اپنی مرضی کا مالک ہے۔)

ڈاننگ ٹیبل ڈشز سے بھر چکا تھا۔ تھینکس ٹو زیب چچی۔ اور ٹیبل پر چار غیر متوقع
عائشہ کے لیے) افراد کا اضافہ بھی ہو چکا تھا۔ عائشہ کے ایک جانب تانیہ بیٹھی
تھی جبکہ دوسری طرف کی کرسی خالی تھی۔ اس سے پہلے کہ کوئی ان وانڈ شخص
بیٹھتا وہاں سرفراز آکر بیٹھا تو اس نے شکر کا کلمہ پڑھا۔

آج بھی دوپٹے کا ایک پلو ہیر پن کی مدد سے سر پر لگا تھا۔ کھانا شروع ہونے پر آدھا گھنٹا ہال میں خاموشی رہی۔ چچ اور پلیٹ کے ٹکرانے کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں۔ سارے ڈنر کے دوران اس نے پلکیں نہیں اٹھائیں۔ کون کہاں بیٹھا ہے اور کسے دیکھ رہا ہے؟ اسے کچھ پتہ نہیں تھا۔ پھر ایک جملے پر اس نے نظریں اٹھائیں اور فوراً ہی جھکا لیں۔

ممافی! آج لگتا ہے کہیں سے من و سلوی اتر ہے۔ "کامران عائشہ پہ نظریں"

جمائے زیب سے مخاطب ہوا۔

ہال میں سب کے چہرے پر مسکراہٹ آئی سوائے عائشہ اور جلال کے۔

ہم جیسے گھروں میں من و سلوی اترنے لگے تو بچ گئی دنیا پھر۔ "جلال نے اپنے" اسی جلے بھنے لہجے میں کہا تو سب کی مسکراہٹ مدھم پڑ گئی۔

ہمارے لیے تو من و سلویٰ ہی ہے جلال بھائی کیونکہ یہ حلال کی کمائی کا، محنت"

visit for more novels:

سے پکایا گیا ہے۔ "سرفراز نے بظاہر سرسری انداز میں کہا۔ ایک وہی تھا جو ہر پل

اس سے ٹکر لینے کو تیار رہتا تھا۔

جلال پر اسکے نام کا اثر ہونے لگا۔ ہاتھ میں پکڑے کانٹے پر گرفت مضبوط ہو گئی۔ سبھی سمجھ گئے کہ کھانے کا میز میدان جنگ بننے ہی والا ہے۔

کیا مطلب ہے تمہارا؟ کیا سوچ کہ تم نے-----"عائشہ نے اسی"

بے تاثر چہرے اور جھکی نظروں سے چمچ پلیٹ میں پٹخا تو جلال نے جملہ ادھورا

چھوڑ دیا اور خاموش ہو گیا۔

دهشت - خاموش دهشت -

اچھا بس۔ کبھی سکون سے بھی ایک ساتھ بیٹھ جایا کرو۔ "رضوان چچا نے کرسی"

سے اٹھ کر عائشہ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اپنے بیٹے سے کریڈٹ کارڈ نکالا۔ عائشہ

کی پلیٹ کے قریب کھسکایا اور سر پر ہاتھ رکھا۔ "اپنے لیے کچھ اچھا لے لینا۔ خوش رہو۔"

ممائی! بس یہ سنگاپورین رائس مجھے پیک کر دیں۔ جتنے بھی بچے ہیں۔ "کامران کی"

بات پر ایک بار چھر ہر کوئی مسکرا نے لگا۔ سوائے انہی دونوں کے۔

جی۔ شکریہ۔ (تانیہ تو کہہ رہی تھی کہ وہ بہت شریف ہیں۔ اپنی منگیتہ کو بھی "ٹھیک سے نہیں دیکھتے)۔

تانیہ کے حوالے سے تو سب ٹھیک ہے ناب؟ "وہ اپنی کلائی میں ڈالی سرمئی گھڑی سہلاتے کہہ رہا تھا۔

جی۔ بالکل ٹھیک ہے۔ "اتنے میں اذان کی آواز آئی تو وہ کتابیں اکٹھی کرنے لگی۔ "معذرت۔ مجھے نماز کے لیے جانا ہے۔" اور اٹھ کہ چل دی۔ وہ بس گردن موڑے اسے جاتے دیکھتا رہا۔ ہمیشہ کی طرح۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

ابھی لاؤنج میں قدم دھرا ہی تھا کہ آواز آئی۔

رکو۔ "وہ یہ آواز پہچانتی تھی۔ اس گھر میں داخل ہوتے جس پہلی آواز نے اسے "تمغات سے نوازا تھا۔ وہی آواز۔

جی؟ (اف۔ ساری انکوائریاں آج ہی لگ جانی ہیں؟ ") کی مگر مڑی نہیں۔ "

کھانا تم نے بنایا تھا؟ "شکر کہ آج اسکے ہاتھ میں کانٹا یا پستول نہیں تھا۔"

جمی۔"

'(لکھ کر لگا دوں؟ میری توبہ۔ آج کے بعد نہیں بناؤں گی۔)'

ہمم۔ اچھا تھا۔ "بس اتنا کہا اور راہداری سے ہوتا نکل گیا۔"

اور سیڑھیوں سے ان دونوں کو ساتھ کھڑے بات کرتے جس نے دیکھا اس کے تو

ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ خوشی سے۔ کس کے؟ ---- بھئی ظاہر ہے آسیہ خالہ۔

دسمبر کی دوپہر۔ روبینہ پھپھو اور کامران وقا و ہاؤس کے لان میں کرسیوں پر
براجمان، کافی دن بعد نکلی دھوپ سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ روبی چاول چننے میں
لگی تھیں اور وہ موبائل پر انگلیاں چلا رہا تھا۔

کامران "اروپی چاولوں کی تھال پرے ڈالتی اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔ "تم نے"

"منگنی کے بارے میں کیا سوچا ہے؟"

منگنی؟ یہ آپکو کہاں سے یاد آگیا؟" اس نے سرسری انداز میں کہا۔"

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

ہاں تو۔ اتنے سالوں سے تمہارا رشتہ طے ہے مدد تک سے۔ زیب بھی مجھے باتوں "باتوں میں کہتی رہتی ہے۔ اور صرف منگنی کا ہی تو کہہ رہی ہوں۔ تم تو ایسے ٹال رہے ہو جیسے تم نے رخصت ہو کہ جانا ہے۔"

لا حول ولا قوۃ۔ امی۔ کر لوں گا منگنی بھی۔ بلکہ پہلے عمران بھائی کی کرائیں پھر"

کروں گا۔

لوجی۔ یعنی کہ بات ہی ختم۔ "روپی ہاتھ جھاڑتی اٹھ کھڑی ہوئی۔"

اسلام علیکم۔ ڈیئر کزن اینڈ پھپھو جان۔ "لان کے ایک کونے سے مدیحہ داخل ہو۔"
رہی تھی۔

ارے ماشاء اللہ۔ ابھی تمہارے بارے میں ہی بات ہو رہی تھی۔ "روبی نے اسے"

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

گلے لگاتے کہا۔

"واقعی؟ کامران سے؟ حیرت ہے۔ اور تم میرا فون کیوں نہیں اٹھا رہے؟"

وہ۔۔۔۔۔ چار جنگ پہ ہوگا۔" روپی نے اس بات پر کامران کو گھورا۔

"اچھا۔ لیکن کال تو کٹ رہی تھی۔"

"اپنی تشریف آوری کی وجہ بتائیں میڈم۔"

ویسے تو یہ میری پھپھو کا گھر ہے۔ میں جب چاہے آؤں جاؤں۔ فی الحال مجھے ہائپر "سٹار لے کر چلو۔ پچھلے دو ہفتوں سے کہہ رہی ہوں میں۔"

ہاں۔ چلو جاؤ مدتک کے ساتھ۔ اور مدتک! ایک اچھا سا پارٹی وئیر بھی لے لینا۔ جلد ہی ضرورت پڑنے والی ہے۔ "روبی نے کامران سے مخاطب ہونے کے بعد مدتک سے کہا۔"

visit for more novels:

www.urdu-novel-bank.com شہباز۔ وائے ناٹ۔ "مدتک خوش ہو گئی۔"

رضوان ہاؤس کے ڈرائنگ روم میں آج پھر وہ پریشان حالی کی مورت بنی بیٹھی تھی۔ ہاتھ میں اسی طرح فون تھا۔ چہرے کے تاثرات میں بتدریج بدلاؤ آرہا تھا۔ پریشانی سے۔

وہ اٹھی اور اپنے کمرے کی طرف بھاگی۔ اب قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔
"عائشہ! عائشہ!"

ایک منٹ تانیہ۔ "وہ بال بنانے میں مصروف تھی پھر اسکا چہرہ دیکھ کر لمحے بھر" کو ہل گئی۔ "کیا ہوا ہے تانیہ؟ تم ٹھیک ہو؟" اس نے اسے کندھوں سے پکڑ کر اپنے مقابل کیا۔

مجھے۔۔۔ مجھے آپ کو۔۔۔۔۔ کچھ بتانا ہے۔ "وہ ہکلاتے ہوئے بولی۔"

کیا؟ "عائشہ کی پریشانی میں اضافہ ہونے لگا۔"

مجھے۔۔۔۔۔ مجھے آپ کو۔۔۔۔۔ کچھ بتانا ہے۔ "وہ ہکلاتے ہوئے بولی۔"

"کیا؟" عائشہ کی پریشانی میں اضافہ ہونے لگا۔ "مجھے تسلی سے بتاؤ۔"

وہ اسے کمرے میں لے گئی۔ دروازہ لاک کیا۔ اسے بیڈ پر بٹھایا اور خود نیچے گھٹنوں کے "بل بیٹھ گئی۔" اب بتاؤ۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

وہ سیفی۔۔۔۔۔ سیف اس۔۔۔ وہ مجھے کالز اور میسجز کر رہا ہے۔ ملنے کا کہہ رہا ہے۔ میں "

نے اسے صاف منع کر دیا تھا لیکن وہ دھمکیوں پہ اتر آیا ہے۔ کہتا ہے کہ اگر میں

اس سے ملنے نہ آئی تو وہ گھر آجائے گا ابا کو سب بتا دے گا۔ اس نے مجھے دو دن کا

وقت دیا ہے۔ "وہ ایک سانس میں سب بول گئی۔"

"سیف اسے کو دو ماہ بعد کہاں سے یاد آگیا؟ یہ چھیڑ تو کلوز ہو گیا تھا۔"

نہیں۔ نہیں ہوا تھا۔ وہ دو ماہ سے مسلسل مجھے تنگ کر رہا ہے۔ مجھے لگا میں "

ہینڈل کر لوں گی۔ اسی لیے آپکو نہیں بتایا۔ لیکن اب حالات میرے بس میں نہیں ہیں۔

"دو دن؟ دو دن میں ہم کیا کریں گے تانیہ؟"

وہی تو۔ میں بہت پریشان ہوں عائشہ۔ میں نے یہ سب کبھی نہیں سوچا۔"

visit for more novels:

تھا۔ "اس نے دونوں ہاتھوں میں سر پکڑ لیا۔"

کتنی ہی دیر ان دونوں کے درمیان خاموشی چھائی رہی۔ پھر جب سر اٹھایا تو آنکھوں میں ایک چمک تھی۔ "سوائے ایک کام کے۔"

کیا؟" عائشہ نے طلبگار نظروں سے اسے دیکھا۔"

کوئی اور بھی تو ہے ہمارے اس راز میں شریک۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے لیکن وہ تو" کر سکتا ہے نا۔ "تانیہ نے اسے پر امید نگاہوں سے دیکھا۔

عائشہ کو پھر سے اسی ان چاہے دروازے پہ دستک دینی پڑے گی۔ کسی کی عزت بچانے کے لیے اسے یہ کرنا ہی پڑے گا۔

مشینوں کی کھٹ کھٹ پٹ پٹ، ہیٹ، شور اور کانچ کے سامان کے درمیان سے گزرتے رضوان صاحب کارخانے کے راؤنڈ پر تھے۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

وہ راؤنڈ سے واپس لوٹے تو مین آفس میں کامران رولنگ چئیر پر بیٹھا فون پر محو گفتگو تھا۔ چہرے پہ عجب رونق تھی۔ رضوان صاحب کو اندر آتے دیکھا تو رک گیا۔ فقط "جی اچھا۔ ٹھیک ہے۔" کہا اور فون رکھ دیا۔

ہمم۔ کوئی پرسنل کال تھی جس سے جی جی کر کے بات کر رہے تھے؟ "رضوان"
صاحب نے شرارتی انداز میں کہا۔

آپ نے اور امی نے مجھے اس قابل چھوڑا کہاں ہے۔ "کھاتے کا رجسٹر کھولتے"
کامران نے کہا۔

ہاہاہا۔۔۔ سوچتے ہیں تمہارا بھی کچھ۔ "وہ اسکی بات سے محظوظ ہوئے۔"

visit for more novels:

www.urdu-novel-bank.com

شام ڈھلتے ہی، بلیک پینٹ پر سرمئی ٹی شرٹ اور سر پر ہڈ گرائے وہ آج پھر رفو
چکر ہونے کو تیار تھا۔ تیاری مکمل کر کے اسی بے تاثر چہرے کے ساتھ وہ ابھی
کمرے سے نکلا ہی تھا کہ آسیہ نے پکارا۔

جلال! کہاں جا رہے ہو اتنی ٹھنڈ میں؟ "آسیہ کی آواز پر اسکے تاثرات بگڑے۔"

اماں! کتنی دفعہ میں نے کہا ہے کہ پیچھے سے آواز نہ دیا کرو۔ قسم سے ہر کام بگڑتا۔
ہے اس دن جب تم ٹوکتی ہو جانے سے پہلے۔ "وہ شدید غصے کے عالم میں بولا تو
آسیہ کی آنکھوں میں نمی اتری۔

کبھی ماں کے پاس بھی بیٹھ جایا کر۔ میرا کوئی حق نہیں تجھ پہ؟ ان آوارہ دوستوں "نے پیدا کیا ہے تجھے جن کے ساتھ سارا سارا دن اور راتیں گزار آتا ہے۔

تو کیا کروں تمہارے پاس بیٹھ کہ میں؟ ہانڈی روٹی سیکھوں؟" وہ چڑ کر بولا۔

visit for more novels:

اچھا۔ غصہ نہ کر۔ بس۔۔۔ بس ایک بات مان لے میری۔" آسیہ نے اس کے "سامنے ہار مان لی اور منت کے اندزیں کہنے لگیں۔ "شادی کر لے میرا بیٹا۔ بس ماں کی یہ حسرت پوری کر دے اور کچھ نہیں کہتی تجھ سے۔" جلال کا چہرہ بے تاثر ہو گیا۔

"اچھا؟---- تو یہ بتاؤ میرا جوڑ تم ڈھونڈگی یا میں خود ڈھونڈوں؟"

"تو جیسا کہے گا ویسے کر لیں گے۔"

ہمم۔۔ بتاؤں کس سے کروں گا شادی؟۔۔۔ ایک منٹ۔۔۔ "جیکٹ کی اندرونی"
جیب میں ہاتھ ڈالا اور نکال کر ماں کے سامنے رکھا۔

یہ لے۔ اسکے ساتھ کردے میری شادی۔ کیونکہ یہی ہے جو مجھے برداشت کر سکتی"
"ہے اور میں بھی اسی کے ساتھ خوش رہتا ہوں۔ بولو کرا سکتی ہو؟

آسیہ نے اسکے ہاتھ پر پڑی پستول دیکھی اور بس لب دبا کر کمرے کی طرف بڑھ
گئیں۔
visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

رات لان کی تین کرسیوں پر ان تینوں کی کانفرنس جاری تھی۔ اتنی سردی میں کوئی باہر تو آنے سے رہا۔ اسی لیے یہ لوکیشن مختص کی تھی۔ ہاں اگر باہر سے جلال آجائے تو الگ بات ہے۔

عائشہ نے سارا معاملہ اسکے پیش نظر کر دیا تھا اور کامران اب گرمی سوچ میں تھا۔
تانیہ! تم اپنے سیفی سے ڈن کرو اور مجھے جگہ اور وقت بتا دینا۔ "کامران نے"
پرسکون انداز میں کہا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com
کیا؟ مطلب میں چلی جاؤں اس سے ملنے؟ "وہ سراپا حیرت تھی۔"

"نہیں۔ صرف ڈن کر کے جگہ اور وقت معلوم کرلو۔ باقی میں دیکھ لوں گا۔"

کامران بھائی! کوئی اور راستہ نہیں ہے؟ میں اسے اب کوئی امید نہیں دلانا"
"چاہتی۔"

نہیں تو کیا کروں؟ سیدھا جا کر اسے پولیس کو پکڑوا دیتا ہوں تاکہ وہ فوراً رضوان"
 ماموں کو تمھانے بلوا لیں۔ یا کیس کر دیتا ہوں۔ 24 گھنٹے لگیں گے گھر کورٹ کا
 نوٹس آنے میں اور سارے خاندان کو پتہ چل جائے گا۔ اور رضوان ماموں کچھ کہیں
 "نہ کہیں وہ آسیہ ممائی کا ڈریکیولا ضرور تمھارا خون پی جائے گا۔

نہیں نہیں۔ آپ جیسا کہیں گے میں کر لوں گی۔ "اس نے خوف زدہ ہو کر کہا۔"
 آپ کو یقین ہے کہ تانیہ کو کوئی خطرہ نہیں ہے ان سب میں؟ "عائشہ اس سے"
 مخاطب ہوئی۔
 visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

آپ نے پہلی دفعہ مجھ سے کوئی کام کہا ہے۔ ہم تانیہ کو سولی چڑھا دیں گے"
 لیکن آپ پہ کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ "وہ تانیہ کی طرف دیکھتا عائشہ سے مخاطب ہوا۔

وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ اس کے گلے کی چین اس کے آگے جھول گئی اور ساتھ ہی کلائی پر کان کی بالی کا ٹکراؤ بھی محسوس ہوا۔ وہ لمحے بھر کو ٹھٹکی۔

آئیے کی طرف بھاگی۔ کان میں پہنے چار مختلف ٹاپس کو چھوا۔ اجلت میں الماری کھولی۔ جیولری باکس نکالا۔ سامنے تین تولے کا سونے کا سیٹ جگمگا رہا تھا۔ جو زیب نے اس کی شادی کے لیے بنوایا تھا۔ اور جسے وہ ہفتے میں ایک بار تو ضرور پہن کر دیکھتی تھی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

ایک مسکراہٹ اس کے لبوں پر رہی۔

عنبر کی برین واشنگ اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت چھین چکی تھی۔ بس جنون تھا تو ایک انڈیپنڈنٹ بزنس وومن بننے کا۔

اس نے جھپٹنے کی صورت سیٹ ڈبے سے نکالا۔ نقدی اور سونا ایک چھوٹے رومال میں لپیٹا اور تکیے کے نیچے رکھ کر اس پر سر ٹکائے سیدھی لیٹ گئی۔

اس سونے سے نکلنے والی اسکے حسین خوابوں کی تعبیر کی شعاعیں اسکے دماغ میں سرایت کرتی اسے فرحت بخش رہی تھیں۔

وہ اس جان سے زیادہ عزیز سیٹ کو صرف چند دن کے لیے گروی رکھے گی اور بہت جلد اسی صورت واپس پالے گی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

اس سوچ کے ساتھ وہ نیند کی حسین وادیوں میں کھو چکی تھی۔

دسمبر کی ٹھٹھرتی رات کا پچھلا پہر۔ وہ کمرے کی جلتی بتیوں سے بے خبر ٹیس میں چادر اوڑھے بیٹھا تھا۔ پہلو میں میز پر چائے کا تھرماس اور ایک مگ پڑے تھے۔ خیالات کا محور ایک ہی چہرہ تھا۔ وہ نسوانی چہرہ۔

چہرے پر دلکش کیا تھا؟ گہری سیاہ آنکھیں؟ منور چہرہ؟ معصومیت؟ نہیں نہیں۔۔۔۔۔ صرف سر پر ٹکا دوپٹہ اور بارعب، مضبوط اور مستقیم لہجہ۔ جو کسی بھی اجنبی سے بات کرتے وقت ہونا چاہیے۔ نا جانے کیا تھا کہ آج وہ چہرہ ذہن سے نکلنے کو تیار ہی نہیں تھا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

سرد ہوائیں، گرم چائے اور حسین سوچیں۔ بس اسی طرح رات گزر رہی تھی۔ گزر رہی تھی۔

اسی پھر دوسری طرف وہی سیاہ آنکھیں، منور چہرے پر وہی معصومیت سجائے، دوپٹے سمیت وہی سر سجدے میں پڑا تھا۔ بس مضبوط اور بارعب لہجہ نہیں تھا۔ عاجزی تھی۔

اور رات یہاں بھی گزر رہی تھی۔

تانیہ کامران کو فون کر کے بتا چکی تھی کہ سیف نے اسے مارگلہ ہوٹل کے کمرہ نمبر 32 میں رات 10 بجے ملنے کے لیے بلایا ہے۔

visit for more novels:

www.urdu32novelbank.com

انہیں کوئی ایسا پلان چاہیئے تھا کہ سیف کو شک نہ ہو کہ ان سب کے پیچھے تانیہ کا کوئی مددگار ہے ورنہ وہ بدلہ لینے کی غرض سے دوبارہ تانیہ کا رخ کر سکتا تھا۔ سو پلان یہ تھا کہ کامران کے تعینات کردہ بندوں میں سے ایک ہوٹل کے راستے میں سیف

کی کار سے ٹکرائے گا۔ جب سیف اس سے بحث و مباحثے میں مصروف ہوگا تو دوسرا بندہ اسکی کار کی ڈگنی میں ایک تیرہ سالہ لڑکے، جس کے ہاتھ پاؤں اور منہ بندھے ہوں گے، کو ڈال دے گا۔ اس مقصد کے لیے ایک سیج کے اداکار بچے کو استعمال کیا جانا تھا جو بے ہوش ہونے کی اداکاری کرے گا۔ اور ناکے پہ کھڑے اے ایس پی ناصر حسین باجوہ جن سے کامران کے اچھے رسم و راہ تھے اور یہ سب پلان بھی ناصر باجوہ کا ہی تھا، بچے کی برآمدگی پر سیف کو یہ کہہ کر گرفتار کر لیں گے کہ یہ اسلام آباد کے نامی گرامی سابق ایم پی اے کا بھانجہ ہے جو ایک ہفتے پہلے اغواء ہوا تھا۔ اور جب تک اسکی ضمانت ہوگی وہ اسکا دماغ ٹھکانے لاچکے ہوں گے۔

اس طرح نہ سیف ہوٹل پہنچے گا اور نہ اسے پتہ چلے گا کہ تانیہ آئی ہی نہیں۔

: لیکن ان کا سارا پلان بھٹی میں جھونکا گیا جب

"ہیلو کامران بھائی۔" اسکی آواز پریشان تھی۔ "سب خراب ہو گیا ہے کامران"

"بھائی۔ وہ کمینہ انسان کہہ رہا ہے کہ وہ مجھے خود پک کرنے آئے گا۔ اب کیا کروں؟

شٹ شٹ۔ ڈیم اٹ۔ "اکامران نے غصے سے آنکھیں میچیں۔" "سارا پلان بر باد"

ہو جائے گا تانیہ۔ اگر تم اسکے ساتھ آئی اور پولیس نے صرف اسے گرفتار کیا تو اسے

شک ہو جائے گا کہ یہ سب پری پلانڈ ہے یعنی کھلم کھلا

"دشمنی-----رکو۔ مجھے سوچنے دو۔ میں تمہیں کال کرتا ہوں۔"

کوئی آدھ گھنٹے بعد تانیہ کا فون بجایا وہ اور عائشہ اضطرابی کے عالم میں کمرے کے چکر کاٹ رہی تھیں۔

تانیہ!۔۔۔۔ تیاری کرو۔ تم سیف کے ساتھ جاؤ گی۔ اسے شک نہیں ہونا۔"

چاہیے۔ اور۔۔۔۔۔ عاۓہ سے کہنا کہ دعا کرتی رہیں۔ اب سنو کہ تم نے کیا کرنا

"ہے۔۔۔"

چند گاڑیوں کے رش کے پیچھے ایک سفید کروڑا لکڑی - ناکے کی وجہ سے - آگے والی

گاڑیوں کی سرسری چیکنگ دیکھ کر سیف مطمئن ہو گیا۔ سٹیئرنگ وہیل پر گرفت

دھیلی کردی۔ تانیہ اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی۔

وہ سلو پ ہمیئر کٹ اور ڈک ٹیل سٹائل کی داڑھی والا گورا چٹا پچیس سالہ نوجوان

تھا۔ بلیک نیروپینٹ کے ساتھ گرے جیکٹ کے نیچے سے سفیدی شرٹ نظر آرہی

تھی۔ ہاتھ میں چین اور آئی برو پر کٹ کا نشان۔ تانیہ کی چوائس اتنی بھی بری نہیں تھی۔

رش کافی زیادہ تھا اور چیکنگ سلو۔ سوتانیہ نے بوریت سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگالی اور آنکھیں بند کر لیں۔ اور یہاں سے انکے پلان کا آغاز ہو گیا۔

سامنے کھڑے تین پولیس آفیسرز میں سے ایک ان کی کار کے قریب آگہ رکا۔ ایک چبھتی نظر سیف پر ڈالی اور دوسری بند آنکھوں والی بے سدھ تانیہ پر جس نے اب

visit for more novels:
www.urdu-novels.com

شال کا کونہ چہرے پر زیادہ ہی ڈھلکا لیا تھا۔

اپنا آئی ڈی کارڈ اور لائسنس دکھاؤ۔" آفیسر بے اپنے ساتھی کو اشارہ کرتے ہوئے "سیف سے کہا۔

اور اگلے ہی لمحے دو مزید پولیس آفیسرز نے ان کی کار کا گھراؤ کر لیا۔

یہ کون ہے اور اسکا چہرہ کیوں ڈھکا ہے؟ "دوسرے بگڑے تیور والے آفسیر نے"
تانیہ کی طرف اشارہ کرتے کہا۔

یہ ----- یہ میری کزن ہے۔ "سیف نے تانیہ کا چہرہ دیکھا جو ان چادر سے ڈھکا"
تھا تو اسکا ماتھا ٹھنکا۔

"اچھا۔ اٹھاؤ پھر اسے۔"

جی اچھا۔ "اس نے تانیہ کو پکارا۔ "تانیہ اٹھو۔" جواب ندارد۔ اس نے پھر ذرا غصے "
سے پکارا۔ "تانیہ اٹھو۔ یہ کوئی سونے کا جگہ ہے؟" کوئی جواب نہیں۔

اب کی بار اس نے کندھے سے پکڑ کر تانیہ کو ہلایا تو اس کا سر ایک طرف ڈھلک
گیا۔

سیف کا سانس اٹک گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ پولیس والے اسے کیا سمجھیں گے۔

چاروں پولیس آفیسرز کی گزرنکل آئیں اور اس پر تن گئیں۔ ایک نے آگے بڑھ کر تانیہ کی نبض اور سانس چیک کی۔

لڑکی بے ہوش ہے سر اور طریقہ واردات بھی بالکل پہلے جیسا ہے۔ بس آج اس " نے حلیہ بدل لیا ہے۔ ہماری ایک ماہ کی کوشش مکمل ہوئی سر۔۔۔۔ لڑکیوں کا سمگلر۔ آج ہمارے انگوٹھے تلے۔ "آفسیر اے ایس پی ناصر باجوہ سے مخاطب ہوا۔

"نہیں سر آپ کو کوئی غلط فہمی۔۔۔۔۔"

لے چلو۔ مہمان نوازی کے لیے۔ "سیف کی بات سنے بغیر اے ایس پی نے"

حکم دیا۔

وہ چیختا چلاتا رہ گیا۔ تانیہ اسی طرح پڑی رہی۔

بہت شکریہ ناصر۔ اگر تم عین ٹائم پہ پلان بی نہ دیتے تو-----"کامران"

ناصر سے مصافحہ کرتے کہہ رہا تھا۔

ان جیسوں کو وقفے وقفے سے جیل کی ہوا کھاتے رہنا چاہیئے۔۔۔۔۔ کیونکہ جرم ثابت " نہیں ہو گا تو زیادہ سے زیادہ دو ہفتے ہی یہ جیل رہ پائے گا لیکن دو ہفتے میں ہی ایسی کھال ادھیڑوں گا کہ اپنی ماں بہن کی طرف بھی نہیں دیکھے گا۔ "ناصر نے پروفیشنل انداز میں کہتے کامران کا کندھا تھپتھپایا۔

گھر واپسی پر تانیہ کمرے میں داخل ہوتے ہی اتنی ذور سے عائشہ کے گلے لگی کہ وہ لڑکھڑا گئی۔ وہ واضح طور پر تانیہ کی بے ترتیب دھڑکنوں کو محسوس کر سکتی تھی۔

ایک خوشگوار اور چمکیلی صبح اسلام آباد پر طلوع ہوئی اور رضوان ہاؤس کے باہر وین کے ہارن نے شور مچانا شروع کیا۔

وہ جلدی سے راہداری سے ہوتی ہوئی باہر کے دروازے تک آئی جب مین گیٹ سے
وہ اندر داخل ہو رہا تھا۔ عائشہ کو دیکھ کر کف کالر درست کیے اور کلائی کی گھڑی کو
دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے سہلاتا اسکی جانب بڑھا۔

اور یہ وہ پہلی بار تھا جب اس نے عائشہ کا راستہ روکا۔

visit for more novels:

اوہ اچھا ہوا آپ مل گئیں۔ مجھے آپ سے بہت ضروری کام ہے۔ میرے کچھ " حساب نکلتے ہیں آپ کی طرف۔ وہ تو چکا دیں وقت نکال کے۔

عائشہ نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ "میرے کون سے حساب کتاب ہو گئے آپ کے ساتھ؟"

میں نے آپ کا دیا ہوا کام بہترین طریقے سے سرانجام دے دیا ہے۔ تو میرا کوئی انعام و کرام؟ کوئی شاباش؟" اس نے وضاحت دی۔

عائشہ کا چہرہ بے تاثر ہوا۔ "کامران صاحب۔ آپ نے اپنی ہونے والی سالی اور ماموں کی عزت کو پروٹیکٹ کیا ہے۔ میں نے تو صوف آگاہ کیا تھا کہ آپ کے آس پاس یہ کچھ بھی ہو رہا ہے۔ تو آپ ان سے انعام و کرام اور شاباش مانگیں جن کا ان سب میں فائدہ ہوا ہے۔ اور رہی میری بات تو میں صرف آپ کا شکریہ ادا کر سکتی ہوں۔"

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

بس یہ سننا تھا کہ کامران کا سارا جوش وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ بات تو اسکی ٹھیک تھی مگر اس نے شکریہ ادا کیا کہاں؟

اب کی بار وہ لا جواب سا کھڑا اسے جاتے دیکھتا رہا۔

سیف کو ٹھکانے لگانے کے بعد اب وہ تینوں ہی سکون میں تھے اور کامران کو بھی انعام و کرام سے متعلق عائشہ کا جواب سن کے سکون آگیا تھا۔

آج وہ اور تانیہ آسیہ خالہ کے کچن میں چولہے کے قریب کھڑی اس پر رکھے ساگ کی رکھوالی پر تعینات تھیں کیونکہ آسیہ خالہ زیب کے ساتھ مارکیٹ نکل گئی تھیں۔ تانیہ کاؤنٹر پر چڑھ کر بیٹھی تھی جبکہ وہ وقفے وقفے سے ساگ میں چمچہ ہلا رہی تھی۔

میں ایسا کرتی ہوں چائے بنا لیتی ہوں - سردی بھی کافی ہے - 'لٹانیہ نے کاؤنٹر' سے چھلانگ لگاتے کہا۔

"آسیہ خالہ کی غیر موجودگی میں؟ انہیں آنے تو دو۔"

امم۔ میں بتا دوں گی۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ اس رات آپ نے مجھے ادھورا جواب "دیا تھا۔ یہ نہیں بتایا تھا کہ آپ کے مسکرانے کی وجہ کیا ہے اور دعا کا مطلب۔"

اوہ تانیہ! اگر تم نے تھوڑا سا غور کیا ہوتا تو تمہیں خود ہی پتہ چل جاتا باقی"

سب۔ "اس نے ٹھنڈی آہ بھری۔ "اگر آپ مرد یا عورت میں سے کسی ایک جنس کے حامل ہیں تو یہ بات طے ہے کہ آپ کی زندگی میں ایک دن کسی شخص نے داخل ہونا ہے جس پر آپ کا حال، مستقبل، آپ کی ذاتیات اور آپ کی نسل کا انحصار ہوگا۔ تو سوچو وہ شخص آپ کے لیے کتنی اہمیت کا حامل ہوا۔ اور ایک غلط فیصلہ آپ کی زندگی میں کیا بھونچال برپا کر سکتا ہے۔"

یہ میرے لیے بہت بڑا خوف ہے تانیہ۔ میں یقین اور بے یقینی کی کشمکش میں ہوں۔ میرا یقین کامل نہیں ہے اور یہی بات مجھے رلاتی ہے۔ لیکن۔۔۔۔۔ اس کی رحمت تو کامل ہے نا۔ بس یہی بات مجھے بہت تسلی دیتی ہے اور میرے سارے وسوسے دور کر دیتی ہے۔

وہ دعا دراصل قرآن کی سورۃ الفرقان کی آیت ہے اور اسکا مطلب ہے

visit for more novels:

"رنا هب لنا من ازواجنا وذرياتنا قرّة اعين وجعلنا للمتقين اماما۔"

- (اے ہمارے رب! ہمیں دے ہمارے ازواج اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا)۔

تانیہ نے ابھی تک چائے نہیں چڑھائی۔ وہ اس کی باتوں میں پوری طرح کھوئی ہوئی تھی۔ اس نے تو ان سب سے متعلق کبھی نہیں سوچا تھا۔

ٹھنڈک سمجھتی ہو تانیہ؟ "اس کی بات پر تانیہ نے لب کھولے۔ بولی نہیں کیونکہ"

قرآن میں تو ہر لفظ کا مطلب گہرا ہوتا ہے۔

آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی ہمیں ان کی طرف سے کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ نہ ہاتھ" سے ، نہ زبان سے ، نہ عمل سے۔

حسن، شخصیت کا وقار، پاکیزہ کردار، نیک سیرت، خوش اخلاق کسے اٹریکٹ نہیں کرتا۔

سب کو کرتا ہے۔ اور سب اپنے زوج میں یہی کچھ تو چاہتے ہیں اور یہی تو

قرۃ العین (آنکھوں کی ٹھنڈک) ہے۔ جلتی آنکھیں بہت تکلیف دیتی ہیں۔ چاہے وہ 'بیماری کی صورت ہو یا انسان کی صورت۔

Visit For More Novels : www.urduovelbank.com Page 156
E-mail pdfnovelbank@gmail.com WhatsApp [03061756508](https://wa.me/03061756508)

عائشہ نے کتاب بند کی۔ ہاتھ میں پکڑی۔ بے ساختہ کھڑی ہوئی اور شانوں پر دوپٹہ
درست کرنے لگی۔

بیٹھ جاؤ۔ اتنی بھی کوئی معزز شخصیت نہیں ہوں میں جس کے اعزاز میں تم "کھڑی ہو جاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور تم ہمارے کچن میں گھسی کیا کر رہی ہو؟" وہ عائشہ سے کہتا تانیہ سے مخاطب ہوا۔

وہ جلال بھائی میں چائے بنا رہی ہوں۔ آپ پیئیں گے؟ 'لتانیہ کچن کے دروازے'

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

سے منہ نکال کے بولی۔

نہیں بھئی۔ تمہارے ہاتھ کی چائے سے اچھا ہے بندہ بخار کا سیرپ پی لے۔ "لٹانیہ"

کو دو کمراری کہتا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

دسمبر کے تیسرے ہفتے کا اختتام ہونے والا تھا۔ وہ اور رضوان صاحب اپنی زیر نگرانی اسلام آباد سے پشاور جانے والے ٹرک میں سامان لوڈ کروا رہے تھے۔ ورکرز گتے کے بڑے بڑے بھاری کارٹنز احتیاط سے ٹرک میں شفٹ کر رہے تھے۔ کامران اپنے ہاتھ میں پکڑے کاغذ کے پیڈ پر لوڈ شدہ مال مارک کر رہا تھا۔ اتنے میں رضوان صاحب کا فون بجا تو وہ کنارہ کر گئے۔ واپس آئے تو چہرے پر بے چینی اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات تھے۔

کیا ہوا ماموں خیریت ہے؟ گھر سے فون تھا؟ "کامران نے پریشان رضوان صاحب" کی طرف رخ موڑا۔

ہاں۔ زیب کافون تھا۔ کہہ رہی ہے کہ عائشہ ابھی تک گھر نہیں پہنچی۔ وہ تو دو" بجے تک آ جاتی ہے اور اب تو چارج رہے ہیں۔" رضوان صاحب نے کلائی کی گھڑی دیکھتے کہا۔ "وین کا ڈرائیور فون نہیں اٹھا رہا اور اپنا موبائل وہ ساتھ لے کر نہیں آ جاتی۔"

الفاظ تھے کہ کیا؟ کامران کے اندر باہر سناٹا چھا گیا۔ ہاتھ میں پکڑا پیڈ ساتھ کھڑے
ورکر کے ہاتھ میں تھما دیا۔

کیا مطلب؟ ایسے کیسے گھر نہیں پہنچیں؟ دو گھنٹے سے کہاں ہیں وہ؟ "وہ شدید" "شاک کے عالم میں تھا۔" وہ تو یہاں کسی کو نہیں جانتیں۔ پھر؟

ایک دم کام سے دل اچاٹ ہو گیا۔ کسی اور چیز کی پرواہ نہ رہی۔

میں کالج جا کے چیک کرتا ہوں۔ ایک گھنٹے بعد اندھیرا ہونے والا ہے۔ تم یہاں کا"

سارا کام دیکھ لینا۔" رضوان صاحب نے جیب سے گاڑی کی چابی نکالتے کہا۔

نہیں۔ میں توقیر کو بلا لیتا ہوں وہ دیکھ لے گا۔ میں آپ کے ساتھ جاؤں"

گا۔ وقت کم ہے۔" کامران نے دور کھڑے توقیر کو اشارہ کر کے بلایا اور کام سمجھانے

لگا۔ رضوان صاحب پارکنگ کی طرف بڑھ چکے تھے۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

وہ 180 کی سپیڈ پہ ڈرائیو کرتا ایف جی مارگلہ کالج کی طرف کار دوڑا رہا تھا۔ دل بے

چین تھا لیکن اندر ہی اندر کوئی تسلی بھی تھی کہ سب ٹھیک ہو گا۔ اتنے میں

کامران کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھے رضوان صاحب کا فون بجا۔ تانیہ

کالنگ۔ انہوں نے لمحے کی تاخیر کیے بغیر فون اٹھایا۔ کچھ لمحوں بعد کال کٹ گئی۔ ایک نظر کامران پر ڈالی اور اسے کہا کہ گاڑی مڈ سٹی ہاسپٹل کی طرف موڑ لے۔

وہ اور رضوان چچا ہاسپٹل کے لمبے ہال میں تیز تیز قدم اٹھاتے بڑھ رہے تھے جہاں قطار در قطار دونوں اطراف میں بیڈز لگے تھے۔ کچھ بیڈز پر سٹوڈنٹس معمولی پیٹیوں میں پڑی تھیں۔ جن کے اہل و عیال ان کے پاس کھڑے تھے۔ باقیوں پر معمولی مریض تھے۔ انہی میں سے ایک بیڈ پر وہ آلتی پالتی مارے بیٹھی شال کندھوں پر ڈالے ادھر ادھر دیکھنے میں لگی تھی۔ رضوان چچا کے ساتھ اسے آتے دیکھا تو شال گھٹنوں تک پھیلائی۔

عائشہ بیٹا! ٹھیک ہو؟ ہم سب کتنا پریشان ہو گئے تھے۔ تانیہ اور زیب بھی گھر پر "پریشان ہیں۔" رضوان چچا اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے کہہ رہے تھے۔

جی رضوان چچا۔ مجھے تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ بس بازو پر ہلکا سا دباؤ آیا ہے۔ "اس" نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اچھا میں زیب کو بتا دوں اور تمہارے ڈرائیور کی بھی عیادت کر لوں جس نے یہ "کارنامہ سرانجام دیا ہے۔" وہ کہتے ہوئے ہال کے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

رضوان چچا کے جانے کی دیر تھی کہ وہ دھیمے سے اس کے بیڈ کی پانتی پر آ بیٹھا۔

آپ ٹھیک ہیں نا؟ چوٹ زیادہ تو نہیں ہے؟" اس نے ہمدردانہ انداز میں پوچھا۔

ٹھیک ہوں۔" عائشہ نے بغیر اسکو دیکھے مختصر جواب دیا۔"

آپ نے تو جان ہی نکال دی تھی۔" اسکی بات پر عائشہ ٹھٹھکی لیکن نظر انداز کیا۔"

"میں نے تو نہیں نکالی خود ہی نکل گئی ہوگی۔"

"اس کے اس معصومانہ جواب پر وہ ہنس دیا۔" جی۔ بلکل۔ خود ہی نکل گئی تھی۔

وہ کامران کے علاوہ ہر طرف نظریں دوڑا رہی تھی اور وہ ہر چیز سے بے خبر صرف اسے ہی تک رہا تھا۔

ابھی اس نے لاؤنج میں قدم رکھا ہی تھا کہ سرفراز اور تانیہ اسکی طرف لپکے اور آسیہ کے منہ سے بے ساختہ شکر کا کلمہ نکلا۔ وہ تو دل ہی دل میں اسے اپنی بہو بنا بھی چکی تھیں۔ زیب خراماں خراماں کچن کی طرف بڑھ گئیں اور مدیحہ بھی سرسری حال احوال پوچھ کر اپنے کمرے میں کھسک گئی۔

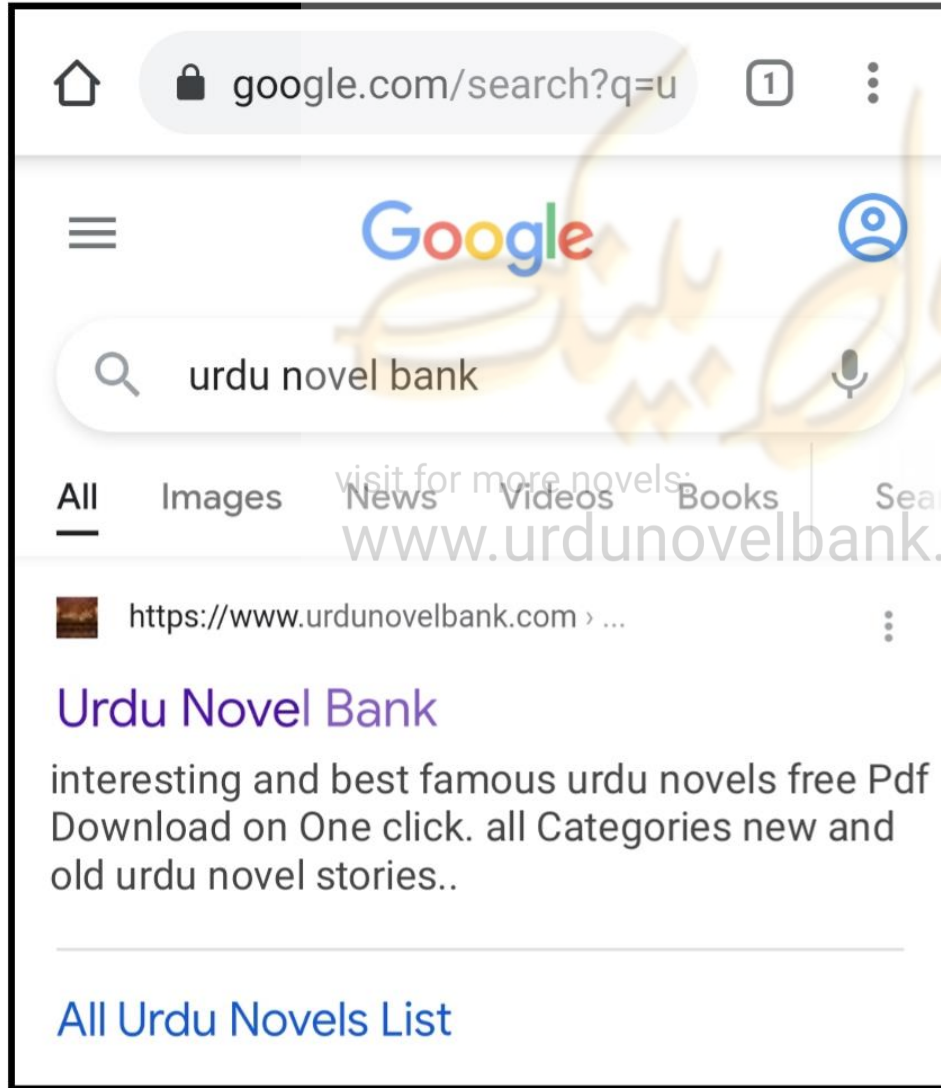
آسیہ نے اسے محبت سے اسے پاس بٹھایا اور وقفے وقفے سے اس کے ماتھے پر
بوسے دینے لگیں۔ سب اس کا حال پوچھ رہے تھے۔ عائشہ کو یہ خاصہ عجیب لگ
رہا تھا۔

میں نے تو اتنی دعائیں کیں کہ میری بہ۔۔۔" وہ بھوکتے کہتے رکیں۔ "بیٹی سلامتی" سے گھر آجائے۔ "پھر وہ جوں اسے دعائیں دینے لگیں کے بس۔

کامران بھی صوفے پر ڈھے گیا اور تانیہ کو کڑک چائے کا آرڈر دیا۔ اتنی تھکاوٹ تو سارا دن کام کرنے سے نہیں ہوتی جتنا کچھ دیر کی پریشانی تھکا دیتی ہے۔

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urduovelbank.com



Urdu Novel Bank
website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں ---

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

دسمبر۔ وقار ہاؤس کے لاؤنج میں وہ ریلیکس موڈ میں چھٹی کے دن بیٹھائی وی 25 پر مزار قائد پر جاری پریڈ ملاحظہ فرما رہا تھا۔ ساتھ ہی گاہے بگاہے کھڑکی سے باہر پورچ میں جھانکتا کیونکہ روبینہ عائشہ کی عیادت کی غرض سے رضوان ہاؤس گئی ہوئی تھیں۔

موسم سرما کی تعطیلات کا آغاز بھی ہو چکا تھا اور ہر سال تانیہ اور سرفراز یہ چھٹیاں روپی پھپھو کے ساتھ گزارتے تھے البتہ مدت گزشتہ کچھ سالوں سے اس آفر سے محروم تھی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

اسے امید تھی کہ اس بار شاید کوئی اور بھی یہاں چھٹیاں گزارنے آئے۔

روپی کو گھر واپس آنے میں دوپہر ہو گئی اور وہ آتے ہی کامران کے کمرے کی طرف بڑھیں۔

آگئیں آپ؟" اس نے کھلے دروازے سے روپی کی پشت پر کسی کو تلاشنا چاہا مگر "

بے سود۔

میرے پاس ایک خوشخبری ہے تمہارے لیے۔ "کامران کا چہرہ بے تاثر"

ہوا۔ "رضوان بھائی اب مدیحہ کی منگنی کر دینا چاہتے ہیں۔ انہوں نے اشاروں

"اشاروں میں مجھ سے کہا ہے اور۔۔۔۔۔"

"السلام علیہ۔ امی۔ اور آپ ہاں کر آئی ہوں گی؟"

ہاں کر آئی ہوں مطلب؟ میں انہیں ایک مہینے بعد کی تاریخ دے کے آئی ہوں۔ "وہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھیں۔

امی؟ "حیرت سے اسکی آنکھیں پھیلیں۔" مجھ سے پوچھے بغیر۔ میں نے آپ کو کہا۔"

"بھی تھا کہ میں ابھی تیار نہیں ہوں۔"

[illegible]

کامران الگ بے چین ہو گیا۔ چھٹی غارت ہو گئی۔ اب کوئی بولڈ سٹیپ لینا ہی

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

پڑے گا۔

وہ اپنے کمرے میں سڈی ٹیبل پر جھکی اسائنمنٹس کا پلندہ تیار کر رہی تھی جو چھٹیوں کا سنتے ہی تمام میڈمز نے تھما دی تھیں۔

عائشہ - "تانیہ برا سا منہ بنا کر کمرے میں داخل ہوئی۔ "پلیز آپ کے پاس دس"

"منٹ ہیں تیار ہو جائیں۔ ہم پہلے ہی بہت لیٹ ہو گئے ہیں۔"

کہاں کی تیاری ہے بھئی اور مجھے کیوں گھسیٹ رہی ہو؟" اس نے رخ موڑ کر

پوچھا۔

یہ سرفراز ہے ناپاگل۔ اس بے وقوف نے منت مانی تھی کا اگر میرا گرینڈ ٹیسٹ"

اچھا ہو گیا تو میں فیصل مسجد جا کر شکرانے کے نوافل ادا کروں گا۔ بھلا بندہ پوچھے

گھر میں کیا موت پڑتی ہے یا گلی والی مسجد میں تمہیں گھسنے نہیں دیتے۔ امی اسے

اکیلے جانے نہیں دے رہیں اور اب جناب کی رٹ ہے کہ عائشہ کو ساتھ لے کر

"ہی جانا ہے۔ سو آپ جلدی تیار ہو جائیں۔"

فیصل مسجد کا نام سنتے ہی عائشہ کے چہرے پہ جو رونق آئی کہ بس۔

ہاں تم چلو میں سیکنڈز میں آئی۔" اس نے چٹکی بجا کر کہا۔"

اسی عام حلیے میں بس چادر کا اضافہ کر کے جب وہ پورچ کی جانب بڑھ رہی تھی تو لمحے بھر کو رکی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر کامران کو بیٹھا دیکھ کر وہ ہچکچائی لیکن پھر خیال جھٹک دیا کہ فیصل مسجد کے لیے وہ اسے بھی برداشت کر لے گی۔ آخر ایسی آفرز روزانہ تھوڑی ملتی ہیں۔

مسجد کی حدود میں داخل ہونے کی دیر تھی کہ اس کے پیر جیسے بادلوں پر چلنے لگے۔ پر نکل آئے۔ ارد گرد پھیلی دھند مہک دار ستاروں میں بدل گئی۔ اس دیوانی سے اگر کوئی اس کا کرش پوچھے تو شاید وہ شاہ فیصل کا ہی نام لے جو اسلام آباد کو اتنا خوبصورت تحفہ دے گیا تھا۔

کامران اور سرفراز سے دو صفیں پیچھے اس نے دو رکعت نماز ادا کی۔ تانیہ اور مدتحہ
تصویریں کھینچنے نکل پڑیں اور وہ کر بھی کیا سکتی تھیں؟ فارغ ہو کر وہ کتنی ہی دیر
وہاں بیٹھی رہی لیکن سرفراز کا شکرانہ ادا ہو کہ ہی نہیں دے رہا تھا۔

چلو سرفراز بس بھی کرو۔ ایک ٹیسٹ اچھا ہونے پہ اتنا شکرانہ؟ میٹرک پاس کرنے پر تو تم حج کی منت مان لو گے۔ "عائشہ طویل انتظار کے بعد بول پڑی۔

"آ رہا ہوں عائشہ۔ دعا تو مانگنے دیں۔ آپ باہر جائیں میں بس آیا۔"

اچھا۔ جلدی آؤ۔" وہ کہتی پریئر ہال سے باہر نکلی اور ساتھ ساتھ کامران بھی۔"

آئیں ہم اتنی دیر مسجد وزٹ کر کے آتے ہیں۔ "کامران نے پیش کش کی۔"

نہیں۔ میں سرفراز کے ساتھ آؤں گی۔ آپ جائیں۔ "اس نے سپاٹ انداز میں کہا۔"

لیکن وہ گیا نہیں۔ وہیں کھڑا رہا۔

میری منگنی ہو رہی ہے۔ "اس نے کچھ دیر بعد خاموشی توڑی۔"

جی۔ پتہ ہے۔ بہت مبارک ہو۔ "وہ ارد گرد نظریں دوڑاتی بولی کہ کہیں سے تانیہ نظر آہی جائے۔"

مبارک کیسی؟ زبردستی ہو رہی ہے۔ "اس نے افسوس سے کہا۔"

"عائشہ نے حیرت سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ "مدتچہ کے ساتھ؟"

مدتچہ کے ساتھ کوئی زبردستی کر سکتا ہے بھلا؟ میرے ساتھ ہو رہی ہے۔"

visit for more novels:

"زبردستی۔ وہ مجھ سے بہت مختلف ہے۔ آپ بتائیں ہمارا کوئی میچ ہے؟"

۔ (اوہ تو اس لیے یہ اپنی منگیت کو دیکھنا گوارہ نہیں کرتے اور تانیہ معصوم اس کو

ان کی شرافت سمجھ رہی تھی)۔ تو یہ سب آپ مجھے کیوں بتا رہے ہیں؟ جا کہ اپنی

امی یا ماموں سے کہیں یا جہاں اتنے سال خاموش رہے ہیں اب بھی چپ رہیں۔ "اس نے جان چھڑانے کو کہا مگر کہاں۔"

وہ میری بات نہیں سمجھتے۔ اب کون سمجھائے انہیں کہ مجھے کوئی بعد میں بھی تو "پسند آسکتی ہے۔ کوئی نمازی پرہیزی۔ گہری کالی آنکھوں والی جو سر پر ہمیشہ دوپٹہ رکھتی ہو۔"

عائشہ جو فرش کو دیکھ رہی تھی۔ آنکھیں وہیں پتھر کی ہو گئیں۔ ہاتھ پیر برف ہو گئے۔ کانوں میں الفاظ سائیں سائیں کرنے لگے۔ دماغ میں کوئی طوفان برپا ہو گیا۔

وہ تو بس کہہ کر انہی قدموں پلٹ گیا کہ ابھی جواب نہیں سننا چاہتا تھا جبکہ اسے پتہ تھا کہ جواب کیا ہوگا۔ وہ وہیں بت بنی کھڑی رہی یہاں تک کہ سرفراز کو اسے آکر بلانا پڑا کہ اب چلیں۔

گھر واپس آکر اس نے تین دن کی بجائے ایک ہفتے کے کپڑے پیک کیے اور سجاد صاحب کو کال ملا ڈالی۔

جنوری۔ صبح وہ راولپنڈی سے سیدھا کالج گئی۔ گھر جانے کا رسک ابھی نہیں 3
لیا۔ وہ خوفزدہ ہو کر وہاں سے آتو گئی تھی لیکن اسے جلد ہی اس بات کا احساس ہوا
کہ یقیناً وہ کوئی مذاق ہو گا اور ویسے بھی وہ کوئی دنیا کی واحد گہری کالی آنکھوں اور
دوپٹے والی لڑکی تھوڑی ہے۔ بس انہی دو وہموں پر یقین رکھتے ہوئے اس نے
واپس آنے کا فیصلہ کیا تھا۔

رضوان ہاؤس میں منگنی کی تیاریاں عروج پر تھیں۔ آخر دونوں ہی رضوان صاحب کے جگر کے ٹکڑے تھے۔

شام لاؤنج میں سبھی کامران کی موجودگی سے لطف اندوز ہو رہے تھے اور قہقہے گونج رہے تھے۔ عائشہ نے سفر کی تھکاوٹ کا بہانہ بنا کر خود کو کمرے میں ہی قید کر لیا تھا کہ اس وقت اس کے سامنے جانا انتہائی غیر مناسب لگ رہا تھا۔

اور کامران؟ اس کے چہرے پر وہ رونق تھی جو پچھلے دس دن سے غائب تھی۔ فی الحال اس کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ واپس آگئی تھی۔

آج دوپہر میں رضوان ہاؤس کا گودام نماگیسٹ روم کھلا تھا اور باہر سے ورکرز تیار شدہ اٹالین اور فرنچ ڈیزائن کے ڈنر سیٹس کے ڈبے یہاں منتقل کر رہے تھے جن کی ڈلیوری چند ہفتوں بعد ہونی تھی۔

جب تمام ورکرز جاچکے تو وہ لان میں مالٹے کھانے کی غرض سے باہر آرہی تھی کہ اس نے عائشہ کا راستہ روکا۔ یہ دوسری بار تھا اور اب تو یہ سلسلہ چلتا ہی رہنا تھا۔

مجھے لگا کہ آپ دُر کے جھاگ گئی ہیں اب کبھی آئیں گی ہی نہیں۔ "کامران"

visit for more novels: 

مراہٹ لیے اس کے سامنے اٹھڑا ہوا۔

تو آپ کو ایسا بے ہودہ مذاق کرنے سے پہلے سوچنا چاہیئے تھا نا۔ "اس کی آنکھوں"

میں شعلے ادڑے۔

"مذاق؟ کس نے کہا کہ وہ مذاق تھا؟ سچ تھا حرف بہ حرف قسم سے۔"

کون؟" اس نے نام کی تصدیق چاہی۔ کاش کہ تصدیق اس کے نام کی نہ ہو۔"

امم۔۔۔ میری ماں کی ہم نام۔ "اس نے فقط اتنا کہا۔"

وہ چند لمحے کو پرسکون ہوئی لیکن صرف چند لمحے کے لیے۔ پھر جیسے الفاظ بجلی بن کر اس پہ گرے۔ دوسرا یقین بھی پل میں ہوا ہو گیا۔ چہرہ سرخ ہو گیا۔ غصے سے۔

www.urdu-novel-bank.com

(اماں عائشہ رضی اللہ عنہا۔ امت مسلمہ کی ماں)

وہ بس اسی طرح سر جھکائے پلٹی اور وہ پیچھے بے تاثر کھڑا رہ گیا جس نے نتیجے کا سوچے بغیر بس یہ کر دیا تھا۔

رات گیارہ بجے کے قریب وہ اپنے سڈی ٹیبل پر بیٹھی تھی۔ کتاب پر صرف نظریں تھیں۔ دماغ وہیں اٹکا تھا۔ سامنے بند کھڑکی سے وہ لان اور پورچ میں پھیلی ہلکی دھند دیکھ سکتی تھی۔ وہی کھڑکی جہاں سے تانیہ کو جاتا دیکھنے کے بعد اس نے کامران سے مدد طلب کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ آج اس فیصلے پر کتنا پچھتاوا ہو رہا تھا لیکن اس نے تو حد درجہ احتیاط سے کام لیا تھا۔ پھر ناجانے کہاں غلطی ہوئی کہ نوبت یہاں تک پہنچی۔

انہی سوچوں میں گم پورچ کی ہلکی دھند میں اس نے سرپا سیاہ ہیولا دیکھا۔ آج اس میں کچھ مختلف تھا۔ اس کے چہرے پر سچی مسکراہٹ جو اس نے اڑھائی ماہ میں پہلی دفعہ دیکھی تھی۔ اتنی زیادہ مسکراہٹ کہ سفید دانت یہاں تک نظر آرہے تھے۔ جلال سیاہ پینٹ پر سیاہ جیکٹ اور سیاہ جیکٹ اور سیاہ ہی ٹی شرٹ کے ساتھ زبان پر چند الفاظ لیے گیٹ کی جانب گامزن تھا۔

بس چند لمحوں میں عائشہ کی پچھلی سوچیں محو ہو گئیں اور سوچوں کا محور کوئی اور ہو گیا۔

باہر مت آئیے گا۔" وہ بار بار پیچھے دیکھ رہا تھا۔

کیا ہوا ہے کامران بیٹا؟ خیریت تو ہے نا؟ "زیب پریشان ہوئیں۔"

"ممافی میں بتاؤں گا۔ ابھی جائیں۔"

زیب اور تانیہ فوراً کمرے کی جانب بڑھ گئیں لیکن وہ مدیحہ ہی کیا جو آسانی سے مان لے۔

"لیکن ہوا کیا ہے بتا دو؟"

کامران کی آنکھیں غصے سے سرخ ہوئیں۔ "تمہیں میری بکواس کی سمجھ نہیں آرہی؟
visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com
میں نے کہا ہے جاؤ تو جاؤ۔" وہ اس پر چلایا۔

مدیحہ ایک لمحے کو ساکن ہوئی۔ اس نے پہلے اسے کبھی غصہ کرتے نہیں دیکھا
تھا۔ پھر منہ بنا کہ چل دی۔

جلال اپنے کمرے میں اندھیرا کیے، بغیر لحاف کے بیڈ پر اوندھا پڑا تھا جب ذوردار جھٹکے سے اس کا دروازہ کھلا۔

اے ایس پی ناصر حسین باجوہ نے اس کو کندھے سے شرٹ کھینچ کر سیدھا کیا۔

جلال کی نظریں اس کے چہرے کی جانب اٹھیں۔ "اوہ۔ ویلکم بیک باجوہ۔ دوبارہ مل کر خوشی ہوئی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

و یلکم بیک ٹو یو شہزادے۔ چلو اپنے شاہی محل۔ دیکھو شاہی خادم لینے آئے۔"

visit for more novels:

ہیں۔ "اے ایس پی نے بھی طنزیہ مسکراتے کہا۔

جلال نے دونوں ہاتھ کلاٹیاں جوڑ کر آگے پھیلا دیے۔ سپاہی نے اسے ہتھکڑی ڈالی۔ کامران باہر روتی بلکتی آسیہ کو دلا سے دیتا رہ گیا۔

اگلے تین دن تک گھر کا ماحول عجیب رہا۔ آسیہ ہر وقت افسردہ پڑی رہتیں۔ گو کہ یہ پہلی بار نہیں تھا لیکن ہر بار وہ یہ دکھ نئی طرح سے مناتی۔ رضوان صاحب جلال کے اس رویے سے سخت نالاں تھے کہ ان کی جوان بیٹیوں کے ساتھ ساتھ اب مہمان لڑکی بھی اس گھر میں ہوتی ہے لیکن مرحوم بھائی اور بیوہ بھابھی کا خیال مارتا

تمھاور نہ تو-----

تین دن بعد جلال کی ضمانت کے بعد جب وہ گھر آیا تو ماحول میں کچھ نرمی آئی۔
تین دن اس لیے لگ گئے کہ اس بار پالا ذرا تگڑے حریف سے پڑ گیا تھا ورنہ تو
صرف چند گھنٹے۔ آخر اس کے سوسمز ہی بڑے تھے۔

مدتھ اپنے کمرے میں تھی جب اس کے دروازے پہ دستک ہوئی۔ اس نے
بوجھل دل سے اجازت دی۔ تین دن سے موڈ خراب تھا۔

مدتھ باہر آ کے میری بات سنو۔ "دروازے کے پیچھے سے کامران نمودار ہوا۔"

یہیں کہو جو کہنا ہے۔ "مدتکھ نے رخ موڑے بغیر کہا۔"

مجھے تم سے معذرت کرنی ہے۔ اس دن میں نے تم پر غصہ کیا۔ "اس نے دو"

لوک کہا۔

مدیحہ بالکل اس کے سامنے آکھڑی ہوئی۔ "تین دن بعد خیال آیا ہے تمہیں۔ کامران
"ہماری منگنی ہونے والی ہے اور تم مجھ پر چلاؤ۔ وہ بھی بلا وجہ۔

visit for more novels:

یہ منگنی کہاں سے آگئی۔ میں تم سے کمزن کی حیثیت سے کہہ رہا ہوں۔ "وہ چڑ گیا۔"

کزن نہیں۔ اب میں تمہاری ہونے والی بیوی ہوں۔ تمہارے لیے میری فیلنگز بدل "گئی ہیں کامران۔"

ہمم۔ بدل تو میری بھی گئی ہیں پر۔۔۔۔۔ خیر مجھے امید ہے اب مجھے ہاتھ نہیں "
"جوڑنے پڑیں گے تمہارے سامنے۔

"مذبح مسکرا دی۔" چلو معاف کیا۔ پر وعدہ کرو آئندہ مجھ پر غصہ نہیں کرو گے۔

اس کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ ڈئیر کزن۔ "وہ طنزیہ مسکرایا اور اسکا مطلب صرف "وہی جانتا تھا۔"

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

گھر کا ماحول پہلے جیسا ہونے کے بعد سب سکون میں تھے۔ خاص طور پر آسیہ خالہ۔ منگنی کے دن جوں جوں قریب آرہے تھے عائشہ پر سکون اور کامران چڑچڑا ہو رہا تھا جس کا اظہار وہ صرف روپی کے سامنے کرتا لیکن وہ بڑی دیدہ دلیری سے نظر انداز کرتیں۔

ایسے میں وہ تینوں رضوان ہاؤس کی چھت پر پڑے جھولے میں بیٹھے جھولا جھول رہے تھے۔ تانیہ، سرفراز اور عائشہ۔ آسمان صاف تھا۔ دھند نہیں تھی اور تارے اپنی آب و تاب پر چمک رہے تھے۔ سرفراز ان دونوں کے درمیان پھنس کر بیٹھا ہوا تھا۔

آج وہ تاروں کا بنا ہوا چچ نہیں نظر آ رہا تانیہ آسمان پر جو ہم بچپن میں دیکھا کرتے تھے۔ "سرفراز نے آسمان کی طرف دیکھتے کہا۔

او ہو۔ کتنی دفعہ کہا ہے سرفراز، چچ نہیں دب اکبر! بڑا تیجھ (کتے ہیں اسے۔ دیکھو)"

وہ رہا۔ "ننانیہ نے انگلی سے اشارہ کرتے کہا۔

پتہ نہیں کیوں دب اکبر کہتے ہیں اسے۔ رتچھ تو یہ کہیں سے نہیں لگتا۔ سیدھا" سیدھا ہنڈیا والا چمچ ہے۔" سرفراز نے بناتے کہا۔

عائشہ اس کی بات پر کھل کھلا کہ ہنس دی۔ "پتہ ہے سرفراز تمہارا یہ سات ستاروں سے بنا چیچ مجھے کیا لگتا ہے؟" سرفراز نے طلب گار نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

عائشہ نے نگاہیں ان سات ستاروں پر جمالیں۔ "مجھے یہ سات ستارے نمازیں لگتی ہیں۔ فجر، ظہر۔ عصر، مغرب، عشاء، چاشت اور اشراق۔ اور ذرا غور سے دیکھو۔ ان میں "وہ پانچ ستارے 'زیادہ روشن ہیں یعنی پانچ نمازیں زیادہ اہم ہیں۔"

اوہ عائشہ۔ آپ اور آپ کی امیجینیشن۔ ہم نے تو ستاروں کے بارے میں کچھ اور"

ہی سنا ہے۔۔۔۔ تو پھر یہ بتائیں کہ تمہارے کہاں ہے؟" سرفراز نے چیلنج کیا۔

عائشہ مسکرائی۔ "تمہجڈ؟ وہ آسمان کا سب سے روشن ستارہ ہے۔ وہ والا۔" اس نے اشارہ کر کے کہا۔

چھوڑیں یہ باتیں۔ میں آپ کو ایک علم کی بات بتاتا ہوں کہ کوئی بھی دو ستاروں "اکو لیں تو ان کو ملانے سے سیدھی لائن بنتی ہے۔ بالکل سیدھی لائن۔

سرفراز کی بات پر ایک بار وہ دونوں پھر دل کھول کر ہنس دیں۔ زمانے کی فکروں سے پاک ان کی پر سکون زندگی۔ فی الحال۔

جنوری۔ منگنی میں صرف دس دن باقی۔ کامران نے انسداد منگنی مہم تیز 14

visit for more novels:

کردی تھی۔ روبی کے سامنے وہ اپنی فرسٹریشن بھرپور طریقے سے نکال رہا تھا مثلاً

شاپنگ پر سیدھے منہ سے نہ جانا، انتظامات میں بالکل حصہ نہ لینا وغیرہ وغیرہ۔

اس دن کے بعد سے اسکی عائشہ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ وہ اب کامران سے حد سے زیادہ پرہیز کر رہی تھی۔

اس ویک اینڈ پر کامران سب خواتین کو شاپنگ کے لیے پک کرنے کی غرض سے آیا اور دل میں یہ ارمان بھی تھا کہ مال میں موقع دیکھ کر وہ عائشہ سے بات ضرور کرے گا۔ لیکن اس کے ارمان خاک کا ڈھیر تب بنے جب عائشہ نے یہ کہہ کر ساتھ جانے سے انکار کر دیا کہ وہ سرفراز کی میٹھس کے ٹیسٹ کی تیاری میں مدد کرے گی تو اس کے لیے شاپنگ تانیہ کر لے۔

جب وہ چاروں جاچکے اور عائشہ نے میدان خالی دیکھا تو اپنے کمرے سے نکلی لیکن خرابی قسمت کہ لاؤنج کے وسط میں کامران نے اسے آگھیرا۔ وہ موبائل بھولنے کا بہانہ بنا کر اندر آیا تھا کہ آج ہر حال میں بات کرنی ہے تو کرنی ہے بس۔

"عائشہ میں نے اس دن آپ سے کچھ کہا تھا۔"

مجھے آپ کی کسی بات میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ "وہ راستہ بدلنے کو ہی لیکن وہ"

پھر اس کے مقابل آکھڑا ہوا۔

"لیکن مجھے تو بس اسی بات میں دلچسپی ہے۔"

کامران صاحب آپ کو اندازہ ہے آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ ایک طرف منگنی کی"

تیاہیاں اور دوسری طرف یہ سب۔ منافقت کہتے ہیں اسے۔ "وہ غصے سے بولی۔

یہ سب ڈرامہ صرف اس لیے ہے کیونکہ آپ کی طرف سے کوئی گرین سگنل"

نہیں ہے ورنہ یہ سب اسی لمحے روک سکتا ہوں میں۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

عائشہ کے گال غصے سے سرخ ہوئے۔ "میری طرف سے کوئی گرین سگنل ہوگا

بھی نہیں۔ یہ سب لوگ میری فیملی کی طرح ہیں۔ کیسے ایک انجان لڑکی کو انہوں

نے پلکوں پہ بٹھا کر رکھا ہوا ہے اور میں انہی کے پیروں تلے سے زمین کھینچ

"لوں۔ آپ کو مدیحہ نہیں پسند تو میرے کندھے پر رکھ کہ بندوق مت چلائیں۔

آپ پر کوئی بات نہیں آئے گی۔ آپ کو بس مجھے ہاں کہنا ہے۔ "اس نے منت کی۔"

آپ مجھ پر یہ مہربانی نہ کریں۔ مگر آپ کی اطلاع کے لیے بتادوں کہ مدتحہ کو آپ "سے بہت لگاؤ ہے۔ میرا کیا ہے؟ آج یہاں ہوں کل نہیں۔ لیکن یہ آپ کی فیملی ہیں۔ اپنوں کا دیا دکھ سہنا بہت تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اور میں جس عزت سے یہاں آئی تھی نا اسی سمیت جانا چاہتی ہوں یہاں سے۔ میرے لیے مشکلات کھڑی مت "اگریں۔ ذرا غور کیجیے گا۔

اپنی چجھتی باتوں سے اسے سنگسار کرتی وہ وہاں سے پلٹ گئی۔

یہ سب اتنا آسان نہیں ہے جتنا کامران نے سمجھا تھا لیکن ہمت مرداں، مدد خدا۔
اور کامران کی پشت پر چند گز دور دروازے کی اوٹ میں ایک نفس اپنے دونوں ہاتھ
لبوں پہ رکھے پھٹی پھٹی آنکھیں لیے ان دونوں کی گفتگو کا ایک ایک لفظ سن چکا تھا۔

۔ (نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کامران عائشہ کو پسند نہیں کر سکتا۔ وہ صرف
میرے جلال کی بیوی بنے گی۔ میری بہو۔ میرے جلال کی بیوی)۔

اس وقت آسیہ کے سینے میں جو آگ لگی تھی اور ان کی آنکھوں سے ابلتی حسد
عائشہ کی زندگی میں بھونچال برپا کر سکتی تھی۔
visit for more novels:
www.urdu-novel-bank.com

آسیہ خالہ کی ساری رات انگاروں پہ گزری۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ جلال اور عائشہ کو دور کہیں جنگلوں میں بھیج دے جہاں نہ کوئی ان تک پہنچ سکے اور نہ وہ کسی اور کے بارے میں سوچیں۔

صبح رضوان ہاؤس کی لاندری میں میلے کپڑوں کی کافی رونق تھی۔ زیب رف سے حلیے میں بالوں کا ٹیڑھا میڑھا ادھ کھلا جوڑا بنائے، دوپٹہ کمر پر باندھے پانی پانی ہوئیں کپڑے نتھار رہی تھیں اور ساتھ ہی بالی الٹی کر کے اس پر سجائے گئے موبائل پر من مائل چل رہا تھا جب آسیہ خالہ زیب زیب کرتی لاندری تک پہنچیں۔

"زیب تم یہاں ہو۔ کب سے آوازیں دے رہی ہوں تمہیں۔"

آسیہ آپا مشین کی کھڑکھڑکی وجہ سے آواز نہیں آئی ہوگی۔ خیریت؟ "زیب نے ویڈیو" پاز کرتے کہا۔

"ہاں۔ شاید۔" آسیہ نے ٹھنڈی آہ بھری۔ "خریداری کیسی رہی تم لوگوں کی؟"

"اچھی تھی۔ آپ بھی چلتی تو اچھا رہتا۔"

- (میں چلی جاتی تو میرے پیٹے کی خوشیاں رات و رات کوئی اور اڑا کے لے جاتا)۔

کیا ہوا آسیہ آیا؟ پریشان ہیں؟ "ان کو گہری سوچ میں کھویا دیکھ کے زیب نے"

پوچھا۔

زیب۔۔۔ ایک بات کرنی ہے تم سے۔ پر سمجھ نہیں آ رہا کہوں کہ نہ۔ بات ہی"

visit for more novels:
www.urduovelbank.com

"ایسی ہے۔"

زیب نے ہاتھ میں پکڑے کپڑے نیچے دھرے اور ان کے پاس آبیٹھی۔ "آپ
"بتائیں آیا۔ مجھ سے نہیں کہیں گی تو کس سے کہیں گی؟

"کہ تو دوں پر تم یقین نہیں کریاؤ گی۔"

آپا وہ تو۔۔۔۔۔ بہت نیک اور پاکیزہ لڑکی ہے۔ آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی؟

ہے۔ "زیب نے ہاتھ جھلاتے کہا۔

تمہاری مرضی ہے زیب لیکن مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی۔ "وہ اٹھیں اور چل" دیں۔ اچھی خاصی، من مائل دیکھتی زیب اب خود کو تسلیاں دے رہی تھیں۔

آسیہ جب وہاں سے نکلیں تو سینے پر بوجھ تھا۔ کل تک اگر کوئی ان کے سامنے عائشہ سے متعلق ایسی بات کہتا تو وہ اس کا منہ توڑ کے رکھ دیتیں لیکن

آج۔۔۔۔۔اپنے ہاتھوں سے وہ کیا کر آئی تھیں؟ اب یہ بوجھ بڑھتا ہی چلا جانا تھا کیونکہ وہ ایک تیر سے دو شکار کرنے کا سوچ چکی تھیں۔

وہ مغرب کی نماز پڑھ رہی تھی جب اس کا فون بجا اور بختا رہا بختا رہا۔

اف۔ ساری نماز میں ڈسٹرب کیا ہے اس نے۔۔۔۔ امی کی کال؟ "اس نے"
موبائل اٹھا کے سکرین پر دیکھا۔ "اسلام علیکم امی! خیریت؟"

ہاں۔ عائشہ۔ بیٹا کیسی ہو تم؟ "رفت کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔"

میں ٹھیک۔ امی آپ پریشان لگ رہی ہیں۔ کیا ہوا ہے؟ "اس نے ماتھے پر بل"
ڈال کر پوچھا۔

"عائشہ۔۔۔۔۔ خدیجہ کا شوہر جیل سے بھاگ گیا ہے۔"

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

عائشہ کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔

"وہ ہمیں دھمکیاں دے رہا ہے کیونکہ ہم نے اس پر کیس کر دیا تھا۔"

عائشہ کا دماغ ماؤف ہو گیا۔

"ہم ابھی یہاں سے نکل رہے ہیں۔ گوجرانوالہ جارہے ہیں۔"

وہ شخص اس کے لیے کسی عزرائیل سے کم نہیں تھا۔

لگے چند دن تک زیب نے آسیہ کے وہم کے پیش نظر عائشہ پر کڑی نظر رکھی لیکن وہ بالکل نارمل تھی حالانکہ گھر میں کامران کا آنا جانا تو اسی طرح تھا مگر وہ اس سے حد درجہ کنارہ کرتی تھی۔ سو زیب کو اس بات کا یقین سا ہو گیا کہ آسیہ خالہ نے غلط سنا اور دیکھا ہے۔ شاید وہ بوڑھی ہو گئی ہیں۔

کامران کو یہ بات اچھی طرح سمجھ آ گئی تھی کہ کم از کم منگنی تو اس کو کرنی پڑے گی کیونکہ عائشہ سمیت اس روئے زمین پر اسکی کوئی نہیں سن رہا۔ سو فی الحال وہ ٹھنڈا تھا۔

ان دنوں کے دوران عائشہ نبجھی نبجھی رہی جسے تانیہ اور سرفراز نے فوراً نوٹ کیا لیکن پھر بھی وہ نارمل رہنے کی حد درجہ کوشش کرتی۔ رات ہلکی ہلکی سی آہٹ پر اس کی آنکھ کھل جاتی اور دل ذور ذور سے دھڑکنے لگتا۔

دن گزرتے گئے اور آخر منگنی کا دن آہی گیا۔ رضوان ہاؤس میں آج انوکھی چہل پہل
تھی۔ پھلوں اور مٹھائیوں کی لوگیاں، تانیہ اور سرفراز کے لیے زیب کی طرف سے
جلدی کرو جلدی کرو کے نعرے، رضوان صاحب کو بار بار آتی کالز وغیرہ۔ بس ان
سب میں ایک ذات خاموش اور پرسکون بیٹھی تھی۔

بیڈ پر اس کے پہلو میں پڑا کا مدار جوڑا جو تانیہ اس کے لیے لائی تھی۔ اس نے جوڑا اٹھایا اور الماری میں پھینک دیا کیونکہ وہ طبیعت کی خرابی کا بہانہ بنا کر جانے سے انکار کر چکی تھی۔ کامران کا کیا بھروسہ کہ وہ عائشہ کو دیکھ کر عین وقت پہ انکار کر دے اور تب جو تماشہ ہوتا وہ سوچ کر ہی اس کی روح کانپ گئی۔

سبھی نے اصرار کیا اور آسیہ نے تو اسے یہ تک پیشکش کر دی تھی کہ وہ اس کے ساتھ رک جاتی ہیں لیکن وہ معاملہ سنبھال گئی۔

عصر سے کچھ دیر بعد پورچ سے گاڑیاں نکلنے کی آواز آئی اور وہ سب چلے گئے۔ پیچھے خاموش رضوان ہاؤس رہ گیا اور اس میں ایک خاموش اور اداس لڑکی۔

لگژری ویڈنگ ہال کے داخلی دروازے پر کامران اور روبی کا پھولوں کی بوچھاڑ میں استقبال کیا گیا۔

کامران کربئی واٹ شلوار قمیض پر براؤن واسکٹ میں بلبوس تھا۔ کلائی میں آج بھی وہی سرمئی گھڑی تھی۔ دیکھ پستہ رنگ کی سنہرے کا دار میکسی میں پہلے ہی سیج پر موجود تھی۔ مغرب کے بعد منگنی کی رسم ادا ہونی تھی۔

کامران سبج پر بیٹھا ہال میں چاروں طرف نظریں دوڑا رہا تھا مگر مرکز نگاہ مل ہی نہیں رہا تھا۔ پھر آخر اسے سمجھ آ ہی گیا۔

۔ (یہ تو عائشہ نے حد ہی کر دی ہے۔ اتنا بھی کیا اب؟ میں نے کونسا انہیں یہاں سے لے کے بھاگ جانا تھا)۔

اور پھر منگنی کی رسم ادا ہو گئی۔ کامران کو آج سے پہلے کبھی اپنا دل اتنا بوجھل محسوس نہیں ہوا اور مدیحہ کی تو مجال ہے ایک منٹ کے لیے بھی بتیسی اندر گئی

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

ہو۔

تانیہ اور سرفراز اچھل اچھل کرتالیاں بجا رہے تھے۔ مدیحہ نے ان دونوں کو ایک ایک لمحے کی تصویر کھینچنے کا حکم دے رکھا تھا کہ رینڈم تصویروں کی بیوٹی ہی الگ ہوتی ہے۔

دوسری طرف مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد وہ بیڈ پر نیم دراز لیٹ گئی۔ ویرانی، سناٹا اور ہر سو تیزی سے پھیلتی تاریکی۔ یہ سب کتنا وحشت ناک ہے۔ اس نے اپنی کن پٹیوں میں درد محسوس کیا۔ وہ اٹھی اور کھڑکی کے پردے آگے کر دیے۔ لیکن اندر تو اس سے بھی زیادہ ویرانی تھی۔

شام کی ویرانی تو اس نے عرصے سے نہیں دیکھی تھی کہ یہ وقت سرفراز کے میچ کا ہوتا تھا اور لاؤنچ میں خاصہ شور ہوتا تھا۔

تو اس نے فیصلہ کیا کہ آج سہ فراز کی سنت وہ پوری کرے گی۔

وہ لاؤنج میں آئی۔ موبائل سامنے میز پر رکھ کے ریہوٹ پکڑا، ٹانگیں اوپر کر کے صوفے پر بیٹھی، ٹی وی آن کیا اور بس یونہی چینل بدلنے لگی۔

غائب دماغی سے ریوٹ پر انگلیاں چلاتے ذہن بس اس دن والی رفعت کی باتوں
میں اٹکا تھا۔ ایک جھرجھری کے ساتھ اسے اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے محسوس
ہوئے۔ اندر کی ویرانی میں کوئی کمی نہیں آرہی تھی۔

اور لگے ہی پل اس نے اپنے پیچھے چند لمحوں کے لیے مردانہ قدموں کی چاپ سنی۔
اس کی آنکھیں پتھرا گئیں۔ سانس تھم گیا۔ دل حلق تک آگیا۔ اس نے گردن موڑ کر
دیکھنا چاہا لیکن جسم نے حرکت کرنے سے انکار کر دیا۔ دل تو مانو جیسے دھڑک
دھڑک کے پھٹ جائے گا۔

پھر اس نے ہولے سے گردن موڑ کر دیکھا۔ پیچھے صرف کمرے تھے اور ان کے دروازے لاک۔ اور کچھ نہیں تھا۔ کوئی نہیں تھا۔

- (یہ سب صرف میرا وہم ہے۔ میں بہت زیادہ سوچ رہی ہوں۔ وہ یہاں نہیں آسکتا)۔

اس نے ٹی وی کا والیوم زیادہ کر دیا لیکن کان پیچھے ہی لگے تھے۔ ایک دم سے شدید ٹھنڈ لگنے لگی اور ہاتھ پر کانپنے لگے۔

ابھی اس کی دھڑکنوں میں توازن نہیں آیا تھا کہ صوفے کی پشت پر کوئی ہاتھ پھیرتا محسوس ہوا۔

visit for more novels:

اس بار ایک ذوردار چیخ رضوان ہاؤس میں گونجی۔ ریوٹ ہاتھ سے گر گیا۔ دل دھڑکنا بھول گیا۔ وہ فوراً اٹھی اور پلٹی۔ کوئی نہیں تھا۔ وہ لمبے لمبے سانس لینے لگی۔ ٹانگیں بے جان ہو گئیں۔ مزید اپنی ٹانگوں پر کھڑی نہ رہ سکی۔ وہیں ڈھے گئی۔ پھٹی پھٹی آنکھیں چاروں طرف دیکھ رہی تھیں۔ اس نے شدید کانپتے ہاتھوں سے موبائل پکڑا

چاہا لیکن وہ میز سے نیچے جاگرا۔ وہ سینے پر ہاتھ رکھ کے لمبے لمبے سانس لینے لگی جیسے ہر سو ہوا کی کمی ہو گئی ہو۔ نیچے گرا موبائل اٹھایا اور گرتی پڑتی کھڑی ہوئی۔ اپنے کانپتے وجود کو سنبھالتے وہ لڑکھڑاتی ڈرائنگ روم کی طرف بھاگی اور اندر جا کہ دروازہ لاک کر لیا۔

جسم ایک دم سے کسی بھیڑ میں جلنے لگا تھا۔ وہ دروازے سے پشت لگائے بس ڈھکتی چلی گئی۔

لرزتے ہاتھوں سے چہرے سے پسینہ پونچھتے اس نے تانیہ کو کال ملائی۔۔۔۔۔ ایک بار۔۔۔۔۔ دو بار۔۔۔۔۔ بار بار۔ کوئی جواب نہیں۔

اس نے خوف سے آنکھیں میچ لیں۔ اپنے حواس قائم کرنے کی ناکام کوشش کی۔ سرفراز کو کال ملائی۔ کوئی جواب نہیں۔

دروازے کے باہر قدموں کی چاپ پھر سے سنائی دینے لگی تو اس نے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی سسکیاں دبائیں۔

نظریں سکرین پر ڈالیں تو ایک نمبر پر رکیں۔ ہمیشہ یہی ان چاہا انسان کیوں؟ لیکن اگر اس وقت کوئی اس کی مدد کو نہ آیا تو چاہا ان چاہا کچھ نہیں بچے گا۔

قمیض کی سائیڈ پاکٹ میں اس کا فون وائبرٹ کیا۔ نکالا۔ چند لمحے پریشان حالی سے
نمبر کو دیکھا کہ یہ نمبر ہمیشہ مصیبت کے وقت میں ہی اس کے موبائل پر نمودار ہوتا
ہے۔ ڈی جے کو اشارہ کیا تو اس نے میوزک ہلکا کیا۔

"ہیلو۔"

کا۔۔۔۔۔ کا۔۔۔۔۔ کامران صاحب (لمبے لمبے سانس)۔۔۔۔۔ وہ خ خ۔۔۔۔۔ خدیجہ کا۔
شوہر۔۔۔۔۔ آ (ہچکیاں)۔۔۔۔۔ آگیا۔۔۔۔۔ ہے۔۔۔۔۔ "وہ مزید نہ بول سکی۔

کامران اپنی نشست سے اٹھ کھڑا ہوا۔ سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

میں آ رہا ہوں۔ بس ابھی۔ آپ حوصلہ رکھیں۔ فکر نہ رکھیں۔ "وہ کہتا کہتا نکل گیا۔"

تیجھے روپی اور مدد سے آوازیں دیتی رہ گئیں۔

اس نے جھٹکے سے ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولا تو وہ کونے میں گھٹنوں میں سر دیے گھڑی بنی بیٹھی تھی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

وہ اسے ہولے سے پکارتا اس کے نزدیک جھکا تو عائشہ نے سر اٹھایا۔

ناک، گال اور آنکھیں سرخ۔ جنوری کے موسم میں پسینے سے شرابور چہرہ اور گردن۔

کامران نے ہاتھ بڑھایا لیکن اس نے نہیں تھاما۔ دیوار کے سہارے سے اٹھی اور صوفے پر جا بیٹھی۔

وہ اپنے سفید اجلے لباس کی پروا کیے بغیر اس کے سامنے زمین پر آلتی پالتی مارے

"بیٹھ گیا۔" کیا ہوا؟ کون آیا تھا؟

اب جذبات پر قابو رکھنا مشکل ہو گیا۔ بس پھوٹ پھوٹ کر ہچکیوں سسکیوں سے رو دی۔

"اچھا اچھا۔ نہیں بتانا نہ بتائیں۔ بس یہ ظلم نہ کریں۔"

جب دل کا سارا غبار نکل گیا تو دوپٹے کے پلو سے چہرہ صاف کیا۔ "میں نے

visit for more novels:

"---- میں نے تانیہ اور سرفراز کو فون کیا تھا۔ انہوں نے نہیں اٹھایا۔

ہمم۔ اچھی بات ہے۔ میرا مطلب ہے کوئی بات نہیں۔ سب ٹھیک ہے۔ چوکیدار"

"نے سارا گھر دیکھ لیا ہے۔ اب کوئی نہیں ہے۔ ریلیکس ہو جائیں۔

اب آہستہ آہستہ اس کے حواس بحال ہو رہے تھے۔

آپ جائیں۔ آپ کی منگنی ہے۔ "اس نے نظر چراتے کہا۔"

کامران نے ہتھیلی کی پشت بلند کی۔ "ہو گیا ہے جو آپ چاہتی تھیں۔" پھر ٹھنڈی آہ بھری۔ "بس اسی لیے میں آپ سے کہتا ہوں وہ سب۔ کیونکہ اگر میری مدد سے شادی ہوگئی تو اس طرح ہر بار آپ کی مدد کے لیے نہیں آپاؤں گا۔"

"عائشہ نے غصے سے اسے دیکھا۔ "طنعہ دے ریں ہیں؟"

استغفر اللہ۔ "اس نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔ "صرف اس وقت سے ڈرا رہا ہوں۔ ابھی"

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com سوچ لیں۔

"آپ جائیں یہاں سے میں نے کہا ہے نا۔"

۔ (نکی کر دریا میں ڈال)۔ نہیں میں نہیں جا رہا کیوں کہ خدیجہ کا شوہر واپس بھی آسکتا ہے۔ آپ جائیں اور اپنے کمرے میں آرام کریں۔ جب تک باقی سب نہیں

آجاتے میں یہیں ہوں اور۔۔۔ اگر خدیجہ کا شوہر نظر آئے تو بس ذور سے پکاریے گا کامران صاحب اور میں آجاؤں گا۔" اس نے بمشکل ہنسی دباتے کہا۔

اور عائشہ نے محسوس کیا کہ وہ بار بار خدیجہ کا شوہر خدیجہ کا شوہر اس کا مذاق اڑانے کے لیے کہہ رہا ہے۔

سعادت مند!" اس نے پورچ میں کھڑے ہو کر پکارا تو 45 سالہ چوکیدار دوڑتا ہوا

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

اندر آیا۔

جی کامران صاحب۔" اس نے ادب سے کہا۔"

سعادت مند! کیا واقعی کوئی آیا تھا گھر میں؟" اس نے جواب طلب کیا۔"

نہیں کامران صاحب۔ ہو ہی نہیں سکتا۔ رضوان صاحب خاص طور پر مجھے کہہ " کے گئے تھے کہ عائشہ بی بی گھر میں اکیلی ہیں تو میں چاروں اطراف کی سختی سے "نگرانی کر رہا تھا۔ وہ یقیناً اکیلی تھیں اس لیے ڈر گئی ہیں جی۔

ہمم۔ مجھے بھی یہی لگتا ہے کیونکہ گھر کی تو ایک چیز بھی ادھر سے ادھر نہیں ہوئی۔
اور گھر کا ہر دروازہ کھڑکی اندر سے بند تھا۔ خیر۔۔۔۔۔ گھر میں کسی کو بتائیے گا مت
ا کہ میں یہاں آیا تھا۔

visit for more novels:

جی اچھا "سعادت مند نے سر کو خم دیا۔"

وہ کمبل اوڑھے بیڈ پر لیٹ گئی۔ ڈر، گھبراہٹ، بوجھل پن سب ختم ہو گیا تھا۔ اب
بس پچھتاوا تھا۔

۔ (اف۔ عائشہ۔ یہ تم نے کیا کیا؟ کامران صاحب کو ہی بلا لیا؟ وہ بھی ان کی منگنی

کے بیچ سے۔ کیا ہو جاتا زیادہ سے زیادہ؟ مرتھوڑی جاتی تم۔۔۔۔۔۔ اب وہ ان

سب کا پتہ نہیں کیا مطلب لیں گے؟ وہ تو پہلے ہی شیر بنے پھر رہے تھے۔ اب

تو بر شیر بن جائیں گے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی ایک امید دلا دی میں نے انہیں کہ

مصیبت کے وقت میں عائشہ سب سے پہلے مجھے ہی یاد کرتی ہے۔ کیوں؟ یہ کیا

ہو گیا مجھ سے؟)۔

اس نے بار بار اپنا سر تکیے پر پٹھا۔ پچھتاوے سے۔ لیکن اب کیا ہو سکتا ہے؟ امید تو واقعی دلا دی ہے اس نے۔

اگلا سارہ دن روپی نے کامران سے کلام نہیں کی۔ وہ بہانے بہانے سے امی امی کرتا رہا لیکن روپی ہر بار منہ موڑ لیتیں۔

امی اب بس بھی کریں۔ آج سارہ دن آپ نے مجھ سے کھانا تک نہیں پوچھا۔ یہ تو "حد ہی ہوگئی۔" وہ لحاف میں بیٹھی روپی کے پیروں کی طرف بیٹھ گیا۔

کامران کتنے آرام سے کہہ رہے ہو بس کر دیں۔ مجھے اور رضوان بھائی کو کتنی"

شرمندگی ہوئی تھی کل مہمانوں کے سامنے۔ اندازہ ہے؟ اور مدت کبھی؟۔۔۔۔۔ اسکا تو

پوچھو ہی مت۔ ایسی حالت تھی اس کی جیسے بارات واپس چلی گئی ہو اور ہونی بھی چاہیے۔ تمہیں تو شرم و حیا ہے ہی نہیں۔ "وہ برس پڑیں۔

امی! ایک ہزار بار بتا چکا ہوں زین کے گھر ڈاکو گھس آئے تھے۔ اسکی بیوی کو"

یرغمال بنایا ہوا تھا۔ اگر اس نے کسی طرح مجھے فون کر کے یہ کہہ دیا تھا کہ پولیس

"لے آؤ تو کیا میں نہ جاتا؟ اتنی سیریس صورتحال تھی امی۔ آپ کو کیا پتا۔

تو کیا باقی دوست، رشتہ دار، ہمسائے جہنم رسید ہو گئے تھے؟ تمہارے علاوہ کوئی؟

انسانیت کا درد رکھنے والا نہیں تھا؟" وہ کسی بھی طرح ٹھنڈی نہیں ہو رہی تھیں۔

امی! وہ 'میرے لیے بہت اہم ہیں۔ آپ کو نہیں پتا۔' اس نے اہم پر زور۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

دیتے ہوئے کہا۔

میں تو ماں ہوں۔ مان جاؤں گی۔ رضوان بھائی اور مدیحہ کو کیسے مناؤ گے؟ آخر ان کے غصے کا بند لٹا۔

منالوں گا۔ بس میری ماں مان گئی ہے نا۔ "وہ مسکراتے ہوئے روپی کے گلے لگا۔"

روبی نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔ "ویسے کامران مجھے پہلے ہے شک تھا کہ منگنی پر تم کچھ الٹا سیدھا ضرور کرو گے۔ تمہارے تیور بتا رہے تھے۔" روبی نے اس کا کان کھینچتے کہا۔

چلو جی۔ منگنی کر لو تو شک۔ نہ کرو تو شک۔ آپ دیسی ماؤں کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔" اس نے منہ بناتے کہا۔

اولاد بیک

visit for more novels:

رضوان صاحب اور زیب کے سامنے کامران نے ایسی دردناک کہانی گھڑ کے سنائی کہ ان کا غصہ اور ناراضگی جلد ہی چھو منتر ہو گئی بلکہ الٹا وہ اسے شاباش دینے لگے۔ مدیحہ سے معافی مانگنے یا بات کرنے کی اس نے زحمت نہیں کی تھی اور نہ ہی مدیحہ نے اس کو کوئی کال کی۔

رفعت نے عائشہ کو کامران کی منگنی کے لگے دن ہی فون کر کے بتا دیا تھا کہ خدیجہ کا شوہر کل شام ہی ملک سے فرار ہونے سے پہلے ہی دوبارہ گرفتار ہو گیا ہے اور ہم نے پولیس سے درخواست بھی کر دی ہے کہ وہ اب اس کی کڑی نگرانی کریں۔

ان سب نے عائشہ کا پچھتاوا مزید بڑھا دیا تھا کہ وہ سب واقعی اسکا وہم تھا۔ کامران نہ صرف اسے ڈرپوک سمجھ رہا ہوگا بلکہ یقیناً ایک فالتو خوش فہمی بھی پال کے بیٹھا ہوگا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

وہ زیب کے ساتھ کچن میں موجود تھی۔ زیب چائے بنانے کے ساتھ ساتھ عائشہ کو منگنی کی رداد سنا رہی تھیں۔ (یہ حصہ نکال کے کہ کامران وہاں سے بغیر بتائے کہیں چلا گیا تھا)۔

زیب کپوں میں چائے انڈیل رہی تھی جب ان کا فون بجا۔ "اوہ۔ بھائی جان کا فون ہے ترکی سے۔" وہ خوشی سے کچھ پر جوش ہوئیں۔ "عائشہ! یہ چائے لان میں رضوان" اور کامران کو دے آؤ۔ میں ذرا فون سن لوں۔

ابھی پہلا قدم لان میں دھرا ہی تھا کہ کی۔ وہ اسی کو دیکھ کر شرارت سے مسکرا رہا تھا۔ ساتھ والی کرسی خالی تھی کیونکہ رضوان چچا چند گز دور فون پر کسی پر برہم ہو رہے تھے۔

اس نے قریب آکر غصے سے ٹرے میز پر دھری تو کپ ذرا لرزے۔ وہ پھر بھی ایسے ہی مسکراتا رہا۔ عائشہ نے محسوس کیا کہ سرعام اس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔

اب وہ ٹرے سے کپ نکال کر میز پر رکھ رہی تھی۔ "اب کیسی ہیں آپ؟" مسکراہٹ برقرار تھی۔

آسیہ فون پر بات کرتی زیب کو گھسیٹی ہوئی باہر کے دروازے تک ساتھ لائیں۔

دیکھو زیب۔ آنکھیں کھول کے دیکھو۔ عائشہ اور کامران ایک ساتھ ہیں آج"

visit for more novels:

www.urdu-novel-bank.com

ہائے اس آسیہ آپا۔ "زیب نے اپنا ماتھا پیٹا۔ "آپ ابھی تک وہیں اٹکی ہیں؟ میں"

نے کہا نا ایسا کچھ نہیں ہے۔ میں نے ہی بھیجا ہے عائشہ کو چائے دینے اور

وہ بس آسیہ کو جھاڑتی چلیں گئیں۔

آسیہ نے دروازے کے عقب سے ایک زھریلی نگاہ کامران پر ڈالی۔

ٹھیک ہوں مجھے کیا ہونا ہے؟ "اس نے ایک چبھتی نظر کامران پر ڈالی۔"

"وہ ہنسا" دوبارہ تو نہیں آیا خدیجہ کا شوہر؟

www.urduovelbank.com

اب کی بار عائشہ کا صبر جواب دے گیا۔

پہلی بات تو یہ کہ آپ میرا مذاق اڑانا بند کریں اور دوسری کہ آپ کو پتا بھی ہے "

خدیجہ کون ہے اور اس کا شوہر کون؟ "وہ آگ بگولہ ہوئی۔

ہاں جی بالکل پتہ ہے۔ خدیجہ آپ کی مرحومہ بہن اور اس کا شوہر اسکا"

قاتل۔" اس نے آرام سے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی۔

"عائشہ کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔ "آ۔۔۔ آپ کو کس نے بتایا؟

اف کورس تانیہ نے اور تو یہاں کسی کو بھی نہیں پتا۔" اس نے چائے کا کپ
لبوں سے لگایا۔

"عائشہ کو جیسے دھچکا لگا۔" وہ کیوں بتائے گی آپ کو؟

visit for more novels:

کیونکہ ہماری ڈیل ہوئی تھی کہ وہ مجھے خدیجہ کے شوہر کے بارے میں بتائے گی"

اور میں اسے ہمارے راز کے بارے میں۔" اس نے پرسکون انداز میں کہا۔

ہمارا کون سا راز ہو گیا جی؟ ایک منٹ۔۔۔۔۔ آپ نے اس رات والی بات تانیہ"

کو بھی بتا دی؟" عائشہ نے بے یقینی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

نہیں نہیں۔ وہ تو میں اگلی ڈیل میں شامل کروں گا۔ فی الحال میں نے اسے بس "یہ بتایا ہے کہ میں آپ کو پسند کرتا ہوں۔" اس کے سرسری انداز پر عائشہ یک ٹک رہ گئی۔

کیا؟ کامران صاحب آپ ہوش میں تو۔۔۔ میں آپ کو بعد میں پوچھتی ہوں۔ "اور"
پھوں پھاں کرتی وہاں سے چلی گئی۔

کامران نے ہنسی دبائی اور دوسری جانب سے مدتھ اسی طرف آتی دکھائی دی تو ہنسی
دبانے کی ضرورت نہیں پڑی کیونکہ ہنسی خود بخود غائب ہو گئی۔ کامران نے کپ میز
پر رکھ کر دوسرا کپ اٹھا لیا۔ مغز ماری کرنے کے لیے سٹیمینا بھی تو ہونا چاہیئے۔

وہ بالکل اسکے سامنے کرسی پر آکر بیٹھ گئی۔ بس خاموشی سے اسے دیکھتی رہی یہاں تک کہ وہ بے سکون ہونے لگا۔

کیا ہوا ہے؟ شکاریوں والی نظر سے کیوں دیکھ رہی ہو؟ "آخر وہ ہار کر خود ہی بولا۔"

دیکھ رہی ہوں کہ تمہارے چہرے پہ وہ سختی نہیں ہے جو ظالموں کے چہرے "

پر ہوتی ہے۔ پھر؟" ماتھے پر بل ڈالے مدیحہ نے کہا۔

مدتھ میں ایک ہزار جگہ صفائیاں پیش کر چکا ہوں کہ میں کہاں گیا تھا؟ کیوں گیا؟"

تھا؟ میرا دماغ تو خراب نہیں ہے ناکہ اپنی فیملی کو یوں رسوا کروانے کے لیے بھری

دعوت میں چھوڑ کے چلا گیا۔ ظاہر ہے کوئی بڑی وجہ تھی۔ اور کم از کم تمہیں تو

سمجھنا چاہیے تھا۔ تھیں چاہیے تھا کہ ماموں ممانی کو سمجھاتی۔ لیکن نہیں مجھے تو

'مذبح میڈم سے اجازت نامے پر دستخط کروانے چاہیے تھے کہ میرا کوئی 'عزیز

"مصلیٰ بت میں ہے میں جاؤں؟ حد ہے ویسے۔"

مدیحہ سکتے میں آگئی۔ اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی کامران نے تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے تھے۔

مدیحہ نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے لیکن ابا کو آتے دیکھ خاموش رہی۔

ہاں بھی کیا باتیں ہو رہی ہیں؟" رضوان صاحب نے دوستانہ انداز میں پوچھا۔"

کامران نے اسی طرح ماتھے پر بل سجائے جواب دیا۔ "کچھ خاص نہیں۔ میں نکلتا ہوں۔ آج کھاتے فیکٹری میں ہی دیکھوں گا۔"

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

مدیحہ کا ایک دم سے چہرہ اتر گیا جسے وہ باآسانی نظر انداز کرتے چلا گیا۔

بڑے بڑے قدم اٹھاتی تیز رفتاری سے چلتی چہرے پر منوں کے حساب سے
غضب سجائے اس نے دھڑام سے دروازہ کھولا تو بیڈ پر بیٹھی تانیہ چونکی۔ سراٹھا کر
ایک نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی تو آنکھوں سے شعلے اُڑ رہے تھے۔

الجببى الجببى، ٱرلشانى سى ثانلى نى ٱوچها۔ "كلىا هوا هى عائشہ؟ آٱ جلال مبائى كى
"طرح كىوں لك رهى هىں؟

تانیہ تم نے کس حق سے میرا راز کا مران صاحب کو بتایا ہے؟ میرا راز تمہارے"

"پاس امانت تھا اور تم نے امانت میں خیانت کی ہے۔ اسکا گناہ جانتی ہو؟

تانیہ ایک دم سے چوری پکڑی جانے پر ہکا بکارہ گئی۔ (کامران بھائی ڈیل کے قوانین توڑ رہیں ہیں۔ انہوں نے کہا تھا میں کسی کو نہیں بتاؤں گا)۔

وہ۔۔۔ انہوں نے۔۔۔۔۔ "اس نے جلدی سے کہانی گھڑنا چاہی۔" انہوں نے مجھے "قسم دی تھی۔ اسی لیے مجھے مجبوراً بتانا پڑا۔ خیانت تو نہیں کی میں نے۔" اس نے معصومانہ انداز میں کہا۔

جھوٹ "وہ اس کے مقابل آکر کھڑی ہوگئی۔" ڈیل کی ہے تم دونوں نے۔ اور"

"کیا۔۔۔ کیا خرافات کہی ہیں انہوں نے میرے بارے میں تم سے؟

تانیہ کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ (یہ بھی بتا دیا کامران بھائی نے؟ اس بات پر میں انہیں زائد جرمانہ کروں گی)۔

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

بولو بھی اب۔" عائشہ نے اسے جھنجھوڑا۔"

۔ (بھانڈا پوری طرح پھوٹ چکا ہے بلکہ بھانڈے کے پرچھے اڑ گئے ہیں۔) انہوں نے بس اتنا کہا ہے کہ وہ۔۔۔ آپ کو پسند کرتے ہیں۔۔۔ دیکھ کو نہیں۔

عائشہ کے گال سرخ ہوئے غصے سے۔ "ان کا تو دماغ الٹ گیا ہے۔ میری لاکھ مزاحمت کے باوجود ان پر کوئی اثر ہی نہیں ہو رہا۔ میرا ان سب سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔" پھر اس نے تانیہ کا کندھا تھپتھپایا۔ "لیکن مجھے خوشی ہے کہ تم نے ان کی باتوں کو سیریس نہیں لیا۔"

کیا؟ کیا مطلب ہے؟ اس میں سیریس نہ لینے والی کون سی بات ہے؟ 'تانیہ نے' نہ سمجھی سے اسے دیکھا۔

"عائشہ کے چہرے پر غصے کی جگہ اچانک حیرت نے لے لی۔" مطلب؟

ہاں نا۔ وہ مدیحہ کو نہیں آپ کو پسند کرتے ہیں۔ ڈیٹس اٹ۔ انسان کو کبھی بھی " کوئی بھی پسند آسکتا ہے۔ اور سچی بات ہے انہوں نے کبھی بھی نہیں کہا کہ وہ

مدتِ کم کو پسند کرتے ہیں۔ یہ رشتہ تو بڑوں کی مرضی کا ہے۔ ہم خوش تھے لیکن یہ
"بھی ٹھیک ہے۔"

عائشہ کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں اور ہونٹ بے ساختہ کھل گئے۔ "لنانیہ؟ تمہیں
"کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تمہاری بہن کا گھر خراب ہو رہا ہے؟

لو بھلا بہن خود بھی تو اتنی خراب ہے۔ "تانیہ نے قہقہہ لگاتے کہا۔ "کوئی بھی"

صاحبِ عقل یہی کہے گا کہ ان کا کوئی جوڑ نہیں۔ ہمارے بڑوں کو پتہ نہیں کیا

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

"سو جھی ہے۔"

تم تو ہو ہی پاگل۔ کبھی مدتحہ سے پوچھ کے دیکھو کہ یہ رشتہ اس کے لیے کیا ہے؟۔۔۔۔۔ تم مجھے بس یہ بتاؤ کہ کسی اور کو نہیں بتایا؟" عائشہ نے آنکھوں میں ڈھیروں امید لیے اسے دیکھا۔

تانیہ نے نظریں چرانا چاہیں تو عائشہ نے پریشانی سے اس کا چہرہ اپنی جانب موڑا۔

"تانیہ پلیز۔ وہ مت کہنا جو میں سوچ رہی ہوں۔"

"نہیں وہ بس۔۔۔۔۔ زیادہ پریشانی کی بات نہیں ہے۔۔۔۔۔ بس سرفراز۔۔۔۔۔"

کیا؟" اسکی بات مکمل ہونے سے پہلے ہے وہ چلا اٹھی۔ اس لمحے اس کی حیرت"

آسمانوں پر تھی۔ عائشہ کو اپنا سر چکراتا ہوا محسوس ہوا تو قریبی صوفے پر بیٹھ گئی۔ پھر

ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی۔ "تانیہ! آج تم دونوں کو پتا چلا ہے کل کو سارے گھر کو پتا

چل جائے گا۔ میں تو بے موت ماری جاؤں گی۔ میرا تو ان سب میں کوئی قصور بھی

"نہیں ہے۔"

اچھا اچھا۔ آپ ریلیکس ہو جائیں۔ فکر نہ کریں۔ ہم دونوں کا دل گہری کھائی ہے جو"

راز گیا سو گیا۔ یہ بس ہم چاروں کا راز ہے۔ "تانیہ نے اسے دلاسہ دیتے کہا۔"

تم لوگ تو وبالِ جان بنتے جا رہے ہو۔ اب مجھے سمجھ آئی کہ سرفراز کل سے آتے "جاتے مجھے دیکھ کر مسکرا کیوں رہا ہے۔"

عائشہ کا دماغ اب کسی کیلکولیٹر کی طرح چل رہا تھا کہ اس آن چاہی محبت کی بارش سے اپنے کاغذی دامن کو کس طرح بچانا ہے۔

آج وہ غیر متوقع طور پر سارا دن گھر رہا۔ رات جب آسیہ اس کے کمرے داخل ہوئیں تو کمرے کی بدتر حالت کے ساتھ وہ صوفے پر بیٹھا سگریٹ کے کش لگاتا گہری سوچ میں محو تھا۔ آسیہ کو آتا دیکھ سگریٹ ایش ٹرے میں مسل دیا کہ ابھی ماں کا کوئی لیکچر سننے کا موڈ نہیں ہے۔ آسیہ اس کے سامنے بیڈ پر آ بیٹھیں۔

"کیسے ہو جلال؟ طبیعت ٹھیک ہے؟"

اماں! اگر تم نے یہ ڈیوٹی دینی ہے نا تو کوئی میرے جیسی ڈھونڈ۔ وہ سیانے کہتے "

ہیں نا کہ ہمسفر وہ ہو جو قدم سے قدم ملا کر چلے۔ تو بس پھر۔ مل جائے تو بتا

"دینا۔ میں شادی کر لوں گا۔"

آسیہ نے جلال کی اس بات پر خیالوں ہی خیالوں میں سرپیٹ لیا۔ ہر بار اس سے بات کرنے کے بعد آسیہ کا یہی ردِ عمل ہوتا تھا۔ وہ پتہ نہیں کیوں ہر بار یہ بھول جاتیں تھیں کہ وہ جلال ہے اس کو زیر کرنا سراسر جہاد کے برابر ہے۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

ء کا جنوری آخری مراحل میں تھا۔ سورج کی چمکیلی روشنی نے صبح کے آغاز 2019 سے ہی سارے اسلام آباد کو سنرے رنگ میں ڈھال دیا تھا۔ ایسے میں وہ فیکٹری کے مین آفس میں لیپ ٹاپ پر جھکا گزشتہ ایک ہفتے میں رضوان گروپ آف

کمرے کا گلاس دُور چرر کی آواز سے کھلا تو اس نے سر اٹھایا۔ آنکھوں میں بے یقینی
ابھری اور کچھ پریشانی بھی۔

"مدت کچھ؟۔۔۔۔۔ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

وہ بلیو جینز پہ لانگ کوٹ پہنے، کلائی پر بڑی نزاکت سے ہینڈ بیگ لٹکائے اور بالوں میں بلیو گوگلز ٹکائے کمرے میں داخل ہوئی اور اس کے سامنے والی کرسی پر خاموشی سے بیٹھی۔

تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیئے تھا مدیحہ۔ ماموں دیکھیں گے تو کیا کہیں گے۔ "اس" نے دوبارہ لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلاتے ماتھے پر بل ڈالے لا پرواہی سے کہا۔

ابو اس وقت گھر پر ہیں اور تم تو کل سے گھر آئے ہی نہیں۔ اسی لیے مجھے ہی آنا۔"
پڑا۔ "مدتِ کچھ نے دھیمے سے لہجے میں کہا۔

کامران نے نظریں اٹھا کر اسے نہیں دیکھا۔ "میں مصروف تھا۔ اسی لیے نہیں آیا۔"

پھر چند لمحے دونوں کے درمیان خاموشی رہی۔

آئی ایم سوری کامران۔ "کچھ دیر بعد مدتحہ نے خاموشی توڑی۔ لہجہ ندامت والا"

visit for more novels:

تھا۔ "تم نے صحیح کہا تھا۔ اب ہمارا رشتہ بہت مضبوط رشتہ بننے جا رہا ہے۔ وہ رشتہ

جس کی بنیاد ہی بھروسہ ہوتا ہے۔ کم از کم مجھے تمہیں سمجھنا چاہیے تھا۔ آئی ایم ریلی

"سوری۔"

کامران کے ماتھے کے بل غائب ہوئے۔ لیپ ٹاپ بند کر کے اسکی طرف متوجہ ہوا۔

"اٹس اوکے۔"

مدیحہ مسکرائی۔ "تھینگ گاڈ۔ میں تو ڈر رہی تھی کہ آج سے پہلے تم مجھ سے کبھی
"ناراض نہیں ہوئے۔ پتہ نہیں مجھے تمہیں منانا آئے گا بھی یا نہیں۔"

واقعی کچھ چیزیں انسان کو اس وقت ملتیں ہیں جب وہ انہیں بالکل نہیں)"

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

(چاہتا۔

مدتھ! اگر کبھی کچھ ایسا ہو جائے کہ ہماری شادی نہ ہو سکے تو تمہارا کیا ردِ عمل ہو؟

کامران صاحب نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنساتے دلچسپی سے پوچھا۔

مدیحہ نے قہقہہ لگایا اور کامران کا لگ اپنی جانب کھسکا کے اس سے گھونٹ بھرتی "بولی۔" کامران ہماری شادی ہو رہی ہے اور اسے کوئی نہیں روک سکتا۔

کامران کے لیے اسکا یہ عمل غیر متوقع نہیں تھا۔ اچانک سے اسکا دل بوجھل ہو گیا تھا۔ دل توڑنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ ٹوٹے دل کی آہ ایک پل میں آپکی دنیا و آخرت برباد کر سکتی ہے۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

وقار ہاؤس کے لاؤنج میں ڈنر کے بعد وہ صوفے پر بیٹھے ٹانگ پر ٹانگ جمائے غائب
دماغی سے سامنے دیوار کو تکے جا رہا تھا۔ ذہن ایک ہی نتیجے پر پہنچنے میں بار بار ناکام
ہو رہا تھا کہ کیا کیا جائے کہ سانپ بھی مر جائے اور لائٹھی بھی نہ ٹوٹے۔

مدتھ کا دل دکھائے بنا، ماموں ممانی کو ناراض کیے بغیر، روپی کی رضامندی سے عائشہ کو اس بات کا یقین دلا کے کہ اس کے لیے کامران سے بہتر شخص کوئی نہیں ہو سکتا، اپنی زندگی میں شامل کرنا اسے کسی ایسٹ بم بنانے سے کم نہیں لگ رہا تھا۔

ساتھ والے صوفے پر روپی ٹی وی میں محو تھیں۔ کامران کو سوچوں میں ڈوبا دیکھ کر ٹی وی آف کر کے اسکی طرف متوجہ ہوئیں۔ "کامران! تمہارے ابو کے دوست تھے نا توقیر، ان کے بیٹے کی شادی ہے دو دن بعد۔ خصوصی طور پہ بلایا ہے انہوں نے۔"

اسکی سوچوں کا چکر لٹا۔

"کون؟ اچھا وہ۔ ہاں چلی جائے گا۔ چھوڑ آؤں گا آپ کو۔"

کامران میں تو چاہتی ہوں تمہاری بھی جلد از جلد شادی ہو جائے۔ اب تو مجھ سے "صبر نہیں ہوتا۔" روپی نے پر جوش ہو کر بولا۔

کامران کے تیور ایک دم بگڑے۔ "کیا ہو گیا ہے امی؟ ابھی ایک ہفتہ نہیں ہوا "منگنی کو اور آپ کو شادی کی پڑ گئی ہے۔"

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

اس کے اس غیر متوقع ردِ عمل پر روپی گڑبڑائیں پھر حیرت کی جگہ غصے نے لے

"لی۔" تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے کامران؟ آج تم مجھے بتا ہی دو۔

"کاش کہ آپ نے پہلے پوچھا ہوتا۔ اب کیا فائدہ؟"

"کیا مطلب؟"

مطلب یہ کہ آپ کو پوری دنیا میں مدتحہ ہی ملی تھی میرے لیے؟ دنیا جہان کا اوور"

کانفیڈنس لیے انتہا کی بے باک اور لا پرواہ لڑکی۔ حد سے زیادہ فیشن ایبل اور آزاد خیال۔ کوئی مشرقیت نہیں ہے اس میں۔ "وہ پھٹ پڑا۔ اسے تو موقع چاہیے تھا۔

روبی کی آنکھوں حیرت سے پھیلیں۔ "یہ آج تمہیں مدتحہ میں دنیا جہان کی خامیاں

"کیوں نظر آرہی ہیں؟ وہ تو بچپن سے ہی ایسی ہے تم جانتے ہو۔

یہی تو بات ہے امی۔ آپ نے سوچا ہی نہیں کہ آپ کو اپنے بیٹے کی نسل کے"

لیے مذہبی اور مشرقی لڑکی ڈھونڈنی چاہئے تھی جو ایک مذہبی گھرانے کے لیے سو ٹیبل

"ہو۔ لیکن آپ نے یہ دیکھا کہ وہ آپ کے بھائی کی بیٹی ہے۔ بس۔

کامران یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟" روبی کی حیرت بڑھتی جارہی تھی۔ "کہاں"

"دیکھ لی ہے تم نے مشرقی لڑکی؟ کسے کہتے ہو تم مشرقی لڑکی؟

امی! کوئی باحیا لڑکی۔ اپنے دوپٹے کو جان سے زیادہ عزیز رکھنے والی لڑکی۔ بلا کی " خوبصورت آنکھیں ہونے کے باوجود انہیں ہر ایرے غیرے کے چہرے پر ٹکانے کی بجائے پلکوں کے حجاب میں رکھنے والی لڑکی۔ کسی انجان سے صرف ضرورت کے تحت اور مختصر بات کرنے والی لڑکی۔ اپنی دانائی سے کسی کا بھی دل موہ لینے والی لڑکی۔ لیکن ایک حد میں رہ کر اتنے مضبوط کردار کی لڑکی کہ اس کے دل تک پہنچنے کے لیے کسی مرد کو اس سے رجوع کرنا پڑے۔ کوئی ایک خوبی بھی ہے ان میں سے "آپ کی مدد میں؟

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

روبینہ بے ساختہ لب کھولے اسے تکے جا رہی تھیں۔ پھر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے اسے پرسکون کرنے کی کوشش کی جس کے کان شدت جذبات سے سرخ ہو گئے تھے۔

کامران! عورت کا تو کام ہی فرمانبرداری ہے۔ کبھی باپ کی، کبھی شوہر تو کبھی بیٹے" کی۔ عورت کو تو جس سانچے میں ڈھالو وہ ڈھل جاتی ہے۔ تم پیار محبت سے اگر مدیحہ کو یہ سب کہو گے تو کیا وہ نہیں کرے گی؟" روبی نے اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

امی! انسان کو مشرقی بنایا نہیں جاسکتا۔ انسان مشرقی 'ہوتا' ہے۔ اور مدیحہ کو تو کوئی "معجزہ ہی بدل سکتا ہے۔ میں نہیں۔" وہ غصے سے کہتا اٹھا اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا باہر نکل گیا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

روبی کے لیے یہ ایک بڑی آزمائش تھی۔ روز بروز بیٹے کا بڑھتا اکھڑ پن اور عزیز بھائی کو دی زبان۔ عجب مصیبت تھی۔

ہی وہ میرا فون اٹھا رہی ہے اور نہ ہی وہ گھر پر ہے۔ تم سے پوچھ رہی ہوں لیکن

"تم پہیلیاں بوجھوا رہے ہو۔ کیا کروں میں؟

رومان کی زبان پر گہرا قفل لگ گیا تو مدیحہ کی تشویش میں مزید اضافہ ہو گیا۔ رومان نے گہری سانس کھینچی۔

"تم خوش قسمت ہو مدد تم۔"

واٹ ریش۔ "وہ سچی میں اکتا گئی۔"

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

عنبر اب تمہیں کبھی بھی نظر نہیں آئے گی۔۔۔۔۔ وہ شہوار۔۔۔۔۔ وہ فراڈ!"

تھا۔ تمہارے پیسوں سمیت 13 لاکھ کی انویسمنٹ پس کمیشن لے کر بھاگ گیا تھا وہ۔ لیکن عنبر نے اس سے بھی نصیحت حاصل نہیں کی۔ اسکا ٹھکانہ تلاش کر کے اکیلی چلی گئی وہاں۔ بس پولیس کو پہنچنے میں تھوڑی دیر ہوگئی تھی۔

"وہ اسکے ساتھ تلخ کلامی میں اپنی جان ہار چکی تھی۔ شہوار فرار ہو گیا۔

مدیحہ کا سانس ساکن تھا۔ وہ پلکیں نہیں جھپک پارہی تھی۔ آنکھیں ضرورت سے زیادہ کھلی تھیں۔

مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم ان سب سے بے خبر ہو۔ دس دن ہو چکے ہیں عنبر"

"کے قتل کو۔ شاید تم اپنی منگنی میں بہت زیادہ مصروف تھی۔

مدیحہ خواب کی سی حالت میں اٹھ کھڑی ہوئی اور ناجانے کب چلتی سرک تک آ گئی

تھی۔ شاید وہ پیچھے سے آوازیں دے رہا تھا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

فروری کا آغاز ہو چکا تھا۔ گھڑی صبح کے ساڑھے پانچ بج رہی تھی۔ اسلام آباد ابھی بھی ہلکل تاریکی میں ڈوبا تھا جب آدھا شہر سو رہا تھا۔ ایسے میں وہ جائے نماز پر سر بسجود

ہو کر تسبیح کر رہی تھی۔ پھر سجدے سے اٹھ کر ذکر میں مشغول تھی کہ نظر بے

سدھ بیڈ پر لیٹی تانیہ پر پڑی۔

عائشہ کے ماتھے پر بل پڑے۔ وہ اس کے پہلو میں آ بیٹھی اور اس کا گال تھپتھپایا۔

تانیہ۔ اٹھو۔ "تانیہ کے جسم میں کوئی حرکت نہیں ہوئی۔"

پھر عائشہ نے اسے کندھوں سے پکڑ کر ہلکا سا جھنجھوڑا۔ وہ کچھ کسمسائی۔ "اُمم۔ کیا ہے؟"

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

"اٹھو تانیہ۔ اور اٹھ کر نماز پڑھو۔ وقت جا رہا ہے۔"

کیا؟ "اس نے بمشکل کچھ آنکھیں کھولیں۔"

"جلدی اٹھو تانیہ۔ یہ وقت گزر گیا تو ساری عمر کا پچھتاوا بن جائے گا۔"

آپ کیا باتیں کر رہی ہیں؟ "تانیہ نے کروٹ بدلی۔"

تانیہ! اٹھو اور اللہ سے اپنے حق میں فیصلے کروالو۔ اپنی آنے والی زندگی سنوار لو۔ کیا "

"تم نے خدیجہ سے کوئی عبرت نہیں حاصل کی؟

تانیہ نے بے زاریت سے اس کی جانب رخ موڑا۔ "عائشہ! جو آپ نے دعا بتائی تھی
 "نا۔ وہ میں روزانہ صبح و شام پڑھتی ہوں۔ اور دعا بھی مانگتی ہوں۔ اب اور کیا کروں؟
 عائشہ نے اسے بازوؤں سے کھینچ کر جھٹکے سے اٹھا کر بٹھایا۔ "تانیہ وہ صرف ایک دعا
 ہے۔ کیا تم نہیں جانتی کہ دعا عبادت کا مغز ہے؟ تو اگر وجود ہی نہیں ہو گا تو
 "صرف مغز کا کیا کرو گی تم؟ وہ تو کسی کام کا نہ ہو نا۔

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

تانیہ چند لمحے نا سمجھی سے عائشہ کا چہرہ دیکھتی رہی۔ پھر عائشہ اٹھ کر چلی گئی تو وہ دوبارہ سے بستر پر ڈھے گئی کیونکہ نماز کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ لیکن اس کے بعد وہ سو نہیں سکی بس کروٹیں بدلتی رہی۔

سورج کا اس وقت مغرب کی طرف سفر جاری تھا جب وہ اپنے لبوں پر ہاتھ رکھے
ہنسی دباتی کمرے سے باہر نکلی اور دروازہ بند کر دیا۔ دوسرے ہاتھ میں جائے نماز
لیے وہ ڈائننگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

کمرے سے اس وقت نکل کر پورے پورشن میں گونجنے والی آواز زیب کی تھی۔ جن
کی تمام تر توپوں کا رخ تانیہ کی طرف تھا۔ کیونکہ اس نے صبح نہ صرف سارا دودھ

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

ابال کر ضائع کر دیا

تھا بلکہ اسے نالی میں بہا کر برتن مانجھ کر ٹھکانے بھی لگا دیے تھے تاکہ کسی کو
کانوں کان خبر نہ ہو۔ اور اوپر سے وہ اس بات پر بضد تھی کہ دودھ والا تو آج دودھ
دینے آیا ہی نہیں۔

کامران جب لاؤنج میں داخل ہوا تو وہی آوازیں اس کی سماعت سے ٹکرائیں۔ وہ تانیہ کو زیب کا عدالت سے باعزت بری کروانے کی غرض سے کمرے کی جانب بڑھا تھا کہ دو قدم پیچھے مڑا۔ گردن اکڑا کے ڈائنگ روم کے گلاس ڈور سے اندر کا منظر دیکھتے اس کے لب ہلکی مسکراہٹ میں ڈھلے۔

ڈائنگ ٹیبل کی سب سے آخری کرسی پر وہ بنا آواز جا بیٹھا۔ یہاں سے وہ عائشہ کے ایک رخ سے اس کے ہلتے ہونٹ باآسانی دیکھ سکتا تھا۔ سینے کے سامنے ہاتھ پھیلائے جب اس نے دعا کا آغاز کیا تو پہلے ہی جملے کے اختتام پر پیچھے سے آمین کی صدا بلند ہوئی۔ عائشہ کے سرگوشی کرتے لب چند لمحے کو تھمے۔ کم از کم اس آواز کو تو اب وہ ہزاروں میں پہچان سکتی تھی۔ پھر باقی ساری دعا اس نے بنا سرگوشی کے مانگی لیکن پھر بھی ہر جملے کے اختتام پر پیچھے سے آمین کی مسلسل آوازیں آتی رہیں۔

وہ جائے نماز اکٹھا کر کے دروازے کی جانب بڑھ رہی تھی جب کامران اس سے مخاطب ہوا۔ "آپ کی ساری دعائیں قبول ہو گئی ہیں۔ اللہ نے تو کر لی ہیں پر اب "آپ قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں۔"

عائشہ نے شعلہ بارنگاہوں سے دیکھتے اس کی جانب رخ کیا۔ "آپ کو پتہ بھی ہے کہ میں نے کیا مانگا ہے؟ بڑا آمین آمین کہہ رہے تھے۔ میں نے مانگا ہے کہ میری "کامران صاحب سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جان چھوٹ جائے۔"

نہیں۔ آپ نے یہ نہیں مانگا۔ آپ جھوٹ بول رہی ہیں۔ "اس نے مسکراتے " ہوئے کہا۔

عائشہ کی قمری پیشانی پر سلوٹیں پڑیں۔ "آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟ "کامران ہاتھ باندھے اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔ "کیونکہ جہاں تک میں آپ کو جانتا ہوں آپ کسی

نامحرم کو اپنی دعاؤں کا حصہ نہیں بنائیں گی۔ اور میں نے آپ کی ہر ایک دعا پر دل سے آمین کہا ہے چاہے وہ میرے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ پر مجھے پتا ہے وہ "میرے خلاف نہیں ہیں۔ لیکن افسوس کہ میرے حق میں بھی نہیں ہے۔"

کامران صاحب! مت کریں۔ "اچانک سے عائشہ کا انداز منت والا ہو گیا۔" میں "یہاں صرف پڑھنے کے لیے آئی ہوں۔ لیکن جو سبق آپ مجھے پڑھانا چاہ رہے ہیں وہ "میں نہیں پڑھنا چاہتی۔"

میں کہاں آپ کو کوئی سبق پڑھا رہا ہوں۔ میں تو خود ساری زندگی کے لیے آپ کی "شاگردی میں آنا چاہتا ہوں۔"

"نا ممکن ہے۔"

"نہیں۔ بس تھوڑا سا مشکل ہے۔"

میرے لیے ناممکن ہی ہے۔ "اس نے دو ٹوک کہا۔ "میرے پاس اور بھی بہت" سے راستے ہیں کامران صاحب۔ میرے لیے ایسے حالات پیدا ناکریں کہ مجھے سب "کا خلوص کچل کے جانا پڑے۔"

آج پہلی بار عائشہ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کے عزائم توڑنے کی بھرپور کوشش کی تھی اور وہ کامیاب ہو بھی گئی تھی لیکن عزائم نہیں دل توڑنے میں۔'

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

رات کا پچھلا پہر۔ میخ بستہ رات۔ کھلا آسمان۔ تاحدنگاہ سبزہ۔ اور کہیں کہیں فاصلے سے کھڑے درخت۔ دور سے نظر آتے تاریکی میں ڈوبے پہاڑ۔ جگہ تھی فیصل مسجد کی پچھلی طرف۔ ایک سیدھی اور قدرے چوڑی سڑک اس سبزے کو دو حصوں میں

چیرتی تھی۔ ایسے میں ایک درخت کی اوٹ میں وہ ایک گھٹنہ گھاس پر رکھے دوسرے پر بازو ٹکائے کسی تاک میں تھا۔ ہاتھ میں پکڑی گن پر گرفت مضبوط تھی۔

پھر ہاتھ فضا میں بلند کر کے دو انگلیوں کے اشارے سے پیچھے والے ساتھی کو آگے جانے کا حکم دیا۔ ساتھی نے چند گز آگے ایک درخت کی اوٹ میں پوزیشن سنبھال لی۔ انہیں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ جلد ہی سرک پر دھیرے دھیرے سے بڑھتی سنہری روشنی نمودار ہونے لگی اور چند ہی لمحوں بعد فضا گاڑی کے ٹائروں کے گھسنے کی آواز سے گونج اٹھی جیسے کانٹے یا کیلوں پر تیز رفتار گاڑی چرٹھ دوڑی ہو۔

جلال کے چہرے پر فاتحانہ اور مغرور مسکراہٹ لہرائی۔

ذرا سی گردن موڑنے پر اس کا ٹارگٹ عین اس کے فریم میں پورا نظر آیا تھا۔

اٹھائی۔

ساتھی کی سنائپر اور ریوالور وہیں گھاس پر دھریں تمھیں لیکن وہ خود وہاں سے غائب
تھا اور لگے ہی لمحے اسے اپنی گردن پر ٹھنڈا دباؤ محسوس ہوا۔ گن کا دباؤ۔

صبح کی بہت دھیمی روشنی چار سو پھیل رہی تھی جب وہ اپنا دائیں ہاتھ سے بائیں
بازو کو ذور سے دبوچے گیٹ سے انداز داخل ہوا تھا خون کی لمبی دھار اس کے بازو
سے ہوتی ہاتھ تک پہنچ کر خشک ہو گئی تھی اور دایاں ہاتھ گاڑھے خون کی وجہ سے
زخم کے ساتھ چپک گیا تھا۔ ان سب کے باوجود وہ اسی بازو سے پچھلے ایک گھنٹے
سے گاڑی ڈرائیو کر کے گھر پہنچا تھا۔

پوریج سے لاؤنج کی طرف بڑھتے اس کے چہرے پر شدت درد کے تاثرات واضح تھے۔ بوجھل قدم بڑھاتے ایک دم اس کے قدم تھمے جب سائیڈ سے جلدی میں آتی عائشہ اس کے ساتھ ٹکراتی ٹکراتی بچی۔ وہ نماز کے بعد لاندڑی سے اپنا یونیفارم لینے آئی تھی جو اس نے رات دھو کر ڈالا تھا۔ اور اب واپس آرہی تھی

جب-----

لگے پل جلال کی نگاہیں عائشہ کے حجابی چہرے پر تھیں اور اس کی پھٹی پھٹی

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

نظریں اس کے بازو پر۔

تم صبح صبح اتنی سردی میں باہر کیا کر رہی ہو؟" اس نے ہنوز نگاہیں جمائے کہا۔

آپ کو گولی لگی ہے؟" اس کا چہرہ اور انداز شدید حیرت والا تھا۔

عائشہ نے حیرت سے اس کا چہرہ دیکھا۔ "اگر کہیں دائیں بائیں لگ جاتی تو؟ آسیہ

"خالہ کیا کرتیں؟

اگر بائیں ہو جاتی تو یہ زخم نہ آتا اور اگر دائیں ہو جاتی تو امی وہی کرتی جو ہر شہید "اکی ماں کرتی ہے۔"

شہید؟" عائشہ نے منہ کے زاویے بگاڑے اور ساتھ ہی زخم پر دوبارہ نظر ڈالتے "اپنے ہاتھ میں پکڑے کپڑوں میں سے ایک چھوٹے سکارف کو چند تمہیں لگا کر جلال کی طرف بڑھایا جسے اس نے نہیں تھا لیکن اس نے بگڑے تاثرات کو اچھی طرح نوٹ کیا۔

تم جانتی ہی کیا ہو میرے بارے میں جو اتنی بجمینٹل ہو رہی ہو؟ "اس نے کچھ"

غصے سے کہا لیکن عائشہ پرسکون رہی۔

"میں تو کیا؟ آپ کے بارے میں تو آپ کی ماں بھی کچھ نہیں جانتی۔"

ہاں۔ کیونکہ سب نے ہمیشہ مجھ سے بس یہی کہا کہ چھوڑ دو۔ مت کرو۔ بس"

کرو۔ کبھی یہ نہیں پوچھا کہ میں کیا کرتا ہوں اور کیوں کرتا ہوں؟ میرے باپ کے بعد
"کبھی کسی نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا۔ میری سگی ماں نے بھی نہیں۔"

عائشہ کو صرف ایک سیکنڈ لگا تھا اس کے لہجے کا درد بھانپنے میں۔ اس کے نظر میں
جلال کے بے حس اور جذبات سے عاری ہونے کا تاثر لمحے میں ختم ہو گیا۔

visit for more novels:

عائشہ نے سکراف والا ہاتھ پیچھے نہیں ہٹایا۔ "تو آپ نے کبھی ان سب کو اپنے
جذبات سے آگاہ کرنے کی کوشش؟" اس نے نرمی سے کہتے سکراف مزید آگے

بڑھایا۔

وہ اس کے ہاتھ سے سکارف جھپٹتے کڑواہٹ سے بولا۔ "لعنت ہے ایسے جذبات پر
"جن کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے الفاظ کی ضرورت پڑے۔"

اس لمحے پہلی بار عائشہ لاجواب ہو گئی ورنہ دلائل دینے میں وہ کبھی نہیں ہارتی تھی۔ اور جب اسے اس بات کا احساس ہوا کہ وہ یہاں اکیلی ایک غیر مرد کی ساتھ کھڑی ہے تو مزید کچھ کہنے سننے کی بجائے وہ کنارہ کر گئی۔ بات ویسے بھی ختم ہو چکی تھی۔ جلال بھی آگے بڑھ گیا۔

عائشہ نے مڑ کر اسے ایک نظر دیکھنا ضروری سمجھا جس کا ہاتھ زخم سے چپک جانے کی وجہ سے الگ کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

عائشہ کے دل میں بے ساختہ خیال آیا کہ کاش وہ مخالف جنس کا نہ ہوتا تو ایک ماں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کی خاطر وہ جلال کی اصلاح کے لیے ایڑی چوٹی کی ذور لگا دیتی۔

آہ۔ معصوم۔ اس بات سے نا آشنا کہ مخالف جنس کے حاصل شخص کی اصلاح کا بھی تو ایک 'الائنس' ہوا کرتا ہے۔ ہوتا ہے نا؟

فروری کی تیسرا ہفتہ شروع ہو گیا تھا جو عائشہ کا 'ایگزٹ' اور ویک 'گزشٹہ' کچھ دنوں سے تو اس کی کسی سے ٹھیک طرح سے بات بھی نہیں ہو سکی تھی اور کامران سے ملاقات یا آنا سامنا تو بالکل بھی نہیں۔

آج صبح سے ہی آسمان پر کالی گھٹائی تھی اور دوپہر میں بادل اپنا آپ دکھا کر فارغ ہو چکے تھے البتہ موسم ابھی بھی گدلا گدلا سا تھا جیسے ابھی بادلوں کا مزید برسنے کا جی ہو۔

ایسے میں لاؤنج کے صوفے پر نیم دراز لیٹا سرفراز پیٹ پر شیشے کا پاپ کارن سے بھرا پیالہ رکھے ٹی وی سکرین پر دوڑتی ریسنگ کارز کو ترسی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا جب مخالف طرف سے تانیہ فرنیچ فرائز کی پلیٹ اٹھائے کمرے کی جانب بڑھتی دکھائی دی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

ہش ہش۔ بات سنو۔ "وہ تانیہ کو ہاتھ سے آنے کا اشارہ کرتے مخاطب ہوا۔"

تانیہ ایک لمحے کو کی پھر لمبے لمبے قدم اٹھائی اس کے سر پر اکھڑی

ہوئی۔ "اے! بد تمیز۔ یہ ہش کیا ہوتا ہے؟ نام نہیں لیا جاتا تم سے؟ بلکہ نام بھی

"کیوں لینا ہے؟ آپی کہا کرو مجھے۔

"آپی؟ وہ طنزیہ ہنسا۔ "آپی تو میں عائشہ کو بھی نہیں کہتا۔ تمہیں کہاں سے کہوں؟"

خیر وہ تو تم کسی اور وجہ سے نہیں کہتے۔ "وہ کہتی ہوئی ساتھ والے صوفے پر بیٹھ"

گئی تو سرفراز اس کی بات پر مسکراہٹ دبا گیا۔

visit for more novels:

عائشہ کو پتا ہے جو تم نے ابھی کہا ہے؟ میرا مطلب ہے وجہ۔ "سرفراز نے"

تجسس سے پوچھا۔

لوفر انسان۔ ایک لگاؤں گی کان کے نیچے۔ پانچ سال بڑی ہیں وہ تم سے۔ اور"

کامران بھائی کو پتا چل گیا نا تو تمہارے سارے دانت نکال کے ہاتھ میں پکڑا دیں

گے۔ "اس نے آخری جملہ آہستہ آواز میں کہا۔

ظالم دستور۔ "سرفراز نے منہ بنایا۔" اچھا یہ بتاؤ کامران بھائی کی کاوشیں کہاں " تک پہنچیں؟

”کوئی محبوب کو حالتِ ذار پر رحم آیا کہ نہیں؟“

visit for more novels:

تمہیں ان کی شکل دیکھ کر پتہ نہیں چلتا کہ ان کے حالات کیسے چل رہے ہیں؟ بے چارے اتنے اداس رہتے ہیں۔ ہائے۔ محبت کرنے والوں کے ساتھ ہمیشہ ایسے ہی ہوتا ہے۔ پتہ نہیں محبوب اتنے پتھر دل کیوں ہوتے ہیں؟

اس نے بالکل کسی ناکام محبت پر مبنی ڈرامے کی ہیروین کے رٹے رٹائے ڈائیلاگ دہرائے۔

"تمہیں بڑا پتہ ہے؟ کم ٹی وی دیکھا کرو۔"

تانیہ اپنے خواب کے منظر سے باہر آئی تو منہ کے زاویے بگاڑے پھر مڑ کر دیکھا تو دروازے پر کسی کی آمد ہوئی۔ "اچھا چپ کرو اب۔ روبی پھپھو اسی طرف آرہی ہیں۔ بالکل خاموش رہنا۔"

visit for more novels:

زیب روبی سے رسمی سلام دعا کے بعد لاؤنج میں لے آئیں اور گفت و شنید شروع ہو گئی۔

عائشہ کا پڑھ پڑھ کے دماغ چکرانے لگا تھا اور اب کتابوں سے سخت بیزاریت ہو رہی تھی تو سوچا لان میں جا کر کچھ باہر کا موسم ہی انجوائے کر آئے۔

اسی خیال کے تحت وہ کمرے سے نکلی تھی کہ روبی پھپھو کو دیکھتے ان کے قریب آئی اور سلام کیا۔

"السلام علیکم روہی پھپھو! کیسی ہیں آپ؟ اتنے دنوں بعد چکر لگایا؟"

روپی کی جو راب دیتی زبان لمحے بھر کو ہلنا بھول گئی۔ "وع۔۔۔۔۔" لیکم اسلام۔ "دو ہفتے پہلے کامران کا کہا ایک ایک لفظ روپی کے سر میں ہتھوڑے کی طرح لگنے لگا۔

۔ (بلا کی حسین آنکھیں والی لڑکی۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

دوپٹے والی لڑکی۔

شہرم و حیا والی لڑکی۔

نمازی پر میزبانی لڑکی۔

غیر مردوں سے بلا ضرورت مختصر بات کرنے والی لڑکی)۔

کیا ہوا روپی پھپھو؟ "عائشہ نے ہلکا سا مسکراتے کہا۔"

کچھ نہیں۔۔۔۔۔ زیب! دیکھ کو بلا دو ذرا۔ مجھے اس کے ساتھ کچھ ضروری سامان"

خرید نے جانا ہے۔ ماشاء اللہ سے عمران اس بار پورے تین مہینے بعد آرہا ہے۔ "وہ

عائشہ کو پوری طرح نظر انداز کرتی زیب سے مخاطب ہوئیں۔

عائشہ وہیں قریبی صوفے پر بیٹھ گئی۔

روبی باجی! مدد تو باہر گئی ہوئی ہے۔ کہہ رہی تھی بارش ہو رہی ہے تو دوستوں"

کے ساتھ آؤٹنگ پر جانا ہے۔ آپ پہلے بتا دیتی تو میں اسے روک لیتی۔ "زیب نے

عذر پیش کیا۔

اچھا؟ چلو۔۔۔۔ کوئی بات نہیں۔ عائشہ تم کہیں مصروف تو نہیں؟ تم چلی آؤ"

"میرے ساتھ۔"

انہوں نے ایک دم عائشہ کی طرف رخ موڑتے بغیر کچھ سوچے سمجھے پیش کش کر دی۔

عائشہ اچانک پیش کش پر گرڑ بڑا گئی۔ "میں؟" کیونکہ وہ جانتی تھی کہ روبی کے ساتھ یقیناً کامران بھی ضرور ہوگا اور عین ممکن بھی ہے کہ یہ اسی کا بیٹا ہوا جال ہو۔

جی۔۔۔۔۔ میں فری ہوں پر۔۔۔۔۔ ہم ایسا کرتے ہیں تانیہ کو بھی ساتھ لے " جاتے ہیں۔ وہ بے چاری گھر میں اکیلی کیا کرے گی؟ " اس کی تو جیسے سہارا ملتے پر

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

سمانس آئی ہو۔

(لیکن سہارا بے ایمان۔)

ہاں۔ چلو ٹھیک ہے۔ میں گاڑی میں انتظار کر رہی ہوں۔ جلدی سے آجاؤ۔ بارش"

"اکہیں دوبارہ نہ شروع ہو جائے۔"

روبی کہتی ہوئی کھڑی ہوئیں اور عائشہ بھی تانیہ کا ہاتھ پکڑتے گھسیٹتی ہوئی کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

کمرے کا دروازہ بند کرتے وہ تانیہ سے مخاطب ہوئی۔ "تانیہ! مجھے سچ سچ بتاؤ۔ یہ پھر سے تمہارے بہنوئی کی کوئی چال ہے نا؟ اور تم بھی اس میں شریک ہو۔ ہے نا؟"

اسد توبہ۔ عائشہ! آپ کتنا شک کرتی ہیں۔ اس بار مجھے اس سب کے بارے میں "کچھ نہیں پتہ۔" تانیہ نے چہرے پر لاکھ معصومیت سجائے کہا۔

عائشہ نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا جیسے آخری وارننگ دے رہی ہو۔

اس کی قسم۔ مجھے کچھ نہ پتہ۔ "اب کی بار اسکا لہجہ مظلوموں والا تھا۔"

اچھا ٹھیک ہے۔ کیا میں نے تمہاری بات کا یقین لیکن۔۔۔۔۔۔ ایک شرط"

"پہ؟"

تانیہ نے طلب گار نگاہوں سے اسے دیکھا۔

آج ایک دن کے لیے، تم بھول جاؤ کہ تمہارا کامران صاحب سے کوئی تعلق "

ہے۔ بالکل نا آشنا ہو جاؤ ان سے۔ وہ کچھ بھی کرنے کو کہیں، مت کرنا۔ بس میری سننا اور میری ماننا۔ سارے راستے اور مال میں ایک لمحے کے لیے بھی اگر تم دائیں بائیں ہوئی اور مجھے کسی 'شکاری' کے سامنے اکیلا چھوڑا تو۔۔۔۔۔ تو میں کبھی دوبارہ تمہاری مدد نہیں کروں گی۔ کسی کام میں بھی نہیں۔ سمجھی؟ بس یہ سمجھو کہ آج کے دن تم میری باڈی گارڈ ہو۔ ڈیل؟ "عائشہ نے ہاتھ آگے بڑھایا۔

تانیہ نے چند لمحے دیکھے کے بعد بدلی سے بوجھل ہاتھ بڑھایا۔ بچپن کے پارٹنر کے ساتھ آج اسے بے وفائی کرنی تھی۔

وہ دونوں جب تیار ہو کر کمرے سے نکلی تو روپی باہر جا چکی تھیں۔ لاؤنج میں صرف آسیہ خالہ اور زیب موجود تھیں۔

عائشہ کو روپی کے پیچھے جاتے دیکھ آسیہ کے کان سرخ ہو کر جلنے لگے تھے۔

زیب! میں نے دنیا میں تم سے بڑا بیوقوف نہیں دیکھا۔ تم جانتی بھی ہو کہ روپی" کے ساتھ کامران بھی ہوگا پھر بھی تم نے عائشہ کو روپی کے ساتھ بھیج دیا؟ کیوں" اپنی بیٹی کا گھر بسنے سے پہلے ہی اجاڑنے کے درپے ہو تم؟

visit for more novels:

اللہ نہ کرے آسیہ آیا۔ ویسے ایک بار اگر کوئی بات آپ کے ذہن میں سما جائے" "ناتو بس پھر -

اچھا؟ اتنی پر یقین ہو تم؟ اور ایک منٹ کے لیے سوچو اگر میری بات میں ""
 صداقت ہوئی تو پھر کیا کرو گی تم؟ اگر کسی دن تم یا تمھاری بیٹی خالی دامن رہ جائیں
 "تو؟"

"اچھا اچھا۔ بس کریں آپا۔" زیب غصہ ہوئیں۔ "آج کے بعد نہیں بھیجوں گی۔"

گاڑی کی بیک سیٹ پر وہ اور تانیہ مخالف سمتوں میں بیٹھیں دونوں ہی کار کے
 شیشوں سے باہر کے موسم سے لطف اندوز ہو رہیں تھیں۔ بلکہ لطف اندوز تو صرف
 تانیہ ہو رہی تھی۔

جب سے سفر شروع ہوا تھا عائشہ کو ناچاہتے ہوئے بھی باہر دیکھنا پڑ رہا تھا کیونکہ وہ
 مسلسل کسی کی نظروں کے حصار میں تھی اور اس سے نظریں ملانے کا تو سوال

ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کار کے اندر کا ماحول اسے کافی تپا دینے والا محسوس ہو رہا تھا۔ بیک ویو مرر اس کو دنیا کی سب سے بھونڈی ایجاد لگ رہا تھا۔

کار ہائپر سٹار گیگا مال کے سامنے کی تو اس نے تانیہ کو آنکھ کا اشارہ کیا جسے سمجھتے ہوئے تانیہ نے پھیکا سا سر ہلایا۔

سب سے پہلے کار سے روٹی اتری پھر ان کے فوراً بعد عائشہ اور فوراً بعد تانیہ۔ عائشہ نے روٹی اور تانیہ کے درمیان سینڈوچ ہو کر چلنا شروع کر دیا جسے فی الحال کامران نے نوٹ نہیں کیا تھا۔ وہ بھی ان کے پیچھے چلتا رہا۔ دماغ میں برق رفتاری سے وہ ساری باتیں چل رہی تھیں جو اس نے ہر حال میں عائشہ سے کہنی تھیں۔ ہر حال میں۔

اب اس وقت، 142 منٹ مسلسل یہ بلی چوہے کا کھیل دیکھنے کے بعد کوئی بھی کامران کے چہرے کا طیش اور ناگواریت محسوس کر سکتا تھا۔ سوائے ان تینوں کے۔

وہ کسی بھی شاپ میں داخل ہوتے تو عائشہ ان دونوں کے درمیان بیٹھتی۔ اگر شاپ سے باہر نکلتے تو عائشہ ان کے درمیان میں چلتی اس طرح کہ اس کا ایک کندھا روپی کے ساتھ لگتا اور دوسرا تانیہ کے ساتھ۔ وہ دونوں رکتی تو عائشہ بھی رک جاتی اور وہ چلتی تو عائشہ بھی چلنے لگتی۔

ان سب کے دوران کامران نے تانیہ کو تقریباً تیرہ اشارے کیے جسے اس نے ہر بار بڑی صفائی سے نظر انداز کیا۔

ضبط سے کامران نے مٹھیاں اور جبرے بھیجنے ہوئے تھے کیونکہ اتنا آسان موقع وہ کسی صورت گنونا نہیں چاہتا تھا۔

امی! میں زرا ایک فون کال کر کے آتا ہوں۔" اسے کچھ سوچھا تھا۔"

یہ شاپنگ عمران کے اعزاز میں تھی سو وہ ایک مردانہ ڈریسنگ شاپ میں داخل ہوئے۔ عائشہ اب پہلے سے زیادہ پرسکون تھی کیونکہ کامران اب آس پاس بھی نہیں تھا۔

تانیہ کا فون بجا تو اس نے ماتھا پیٹا۔ کامران بھائی کالنگ (یا اس میں کہاں پھنس گئی ہوں؟) اس نے بوجھل دل سے فون اٹھایا۔

visit for more novels:

تانیہ کی بچی! تم نے میرے ہاتھوں ضائع ہونا ہے؟ میری بات کیوں نہیں سن رہی؟" وہ درشتی سے بولا جیسے فون سے نکل کے تانیہ کا گلا دبا دے گا۔

کامران بھائی! میں نے یہیں پہ زور زور سے رونا شروع کر دینا ہے میں پہلے ہی " بہت بیزار ہوں ان سب سے۔ عائشہ کہتی ہیں ایک لمحے کے لیے بھی مجھ سے دور

نہیں ہونا ورنہ میں کبھی بھی تمہارے کام نہیں آؤں گی اور آپ کہتے ہیں کہ تم نے میرے ہاتھوں ضائع ہو جانا ہے۔ ایسا کریں کہ میرے دو حصے کر لیں آپ دونوں۔" کہتے کہتے تانیہ کی آنکھوں میں آگ ابھر آئی تھی۔

کامران نے غصے سے فون بند کر دیا۔

اگلا آدھا گھنٹہ بھی اسی طرح گزرا۔ شاپنگ مکمل ہو گئی تھی اور اب وہ چاروں ایگزٹ کی جانب بڑھ رہے تھے۔

visit for more novels:

عائشہ کے چہرے پر اطمینان بھری مسکراہٹ تھی جیسے کوئی بزمِ ناکارہ کر دیا ہو۔ جب کہ کامران کا طیش اب غم میں بدل گیا تھا۔

پارکنگ ایریا میں کامران ان تینوں کے پیچھے ڈھلکے کندھوں کے ساتھ، منہ لٹکائے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا بڑھ رہا تھا جب روبی کے اچانک رکنے کی وجہ سے وہ، دونوں بھی ساتھ ہی رکیں۔

آئے ہائے۔ وہ گھڑی والے کی شاپ سے کریڈٹ کارڈ واپس لینا تو یاد ہی نہیں"

رہا۔ "روبی نے ماتھا پیٹتے کہا۔ "تم لوگ گاڑی میں جا کر بیٹھو۔ مجھے خود ہی جانا پڑے"

"اگاکہ کیونکہ میں نے ہی پے منٹ کی تھی۔

روبی کی بات پر عائشہ کے پیروں تلے سے زمین کھسکی۔ سارے کیے کرائے پر پانی پھرنے والا تھا۔ ایک مضبوط ڈھال چھوٹنے والی تھی۔ "میں بھی آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔" عائشہ نے مظلومانہ انداز میں کہا۔

ارے نہیں بیٹا تم کہاں تھکو گی - تم لوگ جاؤ گاڑی میں بیٹھو۔ میں آتی ہوں۔" اور عائشہ کے مزید کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ مڑ گئیں۔

جہاں کامران کے ڈھلکے کندھے چوڑے ہوئے وہیں عائشہ نے تانیہ کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا جب وہ عین اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔

ایک بات ہی تو کرنی ہوتی ہے آپ سے۔ اس پر بھی اب اتنی پابندیاں لگائیں گی؟" وہ تانیہ کو سراسر نظر انداز کرتے عائشہ کی طرف دیکھتے مخاطب ہوا۔

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

عائشہ نے جواب نہ دیا جیسے کچھ سنا ہی نہ ہو۔ بس ادھر ادھر دیکھتی رہی۔

"اچھا؟ تو اب چپ کی مار ماریں گی آپ؟"

عائشہ نے پھر سے جواب نہ دیتے ہوئے چہرہ بے تاثر رکھا۔

"کامران کالمے بھر میں دوبارہ منہ لٹک گیا۔" آپ کچھ تو کہیں۔

Visit For More Novels : www.urdu-novelbank.com Page 276
E-mail pdfnovelbank@gmail.com WhatsApp [03061756508](https://wa.me/03061756508)

تو پھر مجھے یہ بتائیں کہ میں کیا کروں؟ "کامران کا لہجہ پہلے سے زیادہ منت بھرا"

"تھا" مجھے تو پہلی نظر میں ہی آپ -----

کامران صاحب پلیز۔ "اس نے بات کاٹتے ہاتھ اٹھا کے غصے سے کہا۔ "میں 'لو' لیٹ فرسٹ سائیٹ پر یقین نہیں رکھتی۔ پہلی نظر کی محبت جیسا دنیا میں کچھ نہیں ہوتا۔"

کامران دم سادھے اسے یک ٹک دیکھے سن رہا تھا۔

visit for more novels:

پہلی نظر میں آپ کو سامنے والے کے بارے میں پتہ ہی کیا چلتا ہے؟ صرف " خوبصورتی یا پھر ادائیں۔ بس؟ خوبصورتی کا کیا ہے؟ آج ہے کل نہیں ہے۔ اور ادائیں؟ وہ تو کوئی بھی دکھا سکتا ہے۔۔۔ محبت تو وقت کے ساتھ آہستہ آہستہ

پروان چڑھنے والا جذبہ ہے۔ اس شخص کی عادتوں، باتوں، اور طور طریقوں سے لگاؤ کا
 "نام محبت ہے۔ اور یہ سب تو ٹائم ٹیکنگ ہے۔ سو یہ فضول۔۔۔۔۔"

ایک منٹ ایک منٹ۔ "وہ سراپا حیرت تھا۔" میں نے تو آپ سے کبھی کہا ہی
 "انہیں کہ مجھے آپ سے 'محبت' ہے میں نے ہمیشہ یہی کہا ہے کہ آپ مجھے 'پسند
 "ہیں۔"

اگلے ہی لمحے بے اختیار تانیہ کے قہقہوں سے فضا گونج اٹھی۔ ایک ہاتھ منہ پر اور
 دوسرا پیٹ پر رکھے وہ بے اختیار ہنسنے چلے جا رہی تھی۔
 visit for more novels:
 www.urdu-novel-bank.com

عائشہ کے پریشان چہرے پر لب کھلے کے کھلے رہ گئے۔ اسکا سانس رک گیا تھا۔

پہلی نظر کی محبت نہ سہی، کوئی پسند تو آسکتا ہے نا؟ "کامران نے سر ہلاتے اس"
سے تصدیق چاہی۔ "یا پھر شاید۔۔۔۔۔ آپ یہ کہہ رہی ہیں کہ میں آپ سے کہوں
"کہ مجھے آپ سے محبت ہے پھر۔۔۔۔۔؟"

عائشہ کی آنکھیں مزید کھلیں۔ گال سرخ ہو کر جلنے لگے۔ وہ بس 'اف اف' کرتی سر جھکائے کار کی طرف بڑھ گئی۔

کامران نے اپنی ہنسی دبائی اور مسکراتے ہوئے عائشہ کا 'اف' 'اف' اپنے منہ میں

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

دہرایا۔

تانیہ اب ایک کار کا سہارا لے کے اپنا سانس بحال کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

توبہ ہے۔ ہر بات میں اپنی مرضی کا مطلب نکال لیتے ہیں۔ بات نہ کرو تو)

مسئلہ۔ بات کر لو تو اس سے بھی بڑا مسئلہ۔ اف۔)

گھر واپسی پر پرطیش عائشہ لمبے لمبے قدم اٹھاتی کمرے میں آئی۔ سامنے دیوار پر لگے کیلنڈر پر اگلے سات دن کی تاریخوں پر مارکر سے نشان لگائے۔

یا اللہ بس یہ سات دن عزت سے گزار دیں۔ میں آئندہ کبھی ایسی حماقت دوبارہ (نہیں کروں گی۔

اس نے الماری سے سوٹ کیس نکالتے سوچا اور چھوٹی موٹی چیزوں کو پھینکنے کی صورت سوٹ کیس میں ڈالنے لگی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

مارچ 2019ء کا آغاز۔ صبح گیارہ بجے کا وقت۔ غیر معمولی طور پر دھند سے اٹی سرڑکیں اور گلیاں۔ وہ رضوان ہاؤس کے باہر گیٹ کے سامنے کندھے پر شال

ڈالے، ہاتھ میں ہینڈ بیگ پکڑے، نظریں اس بنگلے پر مرکوز کیے کھڑی تھی جہاں پر وہ ساڑھے چار ماہ پہلے ایک 'انڈیگیسٹ' کے طور پر آئی تھی اور پھر کچھ لوگوں کے لیے 'وانڈیٹیٹ اینی کاسٹ' (ہر حال میں چاہیے) بن گئی۔ پہلو میں ایک سوٹ کیس بھی پڑا تھا۔

سفید دھند میں دھندلے دکھائی دیتے بنگلے پر نظریں جمائے وہ سوچ رہی تھی کہ یہ بنگلہ اسی طرح اس کی زندگی اور یادوں میں دھندلا ہونے والا ہے۔

میں امید کرتی ہوں کہ آئندہ اس گھر اور اس سے وابستہ کسی بھی شخص سے میرا "سامنا نہیں ہوگا۔ ان شاء اللہ۔" اس کے لب سرگوشی میں ہلے۔

امتحانات کے اختتام پر ہونے والی ایک ماہ کی چھٹیاں اس نے اپنے گھر گزارنے کا فیصلہ کیا تھا۔ کم از کم یہاں تو اس نے سب کو یہی کہا تھا لیکن صرف وہی جانتی

تھی کہ یہ ایک ماہ کی چھٹیاں اس کے لیے کبھی ختم نہیں ہوں گی۔ یہ ان سب جھنبیلوں سے چھٹکارے کا بہترین موقع ہے۔ وہ یہاں کبھی دوبارہ واپس نہیں آئے گی۔ چاہے جو ہو جائے۔

اتنی دیر میں گاڑی کا ہارن بجا تو وہ بیک ڈور کھولے بیٹھ گئی اور رضوان ہاؤس اس کی نظروں سے اوجھل ہوتا چلا گیا۔

visit for more novels:

اب ذرا آٹھ دن پہلے کے فلیش بیک میں جاتے ہیں جب ہائپر سٹار گیگا مال کے پارکنگ ایریا میں عائشہ کامران کے باتوں پر مسلسل چپ سادھے ہوئے تھی تو کوئی تھا جو مسلسل ان دونوں پر نظر رکھے ہوئے تھا۔

اس دن شاپنگ سے واپسی پر روبی سارے راستے اور گھر آنے کے بعد شام تک خاموش رہیں۔ کوئی خاص بات نہیں کی۔ پھر کھانے کے بعد کامران کو اپنے کمرے میں بلایا۔

جی امی! آپ نے بلایا؟" وہ روٹی کے پیروں کی طرف بیڈ پر بیٹھ گیا۔ روٹی چند لمحے " بے تاثر چہرے سے اسے دیکھتی رہیں پھر کامران کی طرف جھکیں۔ "کامران! تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ جب تمہیں علم تھا کہ تم کئی سالوں سے مددگار سے منسوب "ہو تو تمہیں اپنے دل پر قابو رکھنا چاہیے تھا۔ اپنی نظروں پر قابو رکھنا چاہیے تھا۔ کامران نے نظریں جھکائیں۔ "رکھا تھا امی۔ بہت رکھا تھا۔ لیکن بس ایک بار غلطی "ہو گئی تھی۔

کامران کی سرگوشی روپی کی سماعت سے ٹکرائی۔

"کیوں کامران؟ ایک بار بھی کیوں ہوئی؟"

کامران نے پر امید نگاہوں سے روبی کے دونوں ہاتھ تھامے۔ "امی! آپ ان دونوں کو ایک ساتھ کھڑا کر کے موازنہ تو کریں۔ کیا آپ کو نہیں پتہ کہ دونوں میں سے کون بہتر ہے؟ کیا مجھے انتخاب کا کوئی حق نہیں؟ بہتر پانے کا حق نہیں؟"

"مدتچہ کے بعد انہیں تھا تمہیں کوئی حق۔"

کامران نے رخ موڑ کے چپ سادھ لی۔ دونوں ہی اپنے دلائل میں سچے تھے لیکن اس کے باوجود وہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے تھے کیونکہ وہ ایک دوسرے کو انہیں سمجھنا چاہتے تھے۔

آج کی صبح رضوان ہاؤس پر پھینکی تھی۔ سب کچھ معمول کے مطابق تھا۔ ویسا ہی سویرا، وہی روٹین، حسب عادت ناشتہ۔ لیکن پھر بھی کچھ غیر معمولی تھا۔ کوئی کمی، کوئی خلا، جیسے برکت اٹھ گئی ہو۔ ناشتے کی میز پر خاموشی تھی لیکن ہاتھ اور منہ چل رہے تھے۔ عائشہ کی کرسی جو پچھلے چار ماہ سے مصروف تھی، اب خالی تھی۔

کامران ڈانگ روم میں سلام کرتا داخل ہوا۔ عائشہ کی کرسی خالی دیکھ شرارت
سو جھی تو دانستہ اس پر جابیٹھا اور ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ ناشتہ ختم ہو چکا تو سب

اٹھ گئے سوائے اس کے اور تانیہ کے۔
visit for more novels:
www.urdu-novel-bank.com

یہ تمھاری چہیتی کیوں نہیں آئی ناشتے پہ؟۔۔۔۔۔ اوہ اچھا! مجھے دیکھ لیا ہوگا، اسی"

تانیہ نے ایک نظر اٹھا کر کامران کو دیکھا اور پھر جھکا گئی۔ "وہ اب دکھائی نہیں
 "دیں گی آپ کو۔"

کامران کے اندر کچھ زور سے دھڑکا۔ "کیوں؟ سلیمانی ٹوپی پہن لی ہے کیا انہوں نے؟" اس نے اپنے خوف پر قابو پاتے کہا۔

چلی گئیں ہیں وہ۔ "کامران کے اندر کچھ دوسری بار زور سے دھڑکا۔ "کہنے کو تو"

ایک مہینے کے لیے گئی ہیں لیکن----- لگتا ہے آپ نے انہیں زیادہ

ہی تنگ کر دیا تھا۔ "کامران کے اندر کچھ تیسری بار زور سے دھڑکا۔

ارد گرد کی ہر چیز سے رنگ ختم ہو گئے۔ ہر چیز اس کے لیے بلیک اینڈ وائٹ ہو گئی۔

دل کے ارماں آنسوؤں میں بہہ گئے۔ ہم وفا کر کے بھی تنہا رہ گئے۔ "بیچھے سے"

گزرتے سرفراز نے دردناک آواز میں گنگنا تے مصنوعی سسکیاں بھری تھیں۔

کامران کے اندر باہر سنٹا چھا گیا تھا۔ دل و دماغ خالی ہو گیا تھا۔

کامران بیٹا! آسید آپا تمھیں اوپر بلا رہی تمھیں۔ ان سے ملتے جانا۔ کوئی کام ہو"

شاید۔ "زیب نے کچن سے آتے ہوئے کہا تھا۔

کامران اٹھا اور غائب دماغی سے سیرھیاں چڑھنے لگا۔

جلال کے کمرے کے علاوہ سارا پورشن چھان مارا، پر آسید نہیں تمھیں۔ انہیں یقیناً وہیں ہونا چاہیے جلال کے کمرے میں۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا ہی تھا کہ بیڈ پر پڑے کپڑوں کے ڈھیر پر نظر گرٹھ

سی گئی تھی جنہیں جلال الماری سے نکال کے بیڈ پر پٹخ رہا تھا۔ آہٹ پر وہ مڑا۔

اس ڈھیر میں عائشہ کا گلابی سکارف بھی تھا۔ وہ وہاں کیوں تھا؟ کیسے تھا؟ کامران کا دماغ ابلنے لگا۔

اس نے ایک لمحے کی دیر کیے بغیر سکارف جھپٹ لیا۔

یہ----- یہ عائشہ کا سکارف ہے نا؟ یہ تمہارے پاس کیا کر رہا ہے جلال؟ "وہ"
دھاڑا تھا تو اس کی آنکھوں سے آگ برسی تھی۔

جلال صرف لمحے بھر کے لیے گڑ بڑایا تھا۔ پھر سٹیل ہو گیا۔ "تمہیں اس سے کیا
"مطلب؟ اپنے کام سے کام رکھو۔"

جلال الدین نعمان! اگر وہ سب سچ نکلا جو میں اس وقت سوچ رہا ہوں تو یقین کرو"
میں اس زمین کو تم پر تنگ کر دوں گا۔ تمہارا جینا مرنا حرام کر دوں گا۔ کسی کی بھی
پروا کیے بغیر۔ "وہ انگلی سے تنبیہ کرتے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہتا جا چکا تھا۔

"تانیہ! تانیہ! جلدی باہر آؤ۔"

نیچے پہنچتے ہی وہ چلا رہا تھا۔

جی۔۔۔۔۔ جی کامران بھائی۔ "وہ برق رفتاری سے پہنچی تھی۔"

تانیہ! عائشہ سے کسی بھی طرح رابطہ کرو شام تک ہر حال میں۔ اور ان کے یہاں "سے جانے کی اصل وجہ پتہ کرو۔ سچ سچ۔ ورنہ آج رات تمہارے گھر کا ایک فرد کم ہو جائے گا۔"

چند لمحے گزرے۔ وہ جا رہا تھا جب تانیہ ہکا بکا کھڑی اس کے ہاتھ میں موجود سکارف کو دیکھ رہی تھی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

راولپنڈی - صبح کی سنہری اور نرم دھوپ اسکا چہرہ چمکا رہی تھی۔ وہ سجاد ہاؤس کی چھت پر بنے لکڑی کے بینچ کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں موندھے بیٹھی

تھی۔ چہرے پر زمانوں کا اطمینان تھا۔ جسم کا رواں رواں دھوپ کی تپش کو اپنے اندر سموننا، پرسکون تھا۔

یہاں نہ تو کوئی ہر بار راستہ روک کر باتوں میں الجھا کر لاجواب کر دینے والا کامران تھا، نہ اپنے مسائل کا ٹوکرا اٹھا کر اس کے سر لاد دینے والی تانیہ، نہ اپنی چھچھوری حرکتوں سے اسے بلاوجہ متاثر کرنے والا سرفراز اور نہ ہی اپنی پراسراریت سے اسے حیران اور خوف زدہ کر دینے والا جلال۔ تو سکون کیوں نہ ہوتا؟

ہر طرف خاموشی تھی۔ آسمان پر اڑنے والے پرندوں کے غول کے پروں کی ہلکی پھڑپھڑاہٹ یا لان کے درخت پر بیٹھی کوئلوں کی غزلیں۔ قریب ہی بیچ پر مالٹوں سے بھری ٹوکری تھی جس میں اب صرف چھلکے اور بیج تھے۔

آنکھیں موندی تھیں اور لب ہل رہے تھے۔ مستقبل کی تیاری ہو رہی تھی، مستقبل سکپور ہو رہا تھا، کڑیاں جڑ رہی تھیں، فیصلے ہو رہے تھے، ضد کی جارہی تھی، منایا جا رہا تھا، تاریک راہوں میں شمع دکھائی دے رہی تھی، خوف کے بادل چھٹ رہے تھے۔

"لنا هب لنا من ازواجنا و زینتنا قرۃ العین وجعلنا للمتقین اماما"

اسے اپنی زبان مسلسل ذکر کی وجہ سے خشک ہوتی محسوس ہوئی لیکن تھمی نہیں۔ جاری رہی۔

visit for more novels:

فجر کے بعد سے یہ کلمات اس کی زبان سے نہیں اترے تھے۔ دوپہر ہونے والی تھی۔ وہ دیوانی تھی، سچ مچ دیوانی۔

*یہاں ان لوگوں کا ذکر ہے جو اللہ سے تحفہ مانگتے ہیں اپنی ذات اور اپنی آنے والی نسلوں کے لیے۔ جب اللہ پاک انسان سے فرماتے ہیں کہ مانگ مجھ سے۔ پوری

کروا اپنی کوئی خواہش تو عام طور پر انسان سوچتا ہے اپنی ازدواجی زندگی کے بارے میں ، اپنی اولادوں اور ان کی آنے والی اولادوں کے بارے میں۔

وہ مانگتے ہیں کہ ہمیں دے سکون، ٹھنڈک اطمینان جو ہمیں کہیں اور نہیں مل سکتا۔

جب انسان اپنے گھر اور اپنوں سے دور ہوتا ہے ، کہیں بھی ، وہ مرد ہو یا عورت
اسے اس فسادى معاشرے میں جن فتنہ پسند لوگوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کے
لیے عربی زبان میں 'جاہلون' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس مرد عورت کو ان
دردوں مگر مچھوں سے لرٹا پڑتا ہے لیکن-----دل کے کسی ایک کونے، کسی
ایک گوشے میں ایک اطمینان کی رمق ہوتی ہے کہ وہ جلد اپنے 'گھر' جائے گا۔ گھر کا
خیال ہی اسے سکون دیتا ہے۔ ہوم سویٹ ہوم کا احساس۔

وہ چاہتا ہے کہ جب وہ گھر جائے تو اسے وہی سکون ملے جس کا محظ خیال ہی اسے خوشی دیتا ہے۔ وہ خوشی جس سے اس کی آنکھیں نم ہو جائیں۔

بے شک آنسو گرم ہوتے ہیں لیکن خوشی کے آنسو کبھی گرم نہیں لگتے۔ وہ تو ٹھنڈک پہنچاتے ہیں آنکھوں سے لے کر دل اور روح تک۔ عربی میں قرۃ العین خوشی کے آنسوؤں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ وہ آنسو جو گرم ہونے کے باوجود بھی ٹھنڈے ہوتے ہیں۔

وہ مانگتے ہیں کہ مجھے میرے زوج (شوہر یا بیوی) اور اولاد کی طرف سے اتنا خوش کر دے کہ میری آنکھیں خوشی سے نم (ٹھنڈی) ہو جائیں۔

اور اس آیت کے آخری حصے میں ایمان والے مانگتے ہیں کہ ہمیں متقین کا امام بنا دے۔

امام صرف مسجد کا تو نہیں ہوتا۔ پھر؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہر وہ شخص جس کے زیر سایہ کچھ لوگ ہیں وہ امام ہے، وہ ان کا لیڈر ہے۔ جس طرح تسبیح کا امام تمام دانوں کو ایک لڑی میں پروئے ہوئے، یکجا کیے ہوئے ہوتا ہے۔ ایک باپ گھر کا امام ہے۔ باپ نہ ہو تو بھائی گھر کا امام ہے۔ شوہر اپنی بیوی اور بچوں کا امام ہے شوہر نہ ہو تو بیوی بچوں کی امام ہے۔

سو امام بننے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم لیڈر بننا چاہتے ہیں بلکہ اس خواہش کا اظہار ہے کہ ہمیں 'پرہیز گاروں'، مستقین کا امام بننا۔ امام تو ہم آل ریڈی ہیں۔ پر ہم جن کے امام ہیں انہیں پرہیز گار بننا۔

کیا بیوی یہ خواہش نہیں کر سکتی کہ اسکا شوہر اس کے لیے قرۃ العین اور مستقی ہو؟ کیا شوہر یہ خواہش نہیں کر سکتا؟ کیا ماں باپ اولاد کے لیے یہ نہیں چاہ

سکتے؟ کیا کنواری لڑکی اپنے مستقبل کے خدشات کے پیش نظر یہ دعا نہیں کر سکتی؟ کیا کنوارہ لڑکا نہیں کر سکتا؟

تو پھر یہ آیت قرآن کا حصہ کیوں ہے؟ اسے ہم تک کیوں پہنچایا گیا ہے؟

اچانک ارد گرد کا سکوت ٹوٹا تھا، لب تھمے تھے، آنکھیں کھلیں تھیں، سکون اڑا تھا۔

پہلو میں پڑے موبائل نے ماتم کیا تھا اور اسے دیکھ کر عائشہ نے بھی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

اسکا رابطہ منقطع ہو چکا تھا، توجہ ہٹ گئی تھی۔ اسکی ضد ابھی باقی تھی، ابھی منانا باقی تھا، ابھی مزید فیصلے کروانے تھے۔ لیکن وہ لوگ اتنی آسانی سے اسکی زندگی سے نہیں جانے والے تھے۔

میری عائشہ سے بات ہو گئی ہے اور میں نے اس بات کا سو فیصد اطمینان کر لیا ہے کہ وہ یہاں سے کسی دباؤ یا پریشانی کی وجہ سے نہیں گئیں (سوائے آپ کے)۔ یہ انہوں نے مجھے سے کہا تو نہیں ہے لیکن میں سمجھ گئی ہوں۔ آپ بے فکر ہو جائیں۔

وہ بیڈ پر نیم دراز ہو کر سکرین پر نمودار تانیہ کا میسج پڑھ رہا تھا۔

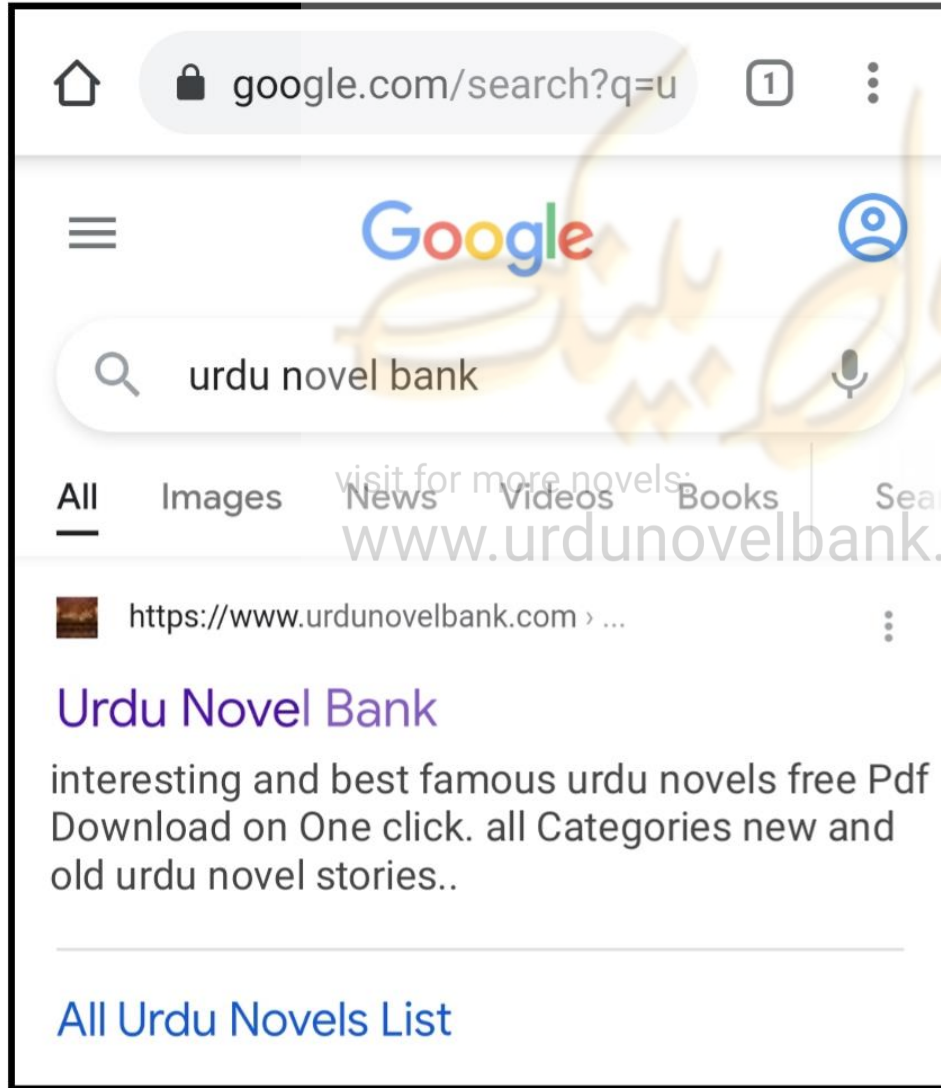
مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے پر اب یہ نیئر ٹو امپوسیبیل ہے کہ وہ واپس آئیں۔

visit for more novels:

اس نے فون آف کر کے تکیے پر پٹخ دیا تھا۔ غصہ اب بے بسی بھرے غم میں بدل گیا تھا۔ وہ صحیح معنوں میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urduovelbank.com



Urdu Novel Bank
website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں ---

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

وہ معمول کے کھاتوں کی کلئیرنس کی غرض سے شام کو رضوان ہاؤس آیا تھا جب اچانک پورچ سے گزرتے اس کے پیر پتھرا گئے تھے۔

لان کی کرسیوں پر قہقہے لگاتے تانیہ اور سرفراز کے درمیان اسے مسکراتی عائشہ ایک لمحے کے لیے دکھائی دی تھی جو اسے حسب عادت ناگواری سے گھور رہی ہوتی تھی۔ کامران نے ایک جھٹکے سے اپنا رخ موڑ لیا تھا۔ وہم؟ گمان؟ خوش فہمی؟ یا غلط فہمی؟ جو بھی تھا لیکن تھا ابھی تک بلیک اینڈ وائٹ ہی۔

یا اللہ میں دیوانہ ہو گیا ہوں کیا؟ "اس نے اپنی پیشانی کو مسلا تھا۔"

اس طرح تو میں چند ماہ میں درویش ہو جاؤ گا۔ "اسے تشویش ہوئی۔"

اس نے بس تیزی سے قدم اٹھانے شروع کر دیے اور پیچھے مڑ کر دیکھنا گوارہ نہیں کیا۔ پیچھے مڑ کر دیکھنے والے ویسے بھی پتھر کے بن جاتے ہیں۔

راہداری سے گزرتے ہوئے اس نے ایک نظر آئینے کو دیکھا تو مرجھایا چہرہ اور واضح ذرد آنکھیں دیکھ کر اسکا دل ڈوبا اور پھر کسی خیال کے تحت ڈوب ہی گیا۔

چائے کے دوران اس نے کھڑکی سے باہر جھانکا تھا لیکن کرسیاں خالی تھیں۔

نہ کوئی قمقمے، نہ مسکراہٹ اور نہ دلنشیں گھوریاں۔ سب بلیک اینڈ وائٹ۔

visit for more novels:

رات کے کھانے پر عائشہ کی کرسی خالی تھی لیکن اس نے اس پر بیٹھنے کی جسارت نہیں کی۔

کھانا شروع ہو چکا تھا۔ وہ کرسی اب خالی نہیں تھی۔ کامران نے پھر سے رخ موڑ کر بھاگ جانا چاہا لیکن نہ کر سکا۔

وہ اسے پھر سے دکھائی دے رہی تھی۔ سفید لباس میں کسی جنتی حور کی طرح۔ تخت پر بیٹھی۔ اپنے پورے رعب اور وقار کے ساتھ۔

کامران دوبارہ سر نہیں اٹھا سکا۔ اسکے چچ کی رفتار آہستہ ہوتی گئی اس کی موجودگی کے وہم کے ساتھ وہ کچھ نہیں کھا سکتا تھا اور پھر چچ کی حرکت ختم ہو گئی۔

میز پر موجود ہر شخص اس سے باری باری مخاطب ہو رہا تھا اور وہ ان کے سوالوں کے جواب دے رہی تھی۔ کبھی مسکرا کر، کبھی سنجیدگی سے، بڑے پیار سے۔

visit for more novels:

www.urdu-novel-bank.com اسکا چچ رک چکا تھا اور آنکھیں ساکن تھیں۔

وہ واقعی اس کے سامنے تھی۔ حقیقت میں۔ وہ اس کا وہم نہیں تھا۔ وہ دیوانہ نہیں ہوا تھا۔ بلکہ ہو تو گیا تھا۔

یقین آنے پر بھی وہ خوش نہیں ہوا، اداس ہی رہا البتہ اردگرد کے رنگ بحال ہو گئے تھے۔ اب کچھ بھی بلیک اینڈ وائٹ نہیں رہا تھا۔

اگر وہ ایک بار جا سکتی ہے تو دوسری بار بھی جا سکتی ہے۔ اداسی بجا تھی۔

بارہ دن پہلے

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

آزاد آزاد، پرسکون اور بے پرواہ سی عائشہ رفعت کے ساتھ دونوں ہاتھوں میں شاپرز پکڑے مارکیٹ سے واپس آئی تھی۔ گروسری اور دیگر خریداری کو ٹھکانے لگانے کے بعد وہ اپنے کمرے میں پہنچی تو فون کی سکریں روشن تھی۔

مسڈ کالز اور 15 میسجز کا نوٹیفیکیشن سکرین پر جگمگا رہا تھا۔ میسجز میں تانیہ نے 8 اسے بار بار کال اٹھانے کی تلقین کی تھی کسی ایمر جنسی کا حوالہ دے کر۔

یا اللہ خیر۔ "اس کے لب بڑھ پڑاے۔"

عائشہ نے کال ملائی۔ پہلی گھنٹی کے بچتے ہی فون اٹھا لیا گیا۔

عائشہ "اس نے تانیہ کی آواز میں کپکپاہٹ لمحے میں محسوس کرلی۔"

آپ نے کہا تھا جب کوئی شخص سچے دل سے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ اسے اس گناہ "

visit for more novels:

کی سزا نہیں دیتا۔ نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں۔ کیا آپ نے جھوٹ بولا تھا مجھ

سے؟" بات کے اختتام پر اس کی آواز رندھ گئی تھی۔

نہیں میں نے جھوٹ نہیں بولا تھا۔ سچی توبہ کے بعد اللہ سزا نہیں دیتا۔ لیکن "کبھی کبھی آزماتا ہے کہ کیا میرے بندے کی توبہ واقعی سچی تھی یا صرف وقتی"

"جذبات تھے۔"

لیکن میں نے تو سچی توبہ کی تھی۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ "ایک آنسو اس کے گال" پر لڑھکا تھا۔

ہوا کیا ہے تانیہ؟ "اس نے نرمی سے پوچھا۔"

visit for more novels:

سیف اللہ جیل سے رہا ہو گیا ہے۔ دو دن پہلے میں نے اسے بازار میں دیکھا تھا تو "میں فوراً وہاں سے نکل آئی تھی تاکہ وہ مجھے نہ دیکھ سکے۔ لیکن آج صبح سے وہ مجھے میسجز اور کالز کر رہا ہے۔ اسے پتہ چل گیا ہے کہ اسے جیل بھجوانے کے پیچھے میں

تھی۔ ہمیں لگا تھا کہ ہم اس کا علاج کرچکے ہیں لیکن اصل میں ہم نے مرض کو اور بڑھا لیا تھا۔" اس نے ذرا توقف کر کے گہری سانس لی۔

اس کے پاس وہ سارے رقعے موجود ہیں جو تحائف کے ساتھ میں اسے لکھتی "تھی اور ہماری چند ملاقاتوں کی تصویریں بھی ہیں جن سے وہ مجھے بلیک میل کر رہا ہے کہتا ہے کہ ابا کو امی میل کر دے گا۔

عائشہ کے چہرے پر گہری مایوسی کے تاثرات تھے۔ وہ ان سب میں نہیں پڑنا چاہتی تھی لیکن الجھتی چلی جا رہی تھی۔ یہاں اتنی دور آکر بھی اس کے پاؤں وہیں الجھے تھے۔

"کیا مطالبہ ہے اسکا؟"

دوسری طرف چند لمحے خاموشی رہی۔ شاید وہ اپنی سسکیاں دبا رہی تھی۔

وہ کہتا ہے کہ میں۔۔۔۔۔ میں اسکے۔۔۔۔۔ گھر آؤں اسکے والدین کی غیر " موجودگی میں۔ وہ مجھ سے بدلا لینا چاہتا ہے۔ ایک ہفتے کا ٹائم دیا ہے اس نے

"مجھے۔

عائشہ نے شدت کرب سے آنکھیں میچ لی تھیں۔ وہ سمجھتی تھی کہ یہ الفاظ کسی لڑکی کی عزت نفس پر ابلتے لاوے کی طرح برستے ہیں۔

میں بہت اکیلی ہوں عائشہ۔ آپ پلیز میرے پاس آجائیں۔ میں بہت تنہا"

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

کوئی بھی اکیلا نہیں ہوتا تانیہ۔ سب کے ساتھ اللہ ہوتا ہے۔ اور اللہ سے مضبوط"

"سہارا کس کا ہو سکتا ہے۔ تم حق پر ہو ڈرو مت۔

میں کیا کروں؟" آخر اس نے سب سے مشکل سوال پوچھ ہی لیا تھا۔"

تم کچھ مت کرو۔ بس اپنا فون آف کر دو۔ اور بہت زیادہ دعا کرو۔ ان شاء اللہ سب "

ٹھیک ہو جائے گا۔ اور ہاں! سب سے اہم بات۔ اس بار ہم کامران صاحب کو کچھ

نہیں بتائیں گے۔ جو کرنا ہوگا خود کریں گے اور سب ٹھیک بھی کر لیں

"گے۔ صرف 'ہم' دونوں۔

اس نے فون بند کر کے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔

اس کی زندگی میں سکون کیوں نہیں تھا؟ آخر کیوں؟

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com -----

وقار ہاؤس شام ہوتے ہی جگمگ جگمگ کرنے لگا تھا۔ عمران وقار اٹھارہ مہینوں بعد چھٹی پر گھر آئے تھے۔ رضوان اینڈ نعمان فیملی بھی اس کے استقبال میں وہاں موجود تھی۔

سب لوگ اکتیس سالہ فی الحال کنوارے فوجی کے ارد گرد دائرہ بنائے بیٹھے تھے اور وہ بڑے تپاک سے فوج کے قصے کارنامے سنا رہا تھا جن میں سے زیادہ تر پر تو سب کے فلک شگاف قہقہے بلند ہوتے اور کچھ پر پیٹ دبا دبا کر ہنسنا پڑتا۔

ان سب میں بس وہ ہی تھا جو اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود بھی چہرے پر دھیمی سی مسکراہٹ لانے میں بھی مسلسل ناکام رہا تھا۔ جب ارد گرد ہی سب بے رنگ اور بے رونق ہو تو کوئی باطن کورنگین اور پر رونق کیسے کرے؟

اولے ہوئے ہوئے۔ ایک منٹ ایک منٹ۔ میرے بھائی کو تو دیکھو ذرا ایسے منہ " کیوں بنایا ہے جیسے تیری چوکی پہ کسی انجانے دشمن نے حملہ کر دیا ہو، سب لوٹ "اگر لے گئے ہوں اور زخمی بھی کر دیا ہو؟

عمران کی بات پر سب کے قہقہے نکلے تھے جبکہ کامران چوکنا ہو گیا تھا۔

اچھا اچھا! اب سمجھا میں۔ سرفراز چلو شاباش اٹھو اور کامران کو جگہ دو مدیحہ کے "

ساتھ۔ حد ہوتی ہے ویسے لا پرواہی کی بھی۔ اتنے سارے سیانے بیٹھے ہیں پر کسی کو

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

سرفراز حکم کی تعمیل کرتے کھڑے ہوا تھا تو دیکھ بھی ذرا سمٹی تھی۔ کامران نے ناگواری سے پہلو بدلا تھا۔

نہیں میں ویسے بھی جا رہا تھا سونے کے لیے۔ تم تو چھٹیوں پر آئے ہو پر مجھے "

"صبح فیکٹری جانا ہے۔"

وہ تلخ لہجے میں کہتا سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

سیڑھیوں کے اختتام پر اس نے مڑ کر عمران کو دیکھا جو مذاق مذاق میں واقعی اس کے دل کا حال کہہ گیا تھا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

ہیلو رضوان سر! ایک پرابلم ہو گئی ہے۔ صدیق صادق صاحب کی طرف سے پیغام "

آیا ہے کہ مال ان تک نہیں پہنچا۔ "لاؤنج میں صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھے

رضوان صاحب فون سے ابھرنے والی آواز سن کر سرپا مضطرب ہو گئے تھے۔

"کیا کہہ رہے ہو یونس؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟"

سر! آج جو ٹرک ہم نے اسلام آباد سے شیخوپورہ روانہ کیا ہے وہ منزل تک نہیں " پہنچا۔ میں نے تحقیقات کرائی ہیں جن سے پتا چلا ہے کہ شیخوپورہ سے کچھ فاصلے پر ہی چند مسلح افراد نے ٹرک کو یرغمال بنا لیا تھا۔ اس کے بعد وہ افراد اپنی نگرانی میں ٹرک کو دوبارہ اسلام آباد لائے ہیں لیکن اسلام آباد کی حدود میں داخل ہونے کے بعد ٹرک کہاں گیا کوئی نہیں جانتا۔

واٹ ریش! کراکری کے ٹرک سے کسی کو کیا سروکار ہو سکتا ہے؟ آج سے پہلے تو"

"ایسا کبھی کچھ نہیں ہوا۔"

visit for more novels:

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

مسئلہ یہ نہیں ہے سر۔ مسئلہ یہ ہے کہ ٹرک اب کہاں ہے؟ اور صدیق صادق "صاحب کو کیا جواب دینا ہے۔ آپ تو جانتے ہیں ناں کہ اگر مال ان تک نا پہنچا

"تو۔۔۔۔۔"

رضوان صاحب کال کاٹ چکے تھے اور سر ہاتھوں میں گرا دیا تھا۔

"ماموں! یہ میں کیا سن رہا ہوں؟ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

بیرونی دروازے سے داخل ہوتا کامران رضوان صاحب سے مخاطب ہوا تھا۔ یقیناً اسے بھی سارے معاملے کی خبر ہو چکی تھی۔

مجھے کچھ نہیں پتا کامران۔ ٹرک کا ڈرائیور بھی غائب ہے۔ "وہ اب موبائل پر"

دوبارہ انگلیاں چلاتے اپنے کچھ مزید ذرائع آزمانے کی کوشش کر رہے تھے۔

visit for more novels:

"ٹرک میرے پاس ہے اور بالکل محفوظ ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔"

ان دونوں کے لٹکے ہوئے چہرے اس تیسرے شخص کی آمد پر بلند ہوئے تھے۔ رضوان صاحب نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا تھا۔

"کیا مطلب؟ تمہارے پاس کیا کر رہا ہے؟"

میں نے کہا نا فکر نہ کریں اور صدیق صادق چوہان کے ساتھ آپ کا جو بھی " کانٹریکٹ ہے اسے منسوخ کر دیں۔ "جلال حکم صادر کر کے جانے کے لیے مڑا تھا۔

رکو! ایسے کیسے تم بات ادھوری چھوڑ کر جاسکتے ہو؟ صرف تمہارے کہنے پر ہم اپنا " لاکھوں کا نقصان نہیں کر سکتے۔ "کامران نے مداخلت کی تھی۔

جلال نے مڑ کر اسے ان تیوریوں سے گھورا جیسے اس نے کوئی گستاخی کر دی ہو۔

صدیق صادق چوہان۔۔۔ اس کے نام پر مت جاؤ۔ وہ ایک نمبر کا حرام خور اور " visit for more novels: www.urdu-novelbank.com

ذلیل انسان ہے۔ اسکا یہی کام ہے۔ بڑی بڑی کمپنیوں اور فیکٹریوں سے بڑے

بڑے کانٹریکٹ کرتا ہے اور مال وصول ہونے پر اس کے کارندے اس مال میں

کوئی ایسا نقص ڈال دیتے ہیں جو گاہک کے لیے بہت نقصان دہ ثابت ہوتا ہے

اور پھر وہ کمپنی پر کیس کر دیتا ہے۔ حج پہلے سے ہی اس کا خریدا ہوا ہوتا ہے وہ

کیس بھی جیت جاتا ہے اور مال بھی لگے بندے کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ بعد میں وہ اس مال سے نقص دور کر دیتا ہے اور من چاہی قیمت پر دوسرے ملکوں میں ایکسپورٹ کر دیتا ہے۔۔۔ اب بتائیں بھجوا دوں اس کے ہاں مال؟ بھگت لیں گے اسے؟

وہ انتہائی پرسکون اور لاپرواہ انداز میں کہتا ان کی راتوں کی نیند اور دن کا چین اڑا چکا تھا۔

لیکن ہم نے اس سے 22 لاکھ کا کانٹریکٹ کیا ہے۔ یہ ہمارے لیے بہت بڑا" نقصان ہوگا جلال۔" رضوان صاحب نے شدت تشویش کے عالم میں اس سے کہتے جیسے کسی درمیانی راہ کی منت کی ہو۔

اگر اس چوہان نے آپ پر کیس کیا تو 22 لاکھ تو چند پیشیوں میں ہی لگ جائے گا اور فیکٹری کا نام فری میں خراب ہوگا۔ سو بہتر یہی ہوگا کہ ٹرک کی گمشدگی کو ہتھیار بنا کر اس سے کانٹریکٹ منسوخ کر دیں تو بچت ہو جائے گی۔ واویلا تو وہ کرے گا لیکن ہوسکے تو کچھ جرمانہ ادا کر کے اور اپنے نقصان کا رونا رو کے اس سے کسی طرح جان چھڑوا لیں۔ وہ بہت بد بخت انسان ہے۔ آپ دونوں اسے نہیں جانتے پر میں اچھی طرح سے جانتا ہوں۔۔۔۔۔۔ جب معاملہ ٹھنڈا ہوگا تو میں ٹرک ریکور کروا دوں گا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

رضوان صاحب ابھی بھی آنکھیں سکیڑے کچھ گم صم سے اسے تک رہے تھے۔

تمہیں یہ سب کیسے پتہ جلال کہ ہم صدیق صادق سے معاہدہ کر رہے ہیں؟ یہ بات تو میرے، کامران اور مزید چند لوگوں کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ ڈلیوری وغیرہ کے معاملات؟

ان کی بات پر وہ زخمی سا مسکرایا تھا۔ آنکھوں میں صدیوں کا کرب اور اذیت اتری تھی۔ اس نے ایک گہری سانس خارج کی۔

ۛ میں آپ نے شہیر جبران کے ساتھ دو بار کانٹریکٹ کیا تھا جن دونوں 2015ء سے آپ کو نفع ہوا تھا۔ 2015ء میں اکتوبر کے زلزلے کی وجہ سے کچھ سامان برباد ہو گیا تھا اور اس سال فیکٹری کو 9.4 فیصد نقصان ہوا تھا۔ 2016ء اور

ء میں سید خاور نقوی کے ساتھ آپ نے چھ کانٹریکٹ کیے تھے اور اس 2017 سال نقصان کی شرح تقریباً نہ ہونے کے برابر تھی۔ 2018ء میں دوبارہ شہیر جبران کی طرف سے 1200 اٹالین اور فرینچ ڈنر سیٹس کا آرڈر آیا تھا جو آپ دونوں نے دن رات ایک کر کے ایک کروڑ سے زائد کی مالیت سے صرف چھ ماہ میں مکمل کیا تھا جسے شہیر جبران نے دو ہفتے پہلے لینے سے انکار کر دیا تھا لیکن پھر اچانک دو

دن کے اندر اندر وہ آرڈر لینے پر رضامند ہو گیا تھا۔۔۔۔۔ آپ نے کبھی یہ سوچا

"ہے کہ وہ کیسے اور کیوں رضامند ہوا تھا؟

چند لمحے کے لیے وہاں موت سا سناٹا چھایا تھا۔ گھڑی کی سوئیاں رک گئی تھیں۔ دھڑکنیں بھی۔

میں آج بھی یہ سب نہ بتاتا اگر آپ نہ پوچھتے۔ اور دکھ تو یہی ہے کہ کوئی پوچھتا۔
"ہی نہیں ہے۔"

visit for more novels:

ان دونوں کو اپنے ایک ایک لفظ کے سحر میں مبتلا کر کے وہ ایک بار پھر جانے کے لیے پلٹا تھا کہ رضوان صاحب نے اسے مخاطب کیا تھا۔ اور اگلے ہی لمحے انہوں نے ایک جھٹکے سے اسے اپنے سینے سے لگایا تھا۔ پتہ نہیں کتنے سالوں بعد۔

ان کی آنکھیں نم تھیں۔ جلال کے گلے میں کچھ بھاری پن اٹک گیا تھا۔ وہ ان کے گرد بازو لپیٹنا چاہتا تھا لیکن نہیں کر سکا۔

وہ جاچکا تھا اور رضوان صاحب نم آنکھوں سے مسکرا رہے تھے۔

مجھے ازل سے لگتا تھا کامران، میری چھٹی حس کہتی تھی کہ ہمارا جلال صرف گمراہ" ہوا ہے، کافر نہیں ہوا ہے۔ بھٹک گیا ہے۔ دیکھنا وہ بہت جلد ٹھیک ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

visit for more novels:

رضوان صاحب کی آنکھوں میں امید کے بہت منفرد سے دیے تھے۔

کامران ان سب پر صرف مطمئن تھا۔ وہ خوش ہونا چاہتا تھا پر وہ جلال کے پاس سکارف کی موجودگی کو ابھی نہیں بھولا تھا۔

رات کا دوسرا پہر، ہر طرف تاریکی اور سناٹا۔ اسلام آباد بحریہ ٹاؤن فیز 2 بھی خاموش۔ آوارہ کتوں کے گلیاں ناپنے اور اپنی دلخراش آوازوں سے فضا کو لرزانے کا وقت۔

سیف اللہ کی دھمکی کو سات دن ہو چکے تھے۔ اس کی دی ہوئی ڈیڈ لائن ختم ہو چکی تھی۔ عائشہ کی ہدایت کے مطابق اس نے فون بند کر رکھا تھا۔ سب کچھ ٹھیک تھا۔ معمول کے مطابق تھا۔ لیکن اب نہیں رہا تھا۔

تانیہ اپنے کمرے میں بیڈ پر لیٹی اطمینان سے خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھی جب اسے گھٹن کا احساس ستانے لگا۔ کچھ ہوش آنے پر محسوس ہوا کہ اسے سانس لینے میں دشواری محسوس ہو رہی ہے۔

اور پھر اس کی آنکھیں پوری کی پوری کھلیں تھیں۔ چودہ طبق روشن ہوئے تھے۔ وہ اس کے سر پر چڑھا اسکا گلا دبا رہا تھا۔

اس نے پاؤں بیڈ پر رگڑنے شروع کیے۔ آواز چاہ کے بھی نہ نکل سکی۔

اس کو تڑپتا دیکھ سیف نے مسکرا کر اسکا گلا آزاد کر دیا۔

"کیسی ہو محترمہ؟"

تانیہ 440 ولٹ کا جھٹکا کھا کر پیچھے ہٹی تھی۔ اسکا کلیجہ منہ کو آگیا تھا۔ پلکیں

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

جھپکائی ہی نہیں جارہیں تھیں۔ سانس ابھی ابھی اکھڑ رہا تھا۔

باہ۔ لو بھلا۔ ڈر کیوں رہی ہو۔ میں کوئی انجان تھوڑی ہوں۔ تمہارا سیفی ہوں۔ بے"

"وفائی تم نے کی تھی۔ میں تمہیں جیل تھوڑی بھجوا رہا ہوں۔

تانیہ نے لحاف پر گرفت مضبوط کی۔ آنکھوں کو ڈر سے مسلا کہ کاش یہ خواب ہو۔ ڈراؤنا خواب۔

اور دیکھو نا۔ اب تو تم میری بات بھی نہیں مانتی۔ میں نے تم سے کچھ کہا تھا" سات دن پہلے۔ کہا تھا نا؟ "وہ نرمی سے کہتے آخری جملے پر دھاڑا تھا۔

تانیہ کے گلے سے ایک ہچکی نکلی۔ رات کے اس اندھیرے میں اس کی آنکھیں کسی بھیڑیے کی طرح چمک رہی تھیں جن میں صرف خون اتر رہا تھا۔

visit for more novels:

تانیہ نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے۔ آواز نکالی لیکن الفاظ ٹوٹ پھوٹ گئے اور آنکھوں کے راستے بہنے لگے۔

اب رونے کا کیا فائدہ؟ پہلے ٹکر ہی کیوں لی تھی مجھ سے؟ سب کچھ ٹھیک ٹھاک " تو جا رہا تھا۔ "سیف نے بے چاروں والے تاثرات دیتے کہا۔

تانیہ نے منوں ہمت کر کے اب کی بار سر اٹھایا تھا۔

"میں نہیں آؤں گی۔"

سیف کا چہرہ ایک دم بے تاثر ہوا تھا۔ کسی لاش کی طرح۔ پھر اس نے اپنا موبائل نکالا اور اس پر انگلیاں چلانا شروع کیں۔

چند لمحے بعد جب سکرین کا رخ تانیہ کی طرف موڑا تو اسکا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

ان دونوں کی ایک ملاقاتی تصویر جس میں وہ ایک دوسرے کے کافی نزدیک بیٹھے تھے اور قہقہے لگا رہے تھے، رضوان صاحب کے نمبر پر واٹس ایپ کی جاچکی تھی۔

اب بھی نہیں آؤگی؟ اور اگر تم اپنے ابا کے فون سے ڈیلیٹ کر دوگی تو میں دوبارہ "بھیج دوں گا۔" وہ اپنے ازلی کمینے پن سے بیڈ پر نیم دراز ہوئے کہہ رہا تھا۔

پلیز سیف مجھے معاف کردو۔ مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ مجھے کسی کو نہیں بتانا۔

"چاہیے تھا۔ معاف کردو مجھے۔ بخش دو۔"

اسکی ساری ہمت ٹوٹ کر چکنا چور ہو چکی تھی اور اب وہ دہائیاں دے رہی تھی۔

ہاں ٹھیک ہے ایک بار ہو گئی غلطی۔ اس بار مت بتانا کسی "

کو۔ سمپل۔۔۔۔۔ اب دیکھو جب تک تم آنے کے لیے ہاں نہیں کرو گی تو میں

یہ تصویریں کیسے ڈیلیٹ کروں گا؟ اور سوچو اگر ابھی اس وقت اپنا آن لائن ہو کر یہ

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

۱۱"تصویریں دیکھ لیں تو۔۔۔۔۔؟

پلیز مجھے-----مجھے کچھ دن مزید دے دو۔ مجھے سوچنے دو۔ کچھ وقت دے دو"

”لبس۔ پلیز۔

وہ گہری سوچ میں پڑ گیا۔

ہمم۔ کافی پرانا تعلق ہے تم سے۔ خراب نہیں کرنا چاہتا۔ چلو کیا یاد کرو گی۔ دیا"

وقت۔ اور تصویریں بھی ڈیلیٹ کی۔ لیکن۔۔۔۔۔ "انگلی اٹھا کر اس کو وارن کیا۔ "اس

بار کوئی چالاکی کی تو۔۔۔۔۔۔۔ "انگوٹھے سے گلے پر کٹ لگا کر شعلہ بار نظروں سے

دھمکایا۔

وہ جاچکا تھا اور تانیہ بیڈ پر ڈھے کر لمبے لمبے سانس لے رہی تھی۔

ان کے چوکیدار کی موجودگی میں خدیجہ کا شوہر تو شاید چاہ کر بھی نا آسکتا پر تانیہ کا نہ ہونے والا شوہر آنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

وہ ساری رات اس نے انگاروں پر گزاری۔ سسکیوں، پچھتاؤں اور خوف کے زیر اثر۔

صبح نماز کے بعد مصلے سے پہلا قدم اتارتے ہی عائشہ کا فون بجا تھا اور وہ دیکھتے ہی سمجھ گئی تھی کہ خیر نہ تھی۔

عائشہ! اس دن جب آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں شاپنگ مال میں ایک "لمحے کے لیے بھی آپ کو اکیلا نہیں چھوڑوں گی تاکہ آپ کامران بھائی سے محفوظ رہ سکیں ورنہ آپ زندگی میں دوبارہ کبھی میری مدد نہیں کریں گی تو میں نے اپنی سو فیصد ایمانداری سے اپنا وعدہ نبھایا تھا۔ میں نے کوئی جھول نہیں کیا تھا کیونکہ مجھے "پتہ تھا کہ مجھے جلد یا بدیر آپ کی ضرورت پڑنے والی ہے۔ آج وہ وقت آگیا ہے۔ اور تب سے ٹھیک 30 گھنٹے بعد وہ بیزاریت سے کھڑی رضوان ہاؤس کو نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہی تھی۔"

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

وہ آسیہ خالہ کے ساتھ ٹیرس میں بیٹھی خوش گپیوں میں مصروف تھی۔ چھٹیوں کے دوران جس واحد شخص کو عائشہ نے یاد کیا تھا وہ آسیہ خالہ تھیں کیونکہ یہاں صرف اس کے لیے وہی بے ضرر تھیں۔ ایسا صرف اسے لگتا تھا۔

آسیہ خالہ بھی اس کے واپس آجانے پر خوش تھیں اور اس وقت وہ اس کو ساتھ بٹھائے اپنے ہاتھوں سے گاجر کا حلوہ کھلا رہی تھیں۔

کامران اور عائشہ کو انہوں نے دوبارہ ساتھ یا بات کرتے نہیں دیکھا تھا سو انہیں بھی اب محسوس ہو رہا تھا کہ جو انہوں نے اس دن دیکھا وہ غلط فہمی ہوگی یا عملی مذاق۔ لیکن پھر بھی وہ اس بات کو کامران کے خلاف اور جلال کے حق میں استعمال کرنا چاہتی تھیں۔

حلوہ کھلاتے وہ عائشہ سے اسکی پسند اور ناپسند کے بارے میں پوچھ رہی تھیں۔

سامنے میز پر پڑا ان کا موبائل بجا تھا۔ ترکی سے بھائی کا فون تھا۔ وہ معذرت کرتی فون اٹھاتی اندر کو چل دیں۔

عائشہ نے میز پر سے پیالی اٹھا کر حلوہ کھانا شروع کر دیا۔ حلوہ واقع بہت ذائقے دار تھا۔

واپس کیوں چلی گئی تھیں آپ؟ "عائشہ کا منہ تک جاتا چمچ تھما تھا اور منہ کھلا کا" کھلا ہی رہ گیا تھا۔

وہ اس کے عین پیچھے سینے پر بازو باندھے، کندھے سے دیوار کا سہارا لیے، آنکھیں سکڑے۔ چہرے پر غصہ اور شکوہ سجائے اس کی پشت کو تک رہا تھا۔

عائشہ نے ذرا گردن موڑ کر اسے دیکھا اور دوبارہ مڑ گئی۔

"مجھے آپ سے بات نہیں کرنی۔"

عائشہ کے ماتھے پر بل پڑے "کیا؟" بغیر مڑے کہا۔

جلال کے پاس آپ کا سکارف کیا کر رہا تھا؟" اس نے شکوہ کیا۔"

"اب کی بار عاٹشہ پورا مڑی تھی۔" سکارف؟

پھر جیسے یاد آیا۔ "او اچھا! میں نے دیا تھا۔ انہیں ضرورت تھی۔" اس نے جان بوجھ

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

کرتیا دینے والے انداز میں کہا تھا۔

اسے خدا نخواستہ آپ کے سکارف کی کیوں ضرورت ہونے لگی؟ "اس نے کچھ" غصے سے کہا تو عائشہ کے تاثرات بدلے تھے۔ "اپنی حرمت کو یوں کسی کے ہاتھ میں نہیں تمہا دیتے۔"

یہ کیوں ہوا کے گھوڑے پر سوار گئی ہیں یہاں سے؟ پھر آپ نے کچھ کہا ہے ان " سے؟

تانیہ اس کو جاتا دیکھ کامران سے مخاطب ہوئی۔

"میں نے کیا کہنا ہے؟ وہ کونسا میری مانتی ہیں۔"

"ہمم۔ وہ اس لیے کہ وہ مان جانے سے ڈرتی ہیں۔ رشتے بنانے سے ڈرتی ہیں۔"

؟"کامران نے اشتیاق سے پوچھا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

gamophobia

تمہارا مطلب گیموفوبیا

نہیں۔ گیموفوبیا میں انسان کوئی بھی رشتہ بنانے سے ڈرتا ہے۔ لوگوں سے ڈرتا۔"

ہے۔ لیکن وہ صرف لائف

پارٹنر کے انتخاب سے ڈرتی ہیں۔ ریمبر۔ خدیجہ کا شوہر۔ "اس نے یاد دلایا۔" وہ کسی کا دل توڑ کر یا جلدبازی میں رشتہ نہیں بنانا چاہتیں۔ اور آپ یہ دونوں کام ان سے "اکروانا چاہتے ہیں۔"

کامران کو گہری سوچ میں ڈبو کر وہ جاچکی تھی۔

تانیہ کمرے میں پہنچی تو وہ بڑبڑاتی ہوئی شیف میں کتابیں لگا رہی تھی۔ "حد ہوتی ہے کسی بات کی اچھا خاصہ جان چھوٹی تھی۔ پتہ نہیں اللہ پاک اور اتنا آزمائیں گے"

مجبے ان کے ہاتھوں۔

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

تانیہ نے نرمی سے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے تو اس کے بڑبڑاتے لب تھمے۔

عائشہ کل سب ٹھیک ہوگیا نا؟" عائشہ نے اس کی آنکھوں میں بے بسی دیکھی۔ "

ایک بار پھر سوچ لو تانیہ۔ پہلے بھی تم پچھلی ملاقاتوں کا ہی بویا کاٹ رہی ہو اور"

"اب ایک اور؟"

تو کیا کروں؟ دن کے اجالے میں لوگوں کی موجودگی میں پارک میں ملنا، رات کے "اندھیرے میں اس کے والدین کی غیر موجودگی میں اس کے گھر میں ملنے سے بہتر ہے۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔"

ہاں لیکن یہ حل بھی تو نہیں ہے۔ ہم صرف فرار کے طریقے ڈھونڈ رہے ہیں۔"

visit for more novels:

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

ہممم۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے نا عائشہ۔ ہم کر لیں گے۔ "اس نے مسکراتے، آنکھوں میں خوف کے سائے میں امید کے چند دیے بھی جلائے تھے۔"

لیک ویو پارک سے کچھ فاصلے پر مین روڈ پر وہ دونوں لمبی لمبی چادروں سے منہ ڈھکے
کھڑی تھیں۔

مارچ کے اختتام کی تیز اور چبھتی دھوپ نے انہیں آنکھیں چندھیا نے پر مجبور کیا ہوا تھا۔

عائشہ کے کالج سٹارٹ ہونے میں چند دن تھے۔ سو وہ کچھ کتابوں اور دیگر اشیاء کی خریداری کا بہانہ بنا کر تانیہ کے ساتھ آئی تھی۔

او کے عائشہ! میں جارہی ہوں۔ آپ یہیں رہیے گا۔ آپ کی موجودگی کا اسے کسی

صورت پتہ نہیں چلنا چاہیے۔ کچھ بھی ہو جائے آپ منظر عام پر نہیں آئیں گی۔ اتنے لوگوں کی موجودگی میں وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر پھر بھی آپ کو لگے کہ معاملہ سنگین ہو رہا ہے تو آپ کا مران بھائی کو کال کر دیں گی۔

تانیہ کہہ کر جا چکی تھی لیکن عائشہ اپنے ارادے پر قائم تھی کہ وہ مرجائے گی لیکن اس بار کامران صاحب نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بالکل نہیں۔ قطعاً نہیں۔

وہ خود کو مکمل طور پر ڈھانپے ان سے کافی دور درخت کی اوٹ میں نارمل انداز میں کھڑی ہو گئی کہ آنے جانے والوں کو شک نہ ہو۔

تانیہ پہنچ چکی تھی۔ سیف اکیلا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ اکیلا سب کر سکتا ہے۔

یہاں سے وہ ان دونوں کو دیکھ سکتی تھی لیکن سن نہیں سکتی تھی۔ انداز سے لگ

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com رہا تھا کہ وہ مسکرا کر تانیہ کی لمبی چادر پر طنز کر رہا ہے۔

دس منٹ ہو چکے تھے۔ گفتگو جاری تھی۔ رفتہ رفتہ دونوں کے تاثرات میں سختی آرہی

تھی جیسے ان کے درمیان کشیدگی بڑھ رہی ہو۔ سیف بار بار انگلی اٹھا کر تانیہ کو کسی

بات پر وارن کر رہا تھا لیکن تانیہ ڈٹی ہوئی تھی۔ وہ اس کے جال میں نہیں آرہی تھی۔

اور پھر وہ ہوا جس کی ان دونوں نے بالکل بھی توقع نہیں کی تھی۔ عائشہ کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی تھی۔ ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔ اب وہ کیا کرے؟

سیف اردگرد کے لوگوں کی پروا کیے بغیر اس کی کلائی پکڑ کر ساتھ چلنے کے لیے زبردستی کر رہا تھا۔ تانیہ مسلسل مزاحمت کر رہی تھی۔ لوگ چلتے چلتے کھڑے ہو کر دیکھنے لگے تھے۔ کچھ نے ہجوم بنا لیا تھا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

عائشہ سکتے میں تھی۔ اس نے ایسی صورتحال کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔

اس نے ایک نظر موبائل کو دیکھا اور پھر تانیہ کو۔ پھر سے ایک نگاہ موبائل پر ڈالی اور دوسری بڑھتے ہوئے ہجوم پر۔

وہ دونوں فاصلے پر پہنچ چکی تھیں۔ مجمع چھٹ گیا تھا۔ پر وہ وہیں کھڑا انہیں جاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ ساکن۔ خاموش۔ پراشتیاق۔

اگلے دو دن تک ان کے درمیان غیر معمولی خاموشی رہی۔ حتیٰ کہ رسمی بات چیت بھی نہیں ہوئی۔ کل سے عائشہ کی کلاسز کا دوبارہ آغاز ہو جانا تھا۔

ان دو دنوں کے دوران سیف اللہ نے غیر متوقع طور پر کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا تھا۔ جس پر وہ دونوں انفرادی انفرادی طور پر حیرانگی اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات کا شکار تھیں۔

رضوان صاحب صدیق صادق چوہان سے کانٹریکٹ منسوخ کرنے میں تقریباً کامیاب ہو گئے تھے۔

جلال اپنے طور پر صدیق صادق والا معاملہ دیکھ رہا تھا اور غائب شدہ مال کی بھی کڑی نگرانی کر رہا تھا۔

کامران کو کل رات کی فلائٹ سے صدیق صادق والے مال کا معاہدہ کسی اور کمپنی کے ساتھ کرنے کی غرض سے سکھر (سندھ) جانا تھا کیونکہ جلد یا بدیر ٹرک ریکور ہو جانا تھا اور وہ نقصان اُفُوڈ نہیں کر سکتے تھے۔

روبی عمران کے لیے لڑکی ڈھونڈنے کے چکر میں تھیں کہ ان کے دوسرے بیٹے نے جو گل کھلایا ہے اس کو روک کر کرنے کے لیے کچھ وقت درکار تھا۔ سو عمران کی شادی اچھا بہانا تھا۔

آسیہ خالہ کو بظاہر عائشہ کو ہتھیانے کی کوئی راہ نظر نہیں آرہی تھی کیونکہ زیب بھی ان کی باتوں میں نہیں آرہی تھیں۔ سواب وہ رضوان بھائی کو ٹارگٹ کرنے کا سوچ رہی تھیں۔

وہ سب مصروف تھے۔ ایک دوسرے سے بے خبر۔ لیکن صرف ایک دن کے فاصلے پر ان سب کی زندگیوں میں بھونچال آنے والا تھا۔ کسی کو من چاہی ملنے والی تھی تو کسی کو ان چاہی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

آج اس کی کلاسز شروع ہوگئی تھیں۔ خاصہ فارغ دن تھا۔ سیمینارز تھے کہ ختم ہی نہیں ہونے کو آرہے تھے۔

وہ حسب معمول ایک بجے کالج کے گیٹ سے نکل کر وین تک پہنچی لیکن کچھ نظر آنے پر ٹھٹکی۔

وین خالی تھی۔ نہ کوئی لڑکی تھی نہ ڈرائیور۔

اسے اکیلے وین میں بیٹھنا مناسب نہ لگا تو وہیں کھڑی ہوئی۔ لیکن کچھ ہی دیر بعد روڈ

خاصہ مصروف ہو گیا۔ وینز، رکشے، موٹر سائیکلیں، کارز اور راہ گیروں میں اضافہ ہو گیا۔ یونہی ہر آنے جانے والے کی نظریں اس اکیلی کھڑی لڑکی پر پڑنے لگی

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

تمہیں۔

اس نے جھنجھلا کر بیگ وین میں پٹخا اور خود بھی بیٹھ گئی۔

پتہ نہیں کہاں رہ گئی ہیں ساری وین فیلوز۔ لگتا ہے زیادہ ہی دل لگ گیا۔
"ہے سمینار میں۔"

وہ ابھی سیٹ پر ٹھیک سے ایڈجسٹ بھی نہیں ہوئی تھی کہ ایک ذور دار جھٹکے سے وین کا دروازہ بند ہوا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر کوئی چادر پوش آکر بیٹھا اور وین سٹارٹ ہوئی۔ اردگرد کی گاڑیوں کی پروا کیے بغیر وہ ہارن پر ہارن دیتا جگہ بناتا سپیڈ میں چند لمحوں میں وین کو مین روڈ پر لے آیا تھا۔

عائشہ کے دماغ میں خطرے کی شدید گھنٹی بجی۔ یہ وہی صبح والی وین تھی جس میں وہ آئی تھی اور اس کے ساتھ باقی کی آٹھ لڑکیاں کہاں تھیں؟ وہ اکیلی کیوں تھی؟

اس نے اپنی پوری قوت سے وین کا دروازہ کھولنا چاہا۔ نہیں پرواہ کہ یہاں سے کودنے پر وہ بچتی ہے یا مرتی ہے۔ ہڈی ٹوٹی ہے یا پسلی۔ لیکن دروازہ لاکڈ تھا۔

"کیا ہوا ونڈر وومن؟ یا میں کہوں آئرن لیڈی؟"

اس نے زور سے آنکھیں بند کر لیں جیسے بلی کو دیکھ کر کبوتر کر لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ خطرہ ٹل گیا۔

ایک ذور دار جھٹکا۔ اور وین میں گونجا سیف کا قہقہہ۔ وہ سر سے پاؤں تک ہلی تھی۔ اب کچھ بھی پتھر کا نہیں رہا تھا۔ وہ لرز گئی تھی۔ پتھر میں دراڑیں آگئی تھیں۔

اس کی آنکھوں سے کھارے پانی کا چشمہ جاری ہوا اور زبان پر کلمات۔ اس نے صدق دل سے دعا کی کہ کسی منزل پر پہنچنے سے پہلے پہلے وہ کسی طرح زمین میں سما جائے یا وہ منزل کبھی نہ آئے۔ کوئی معجزہ۔ یا کوئی دعا کام آجائے۔

جلال، کامران یا خدیجہ کا شوہر۔ کوئی بھی۔ اس نے ہر اس شخص کو یاد کیا جس سے وہ بھاگتی آئی تھی۔ کوئی بھی آجائے بس وہ اس عذاب سے بچ جائے۔ آج اسے کسی کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔

کامران ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے سٹیئرنگ وہیل پر گرفت جمائے ڈرائیو کر رہا تھا جب نظر کسی مرکز پر ڈاٹھری۔ آنکھیں سکیڑیں۔ ماتھے پر شکنیں پڑیں۔

یہ تو عائشہ کی وین ہے۔ لیکن ----- یہ روڈ تو کالج اور ماموں کے گھر دونوں کے مخالف سمت میں ہے۔ اور ٹائم بھی عائشہ کے گھر آنے کا ہے۔

اس نے تانیہ کو کال کر کے تصدیق کی کہ عائشہ ابھی تک گھر نہیں پہنچی اور وین کا تعاقب شروع کر دیا۔ کار وین سے تقریباً دس بارہ گز کے فاصلے پر تھی۔

دوسری طرف عائشہ دھیرے دھیرے ندھال ہو رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا رہا تھا۔ حواس قائم رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ اور یہ سب سے بڑی بد قسمتی ہوتی ہے جو نہیں ہونی چاہیے۔

سیف گا ہے بگا ہے مڑ کر اسے دیکھتا۔ اسکی اڑی ہوائیاں اور ذرد رنگ اسے مزید شیر بنارہے تھے۔

وین کو بریک ایک سنسان گلی کے آخری ذیر تعمیر مکان کے سامنے جا کے لگی تھی۔ کوئی تیسرا انسان وہاں موجود نا تھا۔

وین کا دروازہ کھول اس نے عائشہ کو بازو سے گھسیٹ کر باہر نکالا تھا۔

کامران یہ منظر دیکھ چکا تھا۔ عائشہ کی دعا قبول ہو گئی تھی۔ اس کی کوئی بڑی نیکی

visit for more novels:

کام آگئی تھی۔ اور اس سے پہلے کہ وہ اسے گھر میں لے جاتا، کامران کو تیزی سے

آتا دیکھ اس نے گن پر گرفت ڈالی لیکن نکالنے سے پہلے ہی کامران ایک نوکیلا سریا

اس کی ران میں گھونپ چکا تھا۔

وہ چیخا تھا۔ ذور سے۔ چلایا تھا۔ کامران نے اس کی گن نکال کر دور پھینک دی تھی تاکہ وہ بے بس ہو جائے۔ وہ اس کی بوٹی بوٹی کر دینا چاہتا تھا۔ پہلے تانیہ اور اب عائشہ۔ بلکہ وہ اس کا قیمہ کر دینا چاہتا تھا۔

عائشہ نیم بند آنکھوں کے ساتھ قدم قدم پیچھے ہٹ رہی تھی۔ وہ لڑکھرائی اور بس
دُھے جانے والی تھی جب اس نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں سرگوشی کی۔

"کامران صاحب!-----بس-----کمریں۔"

اس نے مڑ کر دیکھا۔ ساری دنیا کی تکلیفیں ایک طرف اور عائشہ کو اس حالت میں دیکھنے کی اذیت ایک طرف۔

وہ لمحے کی تاخیر کیے بغیر اس کی طرف بڑھا۔

عائشہ نے وین کی طرف اشارہ کیا۔ "میرا بیگ۔" وہ کوئی ثبوت نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔

وہ بغیر کسی سہارے کے کار تک پہنچی۔ کامران نے بے خیالی میں فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا تو وہ اس سے بھی زیادہ بے خیالی میں بس بیٹھ گئی۔

ڈرائیونگ کے دوران اس نے عائشہ کی طرف پانی کی بوتل بڑھائی جسے اس نے تھام لیا اور ایک ہی سانس میں ساری اپنے اندر اندھیل لی۔

visit for more novels:

کامران نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔ وہ جواب دینے کی حالت میں تھی ہی نہیں۔ اسے بس بے ہوش ہونا تھا۔ کوئی مناسب جگہ چاہیے تھی۔

زیب چھت پر کپڑے ڈالنے کی غرض سے گئی تھیں جب پڑوسیوں کے لان میں ہونے والی ساس بہو کی جنگ ملاحظہ فرمانے کے لیے وہیں ٹھہر گئیں۔

جنگ تو ختم ہونے کو ہی نہیں آرہی تھی۔ وہ اکتا کر نیچے جانے کو مڑنے ہی والی تھیں کہ نظر باہر سڑک پر ٹھہری۔

کامران فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول رہا تھا۔ اور عائشہ کو اسکا بیگ پکڑاتے کچھ کہہ رہا تھا جیسے ہدایت دے رہا ہو۔

visit for more novels:

وہ اندر جا چکی ہے لیکن کامران اب بھی اسی سمت دیکھے چلا جا رہا ہے۔

زیب ایک لمحے کے لیے بالکل ساکن ہو گئیں۔

عائشہ کامران کے ساتھ کیوں تھی؟ وہ تو کبھی کسی غیر مرد کے ساتھ اکیلی نہیں آتی جاتی۔ وہ فرنٹ سیٹ پر کیوں تھی؟ کامران اسے کیا کہہ رہا تھا؟ وہ اس سے کیوں بات کر رہا تھا؟

ایک ساتھ کئی سوال زیب کے دماغ میں ابھرے۔ کامران ہی کیوں؟ آسیہ آپا کے ڈالے گئے خدشات سر اٹھانے لگے۔

روبی بار بار شادی کی بات کو کیوں ٹال دیتی ہے؟ کامران مدتحہ پر اتنی خاص توجہ کیوں نہیں دیتا؟ وہ غائب دماغی سے سیڑھیاں اترنے لگیں۔

عائشہ گرتی پڑتی کمرے تک پہنچی۔ صد شکر کہ کسی نے دیکھا نہیں تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھ تانیہ کے پیروں تلے سے زمین کھسکی تھی۔ اس نے عائشہ کو سہارا دیا تو وہ لمحے میں زمین بوس ہو گئی۔

تانیہ نے اسے بمشکل بیڈ پر لٹاتے کامران کو فون ملایا۔ ساری رواد سننے کے بعد وہ دنوں ہاتھوں سے لبوں کو ذور سے دباتے اپنی چیخیں اور سسکیاں دبانے کی کوشش کر رہی تھی۔ کامران نے اسے ہر بات کا ذمہ دار ٹھہرایا تھا اور اس پر بری طرح برساتھا۔

پھر ایک جھٹکے سے اٹھی، آنسو پونچھے، ایک نظر بے سدھ پڑی عائشہ کو دیکھا اور برق رفتاری سے کمرے سے نکل گئی۔

زیب اوپر سے ہوتی سیدھا چوکیدار کے پاس آئی تھیں۔
visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

"سعادت مند! بات سنو۔"

جی بی بی۔ "سعادت مند حاضر ہوا۔"

آج عائشہ کامران کے ساتھ آئی ہے؟ "زیب نے اپنی نگاہوں کی تصدیق چاہی۔"

سعادت مند "!زیب نے جیسے وارن کیا ہو۔" کیا تم نے کبھی ان دونوں کو اکیلے "آتے جاتے دیکھا ہے؟

سعادت مند نے کسی خیال کے تحت نظریں چرائیں۔ زیب نے اس کی نظروں کا تعاقب کیا۔

"تم آٹھ سال سے ہمارے نک خور ہو۔ یاد رکھو۔"

اس نے پیشانی پر نمی محسوس کی اور بدن میں حدت۔ مالکوں کے راز ایٹم بم ہوتے ہیں۔ ایک راز فاش اور تاش کے پتوں سے بنے گھر زمین بوس۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

"نہیں وہ۔۔۔۔۔ ایک۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔ نہیں دیکھا۔"

زیب نے اس کا منہ دبوچ کر اپنی طرف موڑا تو وہ ایک سانس میں سب اگل گیا۔

بس ایک بار۔ کامران بھائی اپنی منگنی کی رات آئے تھے کیونکہ عائشہ بی بی ڈر گئی۔
"تھیں۔ انہوں نے بلایا تھا۔"

زیب ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹی تھیں۔ سارے بھرم۔ سارے مان لٹے تھے۔ پاکیزگی کے، حیا کے، اعتبار کے۔ وہ سراپا شعلہ ہوئیں اور عائشہ کے کمرے کی جانب طوفانی قدم اٹھانے شروع کیے۔

تانیہ اپنے کمرے سے نکل کر سیڑھیاں چڑھتی اوپر پہنچی۔ دھڑام سے جلال کے کمرے کا دروازہ کھولا۔ وہ لیپ ٹاپ سامنے کھولے ٹک ٹک انگلیاں چلا رہا تھا۔

تانیہ کو دیکھ کر اس کے ماتھے پر بل پڑے۔ وہ اس کے کمرے میں کبھی نہیں آئی تھی۔

جلال بھائی آپ سے ایک کام ہے۔ ایک بندے کو ٹھکانے لگانا۔"

ہے۔۔۔۔۔ یہ مت پوچھیے گا کون؟ کیوں؟ کیسے؟ بس اتنا جان لیں کہ ہم کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کر رہے۔ وہ حقدار ہے اس کا۔۔۔۔۔ سیف اللہ

"عباس نام ہے اس کا۔"

وہ بس اسے آنکھیں چھوٹی کیے حیرت سے دیکھتا رہ گیا۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

زیب عائشہ کے کمرے میں دھڑام سے دروازہ کھول کر داخل ہوئی تھیں۔ وہ کمبل اوڑھے جہان و دنیا سے بے نیاز پڑی تھی جب زیب نے ایک جھٹکے سے کمبل ہٹا کر بازو سے پکڑ کر جھٹکے سے اسے اٹھا کر بٹھایا تھا۔

عائشہ کا سر چکرا گیا۔ دنیا اسکی آنکھوں کے سامنے گھوم رہی تھی۔ اس نے ادھ کھلی آنکھوں سے زیب چچی کو سامنے دیکھتے ہوئے سر تھاما۔

بہت سو لیا ہم نے اور تم نے عائشہ بی بی۔ اب جاگنے کا وقت ہے۔ تمہارا بھی۔
اور ہمارا بھی۔" وہ شعلہ بارنگاہوں سے اسے دیکھتی ہوئی کہہ رہی تھی۔

عائشہ نے نا سمجھی سے انھیں دیکھا۔

میری طبیعت ٹھ۔۔۔۔۔یک نہیں ہے۔ "اسکی آنکھوں کے سامنے"

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

سیاہی آئی تھی۔

طبیعت نہیں بی بی تمھاری نیت خراب ہے، تربیت خراب ہے، ذہنیت خراب"

ہے۔ رضوان صاحب تمھیں اس لیے گھر لے کر آئے تھے کہ آؤ اور میرے ہی گھر

میں گھات لگا کر بیٹھ جاؤ؟ تمہارے باپ نے تمہیں اس لیے بھیجا تھا کہ جاؤ اور
 "دوسروں کی بیٹیوں کی خوشیاں ہتھیالو؟ تمہیں شرم نہیں آئی؟

زیب دھاڑ رہی تھیں مگر عائشہ کا دماغ مفلوج تھا۔ وہ سن تو رہی تھی مگر سمجھ
 نہیں پا رہی تھی۔ اسکا سر ایک بار پھر چکرایا۔

"زیب چچی!۔۔۔۔۔ کیا؟۔۔۔۔۔"

زیب نے اس کا منہ دبوچ کا اپنی طرف موڑ کر اوپر اٹھایا تھا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

"کامران کو کیوں بلایا تھا تم نے اس کی منگنی کی رات؟"

الفاظ اس کی سماعت سے ٹکرائے۔ الفاظ تمھے یا گولہ باری۔ اس کے چودہ طبق روشن
 ہوئے۔ جو آنکھیں پوری نہیں کھل رہی تھیں وہ ضرورت سے زیادہ کھلیں۔ چکراتا سر
 ایک دم ٹھہر گیا۔ مفلوج دماغ میں طوفان برپا ہو گیا تھا۔

"وہ اپنی منگنی چھوڑ کر آیا تھا۔ تمہارے لیے۔ ایسا کیا کہا تھا اسے؟ کیا لالچ دیا تھا؟"

عائشہ کی دھڑکنیں تھم گئیں۔ سینے پر کسی نے بھاری پتھر رکھ دیا تھا۔

لالچ؟ کیا اس نے کوئی لالچ دیا تھا؟

"اب بولو۔ آج کہاں سے آئی تھی اس کے ساتھ؟"

کاش وہ بتا پاتی کہ وہ کہاں سے آئی تھی۔ کاش وہ بتا پاتی کہ سیف کون ہے۔ کاش

وہ بتا پاتی کہ تانیہ کا اس سے کیا رشتہ ہے۔ اگر وہ بتا پاتی تو زیب چچی دوبارہ ایسے

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

دھاڑ پاتیں۔ یہ سب سوال کر پاتیں۔

اس کی بے بسی اور زبان پر آئی ساری سچائیاں، سارے الفاظ آنکھوں کے راستے

بیاں ہونے لگے۔

تمھاری خاموشی تمھارے سارے کالے کرموں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مجھے تو یقین "

نہیں آ رہا احسان فراموش لڑکی۔ جب مدتحہ کو پتہ چلے گا تو وہ تو۔۔۔۔۔۔ "زیب نے

"جھر جھری لی۔ "نہیں نہیں۔"

بند دروازے کے پیچھے تانیہ ان کا ایک ایک لفظ سن رہی تھی۔ وہ عائشہ کی حالت نہیں دیکھ سکتی تھی لیکن اندازہ کر سکتی تھی۔ وہ سینے پر ہاتھ رکھے رو رہی تھی۔ اسکا دل کٹ رہا تھا کہ عائشہ کی ذلالت کی ذمہ دار وہ تھی۔

میں اپنی مدیحہ کو اجر تے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔ تمہیں نکلنا پڑے گا۔ لیکن "

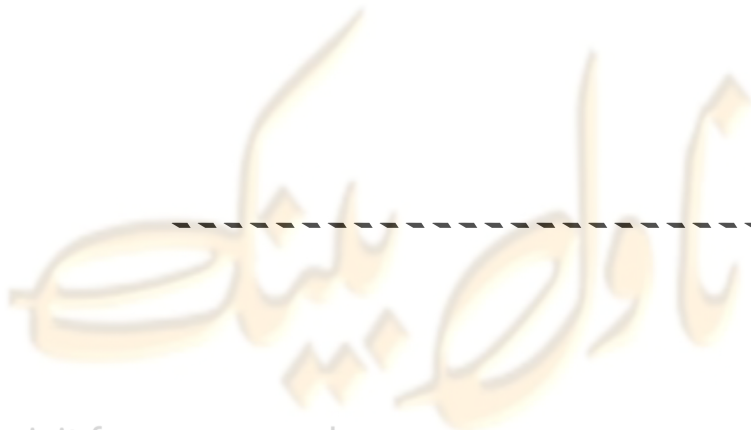
----- تمہیں بھیج نہیں سکتی یہاں سے۔ تم یہاں سے جاؤ گی تو ہو سکتا ہے

کامران بھی تمہارے پیچھے چلا جائے۔ تمہیں یہیں رہنا پڑے گا لیکن تمہاری حدود

"بدلنی پڑیں گی۔ اور وہ اب میں منتخب کروں گی۔

زیب کی آنکھوں سے شعلے برس رہے تھے۔ عائشہ نے سر جھکا لیا۔ آنسو ٹھوڑی سے ہوتے دامن میں جذب ہونے لگے۔

"جلال سے شادی کے لیے تیار ہو جاؤ۔"



visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

خاموشی۔ طویل، گہری، تاریک خاموشی۔ قبر کی سی خاموشی۔ موت کی سی خاموشی۔

اور پھر اچانک شور۔ کان کے پردے پھاڑ دینے والا۔ دماغ کی رگیں پھاڑ دینے

والا۔ اندر باہر کھولتا لاوا، سیسہ تیزاب اس کے کانوں میں انڈیلا گیا تھا۔ اس نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر آنکھیں پورے دور سے میچیں تھیں۔

اور کوئی راستہ نہیں ہے میری بیٹی کا گھر بچانے کا۔ کامران جلال سے کبھی ٹکر " نہیں لے گا۔ اور اگر تم نے کوئی چالاکی یا مزاحمت کی تو رضوان اور تمہارے ماں باپ کو یہاں اس گھر میں کھڑا کر کے تمہارا اصلی چہرہ دکھاؤں گی۔ اور جب سجاد صاحب تمہاری وجہ سے اس گھر سے بے آبرو ہو کر نکلیں گے تو وہ دعا کریں گے کہ ان کی پہلی بیٹی کی طرح دوسری بیٹی بھی قتل ہو جائے یا خودکشی کر لے۔ تمہاری "یہی سزا ہونی چاہیے۔

برف کے تلاب سے نکال کر کسی نے اسے کھولتے لاوے میں ڈبویا تھا۔

زیب جاچکی تھیں۔ وہ ایک دم کھڑی ہو گئی۔ سینے پر ہاتھ رکھے لمبے لمبے سانس لینے لگی۔ سانس نہیں آ رہا تھا۔ کھینچنے سے بھی نہیں۔

ہموار کھینچ کر کبھی دشوار کھینچ کر

تنگ آگیا ہوں سانس لگاتار کھینچ کر

زیب باہر نکلی تو تانیہ اوٹ میں ہو گئی اور پھر اندر داخل ہوئی۔ عائشہ کا چہرہ سفید
پڑ رہا تھا اور پھر وہ زمین بوس ہو گئی۔ سوچوں کا سلسلہ تمہم گیا۔ دماغ کا طوفان گہری
خاموش تاریکی میں بدل گیا تھا۔

زیب نے اپنے کمرے کے بند دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر لمبی لمبی سانسیں
لے کر خود کو پرسکون کیا۔ پھر دوپٹہ درست کرتیں اندر داخل ہوئیں۔ رضوان صاحب
بیڈ پر نیم دراز تھے سوان کے پہلو میں جا بیٹھیں۔

رضوان! آپ سے کچھ شئیر کرنا ہے۔۔۔۔۔ آسہ آپا جلال کی وجہ سے بہت پریشان " رہتی ہیں۔ بارہا ذکر کر چکی ہیں مجھ سے۔ کیا کریں اکیلی جو ہیں۔ اوپر سے اکلوتی اولاد " ہے۔ وہ چاہتیں ہیں کہ بس وہ سدھر جائے۔

ہم سب یہی چاہتے ہیں زیب۔ "رضوان صاحب نے سمجھتے ہوئے کہا۔"

آسہ آپا کا خیال ہے کہ شادی کی ذمہ داری اسے سدھا دے گی۔ بیوی بچوں کی " ذمہ داریاں پڑیں گی تو ساری بدمعاشیاں بھول جائے گا۔ ہمیں ہی تو سوچنا ہے اس " کے بارے میں۔ آخر دوہرا رشتہ ہے جلال سے۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

جلال میں بدلاؤ آ تو رہا ہے زیب۔ اس کے بارے میں ہمارے سارے وہم غلط " ہیں۔ وہ ذمہ دار بھی ہے اور سچا بھی۔ ہمیں اس بدلاؤ میں بس تیزی چاہیے اور "تسلسل بھی۔"

بالکل۔ میں چاہتی ہوں مدتحہ سے پہلے جلال کی شادی ہو جائے تاکہ لوگ یہ نہ "ا کہیں کہ اپنی بیٹی کی تو کر لی لیکن یتیم بھانجے کا نہیں سوچا۔

"ہمم۔ صحیح کہہ رہی ہو۔"

عائشہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ "زیب نے دھماکا کیا۔"

رضوان صاحب کی حیرت سے آنکھیں کھلیں۔ سچھاؤ کافی غیر متوقع تھا۔

نہیں زیب۔ عائشہ تو بہت معصوم اور سیدھی سادی ہے۔ اور وہ جلال کا اصلی"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

"روپ کئی بار دیکھ چکی ہے۔"

یہی تو رضوان۔ اسے ہر کسی کو اپنے قابو میں کرنا آتا ہے۔ کبھی معصومیت سے تو " کبھی سادگی سے۔ وہ جلال کا دل موہ لے گی۔ مجھے یقین ہے۔ اور وہ سمجھدار اور صبر

والی ہے۔ وہ جلال کے برتاؤ کے اونچ نیچ کو سمجھ بھی لے گی اور برداشت بھی
 "اکر لے گی۔ وہ اسے بہت تیزی سے سدھار سکتی ہے۔"

رضوان صاحب گہری سوچ میں غرق ہو چکے تھے۔ جلال کا ان کی نظروں میں اب
 پہلے والا امج نہیں تھا۔

"سوچتا ہوں اس بارے میں۔"

سوچنا کیا ہے رضوان؟ دیکھی بھالی بچی ہے۔ جلدی فرض ادا کریں پھر مدتحہ کا بھی
 تو سوچنا ہے۔ بس سجاد کو فون کریں اور کل کے لنچ کی دعوت دے دیں۔ جلدی
 "اکریں۔"

زیب نے جیسے جان چھڑائی ہو۔

رضوان صاحب کو زیب کی بات کچھ بھلی لگی تھی۔

زیب کے چہرے کے تاثرات مسلسل بدل رہے تھے۔ عائشہ کے نام سے بھی چڑ
ہو رہی تھی۔

کامران ایئر پورٹ پر کھڑا اے ایس پی ناصر حسین باجوہ سے فون پر محو گفتگو
تھا۔ اس کی فلائٹ میں 45 منٹ باقی تھے۔

کامران! جس جگہ کا تم نے بتایا تھا وہاں نہ کوئی وین تھی اور نہ کوئی انسان۔ نہ "
زخمی نہ مرا ہوا نہ زندہ۔ جیسے کوئی پہلے ہی اسے لے اڑا ہوا اور جگہ کا بھی صفایا کر دیا
ہو۔"

عجیب بات ہے۔ "کامران بڑبڑایا۔"

وہ گمشدہ ضرور ہے پر اگر ضرورت پڑی تو اسے کوہ قاف سے بھی ڈھونڈ نکالیں۔
"گے۔ تم بے فکر ہو کر جاؤ۔ تمہاری فیملی کی ذمہ داری ہماری ہے۔"

وہ بگڑے تاثرات کے ساتھ فون بند کر کے ویٹنگ روم کی جانب بڑھ گیا۔

عائشہ کی ساری رات بے خبر گزری۔ تانیہ اس کے سرہانے بیٹھی اس کی پیشانی پر
آیا پسینہ پونچھتی رہی البتہ وقفے وقفے سے اس کی آنکھ سے آنسو گر کے عائشہ کے
تکے میں جذب ہو جاتا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ جلال سے شادی کا کیا مطلب ہوتا
ہے۔

عائشہ بے ہوشی کے عالم میں ساری رات کچھ بڑبڑاتی رہی جسے تانیہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

صبح ہو چکی تھی۔ تانیہ اب بھی اس کے پاس بیٹھی تھی۔ اور وہ نیم دراز، بے تاثر
چہرے اور ماؤف دماغ کے ساتھ دیوار کو تکے جا رہی تھی۔ ذہن آگے پیچھے کی
سوچوں سے بالکل خالی تھا۔ "کب تک اس کے گھٹنے سے لگ کے بیٹھی رہو گی؟
"کچن میں آ کے میری مدد کرو۔ مہمان آرہے ہیں۔"

زیب اچانک سے دروازہ کھول کے نمودار ہوئی تھیں اور پر طیش لہجے میں تانیہ سے کہہ رہی تھیں۔

اور اس کو بھی کہو کہ تیار ہو جائے۔ دوپہر کو اس کے ماں باپ آرہے ہیں۔"

جلال سے اس کا رشتہ پکا کرنے۔ "زیب نے عائشہ کی طرف اشارہ کرتے تانیہ سے

کہا۔

عائشہ کی ساکن آنکھوں میں جنبش ہوئی۔ زیب جا چکی تھیں۔ عائشہ نے شدت غم سے آنکھیں میچتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے بیڈ شیٹ کو جکڑ لیا۔

اس دل کاٹ منظر کے مقام سے ایک منزل اوپر آسیہ نے ناجانے کن مشکلات کے بعد جلال کو آج گھر رکنے پر مجبور کیا تھا البتہ وجہ نہیں بتائی تھی۔

جلال گا ہے بگا ہے بگڑے تاثرات سے اپنی ماں کے بدلے تیور اور ضرورت سے زائد خوشی کی وجہ بھانپنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور بس پھر جب آسیہ نے اس کے ہاتھ میں کلف لگا سفید کرتا شلوار تھمایا تھا تو ایک لمحے میں ساری رام کہانی سمجھ گیا تھا۔

لیکن بولا کچھ نہیں تھا۔

خاموشی سے بغیر اعتراض کے سفید شلوار قمیض زیب تن کیے جب اس نے خود کو آئینے میں دیکھا تھا تو ایک لمحے کے لیے ناجانے کیوں اسے خود میں کامران کی شبیہ نظر آئی تھی اور وہ آئینے پر دوسری نگاہ نہیں ڈال سکا تھا۔

عائشہ جانے کن بوجھل قدموں کے ساتھ چل کر زیب کے پاس کچن تک آئی
جہاں وہ جلدی میں کھانے کے برتن نکال رہی تھیں۔

زیب چچی!----- مجھ پر یہ ظلم نہ کریں۔ آپ پوری بات جانے بغیر فیصلہ کر۔"

رہی ہیں جس سے صرف میری بربادی ہوگی۔" اس کا لہجہ انتہائی منت والا تھا۔

زیب کے کام کرتے ہاتھ تھمے اور وہ برق رفتاری سے مڑیں۔

مجھے پتہ ہے عائشہ بی بی تالی کبھی ایک ہاتھ سے نہیں بچتی۔ اگر قصور تمہارا ہے تو "یقیناً کامران کا بھی ہو گا۔ پہلے تمہارا بندوبست کر لوں تو اسے بھی دیکھ لوں گی۔ میں

لیکن میرا ان سب میں کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ سب ہمیشہ سے یک طرفہ رہا۔
ہے۔ "وہ ذارو قطار رو دی تھی۔

اچھا؟ کامران کو اس کی منگنی سے کال کر کے بلا لینا، اس کے ساتھ پتا نہیں"

کہاں سے گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ کر گھر آنا، تانیہ اور مدیحہ کے ساتھ اس کی

موجودگی میں سیر سپاٹوں پر جانا اور آسیہ آپا نے خود تمہیں اس سے نازیبا باتیں

کرتے سنا ہے۔ ان سب میں تمہارا کوئی قصور نہیں؟ واقعی؟ میں نے کہا ناکہ تالی

ایک ہاتھ سے نہیں بچتی۔ کچھ بڑھاوا تو تمہاری طرف سے بھی ہوگا جو تمہیں یاد نہیں

"آ رہا یا تم ماننا نہیں چاہ رہی۔

عائشہ کو یہ سب سناتے وہ یہ بھول گئی تھیں کہ وہ تانیہ اور مدیحہ کے ساتھ ہمیشہ ان کی اجازت سے جاتی تھی۔ اور یہی تو بدگمانی کی خصوصیت ہے کہ وہ انسان کے تمام اچھے کرموں کو بڑی صفائی سے نظر انداز کرنے پر مائل کر لیتی ہے۔ زیب جاچکی تھی اور عائشہ وہی کرسی پر ڈھے گئی تھی۔

بدقسمتی کی انتہا تھی کوئی ایک نقطہ، کوئی ایک شخص اس کے حق میں نہیں تھا۔ اور جو تھا اگر وہ بولتا تو اس کا اپنا بہت کچھ خسارے میں چلا جاتا۔

زیب کی کچن سے باہر نکلتے ہوئے مدیحہ پر نظر پڑی تو اسے آواز دی وہ خراماں خراماں مورنی کی چال چلتی زیب تک پہنچی۔

مدیحہ! آج بہت اچھے سے تیار ہو جانا۔ کھانے پر روپی بھی ہوگی۔ آج میں تمہاری اور "کامران کی شادی کی تاریخ لے لوں گی۔ بہت انتظار ہو گیا۔"

دو ٹوک کہہ کر نکل گئیں۔ اور پیچھے سے مدتحہ کا دل کیا کہ وہ الٹی چھلانگیں لگائے۔
بتیسی تھی کہ اندر جا ہی نہیں رہی تھی۔ فون نکال کر کامران کا نمبر ملانے لگی پر
سرپرائز دینے کے خیال کے تحت رک گئی۔

سجاد صاحب اور ان کی بیگم رفعت دوپہر کے کھانے پر موجود
تھے۔ روبی، عمران، آسیہ، جلال وہ سب بھی موجود تھے۔ ٹیبل پر صرف ان دو کی کمی
تھی جو راستہ بدلتی تھی تو وہ بھی راستہ بدلتا تھا۔ جو ہنستی تھی تو وہ بھی ہنستا تھا۔ جو
گھورتی تھی تو وہ مغرور ہوتا تھا کہ وہ اس کی نظروں کے حصار میں ہے۔

کھانے کے بعد لاؤنج میں ٹی ٹائم پر رضوان صاحب نے سجاد صاحب کے سامنے
جلال کے رشتے کی پیش کش رکھی تھی۔ سرفراز اور روبی کے تو اوسان خطا ہو گئے

تھے۔ سرفراز اپنی نشست سے کھڑا ہو گیا تھا اور روبی کا لبوں تک جاتا کپ راستے میں ہی تھم گیا تھا۔ کیونکہ سارے ہی اس معاملے سے کسی حد تک واقف تھے سوائے ان دونوں کے۔

وہ دونوں تو اپنی جگہ، جلال کے تو چودہ طبق روشن ہوئے تھے۔ اسے لگا وہ اتفاقاً
اسی دن آئے ہیں جس دن اس کا رشتہ دیکھنے والے لوگ آنے والے تھے۔ اس
نے فوراً ماں کا ہاتھ پکڑا اور گھسیٹتا ہوا لان میں لے آیا۔

اب وہ زبان کو قفل لگائے ماں کو بگڑے تیوروں کے ساتھ تکے جا رہا تھا۔

یہ لوگ کیوں آئے ہیں یہاں؟" اس نے ماں کو گھورتے ہوئے کہا۔"

"آسیہ نے نظریں چرائیں۔" عائشہ کے رشتے کے لیے آئے ہیں۔

"میری طرف سے انکار ہے۔" وہ دبا دبا دھاڑا۔ "بالکل صاف انکار ہے۔"

آسیہ کا چہرہ اور کان سرخ ہوئے۔ شدتِ طیش سے مٹھیاں بھیجنے لیں۔

منہ بند کرو اپنا۔ ہر وقت بکواس کرتے رہتے ہو۔ کچھ تو ایسا کر دو کہ میری جان کو " سکون آ جائے۔ تمہارے باپ نے بسترِ مرگ پر کہا تھا کہ تمہارے لیے ایک سہارا چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ لیکن انہیں کیا پتا تھا کہ یہ سہارا کم اور ذلت کا طوق زیادہ ثابت ہوگا۔ جگہ جگہ میرے چہرہ چھپانے کا سبب بنے گا۔ جلال! ایک بات میری تم لکھ لو۔ میں رضوان بھائی کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتی۔ اگر تم نے کوئی الٹی سیدھی حرکت کر کے معاملہ خراب کرنے کی کوشش کی تو قسم سے میں تمہیں خود "تمہارے باپ کے بغل میں دفن کر آؤ گی۔ سمجھ آئی تمہیں؟

وہ انگلی سے تنبیہ کرتے اسے کلائی سے پکڑے اندر لے آئیں۔

ماں سے کھری کھری سننے کے بعد اب اس کی زبان پر پھر گہرا قفل لگ گیا تھا۔

رضوان صاحب سجاد صاحب سے ان کی رائے پوچھ رہے تھے جن کے عین سامنے جلال اسی سفید شلوار قمیض میں بیزار سا بیٹھا تھا۔ وہ کب کا وہاں سے جاچکا ہوتا اگر آسیہ اس کے بازو کو اپنے بازو میں پھنسا کر نہ بیٹھی ہوتی۔

اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اسے کسی خریدار کے سامنے بٹھا دیا گیا ہے۔ اور اب دوکاندار گاہک کو اس کی خصوصیات بتا رہا ہے جس پر گاہک بار بار مسکرا کر اثبات میں سر ہلا ہلا کر اسکی طرف دیکھ رہا ہے۔ اسے محسوس ہو رہا تھا اس کی قیمت لگنے والی ہے۔ رضوان صاحب سے اطمینان کرنے کے بعد سجاد صاحب رخ موڑ کر جلال سے مخاطب ہوئے اور اسے سے چند ایک سوال پوچھے جن کے اس نے سچ سچ مگر تسلی بخش جواب دیے۔ سجاد صاحب نے کوئی ایسا سوال نہیں پوچھا جس پر وہ یا اردگر بیٹھے افراد میں سے کوئی گھبراتا۔ اس سے پہلے کہ کوئی ایسا سوال نکلتا زیب نے

رفعت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ عائشہ کو لے آنا چاہیئے۔ سو وہ دونوں کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔

رفعت بھی چہرے سے ہی باحیا اور با حجاب تھیں۔ کوئی بھی دیکھنے سے بتا سکتا تھا کہ وہ عائشہ کی ماں ہیں۔ دونوں میں اتنی مشابہت تھی۔ جیسی ماں ویسی بیٹی۔

زیب اور رفعت عائشہ کے ہمراہ لاؤنج میں داخل ہوئی تھیں۔ عائشہ سنہرے کام والے سفید شلوار قمیض میں ملبوس تھی جو آسیہ خالہ نے میچنگ کر کے دیا

تھا۔ آسیہ نے آگے بڑھ کر عائشہ کا ہاتھ تھاما اور اپنے قریب بٹھایا تھا۔ جیسے ہی

عائشہ بیٹھی تھی جلال نرمی سے اپنی نشست سے اٹھا تھا اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا باہر نکل گیا تھا۔

اس کی اس حرکت پر سجاد صاحب نے بھی اس کی شرافت کی خوش فہمی پال لی تھی۔

ماشاء اللہ۔ عائشہ بیٹی تو ہے ہی اتنی خوبصورت کہ پہلی نظر میں ہی ہر کسی کو پسند آجاتی ہے۔ "عائشہ کا دل ڈوب ابھرا۔ اسے 'الوایت فرسٹ سائیٹ' پر کی گئی اپنی تقریر یاد آئی اور پھر اس کا نتیجہ بھی۔

رضوان نے بہت سوچ سمجھ کر عائشہ کے لیے یہ فیصلہ کیا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ سجاد بھائی کو بھی جلال پسند آیا ہوگا۔ کیوں سجاد بھائی؟ "زیب نے کھیل کا پہلا پتہ مارا۔

گوکہ یہ سب اتنی اچانک اور جلدی ہے۔ ہمیں یہاں آنے سے پہلے بلاوے کا مقصد بھی نہیں پتہ تھا۔ لیکن مجھے اپنے بھائی رضوان پر پورا یقین ہے۔ وہ عائشہ

کے لیے بہتر نہیں بلکہ بہترین ہی انتخاب کرے گا۔ سجاد صاحب نے خلوص سے
بھڑپور لہجے میں کہا تو ایک لمحے کے لیے رضوان صاحب کا دل دگمگایا۔ کیا وہ ٹھیک کر
رہے ہیں؟ کہیں کوئی زیادتی تو نہیں ہو رہی؟

جی یقیناً۔ ویسے اصولاً ہمیں خود رشتہ لے کر آپکی طرف آنا چاہیے تھا لیکن آپ کو "یہاں زحمت دینے کا مقصد کچھ اور تھا۔۔۔۔۔۔ اصل میں دونوں بچوں نے فی الحال ایک ہی چھت کے نیچے رہنا ہے اور دونوں

خاندانوں کی طرف سے کوئی رکاوٹ بھی نہیں ہے تو میرے خیال سے مناسب یہی رہے گا کہ دونوں کافی الحال کم از کم نکاح کر دیا جائے۔ "زیب نے چال کا سب سے طاقتور پتہ پھینک کر وہاں بیٹھے ہر ایک شخص کو حیرت زدہ کر دیا تھا۔

رضوان صاحب محسوس کر رہے تھے کہ زیب ضرورت سے زیادہ غیر متوقع بول رہی ہیں لیکن اس بات کی امید وہ بھی نہیں کر رہے تھے۔ تانیہ اور سرفراز نے کھلے منہ سے ایک دوسرے کو دیکھا جو کچن کے دروازے کی جھری سے ساری گفتگو سے منسلک تھے۔

عائشہ کا جھکا سر مزید جھک گیا۔ آنکھیں اتنی دور سے میچیں کہ اک آنسو پلکوں سے ہوتا گود میں جاگرا۔

آسیہ خالہ کو اپنے پر خوشی سے سن ہوتے محسوس ہوئے۔
visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

نکاح؟ آج؟ "سجاد صاحب کچھ گڑبرائے۔"

آپ نے ہی تو کہا کہ آپ کو یقین ہے۔ اور تیاری ہم دیکھ لیں گے۔ ایک نکاح ہی "تو ہے۔" زیب نے تسلی دینے کو کہا۔

سجاد صاحب سوچ میں پڑ گئے اور یہ ان کی رضامندی کی طرف صاف اشارہ تھا۔

عائشہ حیران تھی کہ زمین کیوں نہیں پھٹ رہی؟ اور وہ اس میں کیوں نہیں

سمارہی؟

رشتوں میں کبھی بھی اتنی ہڑبڑی نہیں مچانی چاہیے۔ چاہے وہ ایک ہی خاندان "

کے دو افراد کے درمیان کیوں نہ ہو۔ ہر رشتہ وقت مانگتا ہے حتیٰ کہ نکاح کے بعد

میاں بیوی کا رشتہ بھی۔ یہ تو ابھی صرف منگیتر ہیں۔ "محفل میں موجود ہر ایک کی

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

نظریں ایک شخص کی طرف اٹھیں۔

یہ سنہری حروف کس کے تھے؟

مجھے نہیں لگتا کہ اتنی جلدی کرنی چاہیے۔ کل منگنی کر لیں اور اگر بہت جلدی بھی ہے تو ایک مہینے بعد نکاح کر لیں۔" یہ روبی کے الفاظ تھے جس نے سب سے زیادہ زیب کو حیرت میں ڈالتے ہوئے آسیہ خالہ کی گرم جوشی پر ٹھنڈا پانی ڈالا تھا۔

سچ تو یہ ہے کہ وہ ڈر گئی تھیں۔ اس منظر سے جب ان کا بیٹا واپس آکر اس نکاح کی خبر سنے گا۔ ان کی مداخلت کی سب سے بڑی وجہ یہی تھی۔ اس سے پہلے کہ زیب کچھ بولتیں رضوان نے اس تجویز پر رضامندی دے دی۔

میرے خیال سے یہی بہتر ہے۔ کل منگنی کی رسم کر لیتے ہیں اور نکاح جب "

"سجاد چاہے۔ آج کی رات ہمیں اپنی مہمان نوازی کا موقع دو سجاد۔

سجاد صاحب نے مسکرا کر رضامندی ظاہر کر دی۔

عائشہ کی حالت زار میں کوئی کمی نہیں آئی۔ منگنی ہویا نکاح نام تو منسلک ہو گیا نا۔ اسے یہ بھی گوارہ نہیں تھا۔

چلیں ٹھیک ہے اگر آپ سب کی یہی رضامندی ہے تو۔ لیکن روپی میرا خیال " ہے کہ کامران اور مدیحہ کے رشتے کو تو کافی وقت مل چکا ہے۔ اس میں تو اب جلد بازی کی کوئی گنجائش نہیں بچی۔ "زیب نے مصنوعی مسکراہٹ سے تلخ لہجے میں کہا۔

ہاں زیب - ہم کون سا بھاگے جا رہے ہیں۔ میرا عمران صرف تین ماہ کے لیے آیا " ہے اور پھر ناجانے کب آئے گا۔ تو میں پہلے بڑے بیٹے کی شادی کر دینا چاہتی ہوں۔ اصول بھی یہی ہے۔ کیونکہ وہ تو واقع بھاگا جا رہا ہے۔

روپی کے جواب پر سب دل کھول کر ہنس دیے جبکہ زیب شرمندہ سا مسکرا دیں۔
آج کی محفل تو روپی لوٹ چکی تھیں۔

مدتھ نے پھر سے ایک ٹھنڈی آہ بھری لیکن جلال کی منگنی کے لیے وہ ایکسائیڈ
تھی کیونکہ اس نے آج سے پہلے ایسا مس میچ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اسے تماشا
دیکھنا پسند تھا اور لوگوں کو تجسس میں مبتلا رکھنا بھی۔ سو اس نے فوراً کامران کو کال
ملائی۔

ہیلو ڈیئر۔ کیسے ہو؟ آئی ہیو آسپررائز فاریو۔ "نہ سلام نہ دعا۔ بس چڑھ دوڑی۔"

کیا؟" وہ بھی کچھ بے زار سا تھا۔

کل جلال کی منگنی ہے۔ "اس نے خاصے جوش سے چیختے ہوئے کہا۔"

کیا؟" اس کی حیرت واقعی آسمانوں پر تھی۔ "ایک دن میں ایسی کون آگ"

"پڑی۔ میرے جانے سے پہلے تو سب نارمل تھا۔

تم اسے بہت اچھے سے جانتے ہو مسٹر۔ لیکن یہ ایک سرپرائز ہے کل آؤ گے تو"

پتہ چلے گا۔ اور ہاں میرے لیے اپنی پسند سے ایک اچھا سا ڈریس لے کر آنا۔ کل

"منگنی پر وہی پہنوں گی۔ بائے۔ ٹیک کئیر۔

فون بند ہونے پر وہ سوچ میں پڑ گیا۔ (لاحول ولا قوۃ۔ کہیں تانیہ کا بھانڈا پھوٹنے پر

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com اسکو تو نہیں سولی چڑھا دیا؟)

ابھی سوچوں کا محور ٹوٹا نہیں تھا کہ ایک بار پھر فون بجا۔

'اے ایس پی ناصر حسین باجوہ کالنگ۔'

"ہیلو کامران! کیسے ہو؟"

"کوئی اہم پیش رفت ہوئی ہے ناصر؟"

آج صبح ہمیں اسلام آباد کے سرکاری ہسپتال سے سیف اس کی خبر ملی "

تھی۔ پہنچنے پر معلوم ہوا کہ وہ کافی نازک حالت میں ہے۔ معذور ہو چکا

ہے۔ ٹانگوں پر ایک جگہ کچھ نوکیلا گھونپنے کا نشان ہے جبکہ باقی سب کسی بھاری

فولادی چیز سے وار کرنے کے نشان۔ جیسے کسی غنڈے نے بے دردی سے مارا ہو

"اور ٹانگیں دانستہ توڑی ہوں۔"

ٹھیک ہے۔ میں واپس آکر تم سے ملوں گا۔ "فون بند ہو چکا تھا۔ دماغ پھر سے "

الجھنوں کا شکار ہو گیا تھا۔

(میرے سکھر آتے ہی اسلام آباد پر اتنی پراسراریت کیوں چھا گئی ہے؟)

شام مغرب کی نماز کے بعد رفعت اور سجاد عائشہ کے کمرے میں داخل ہوئے
جہاں وہ کھڑکی سے سرٹکائے گم صم سی کھڑی تھی۔

عائشہ "! اندر داخل ہونے پر رفعت نے اسے پکارا تو عائشہ کے سینے میں جیسے "
کوئی نشتر سرایت کر گیا تھا۔

وہ ماں جسے وہ اپنی ہر چوٹ کے بعد زخم دکھا کر روتی تھی، ہر دفعہ تکلیف میں جس کی آغوش میں آسوتی تھی، جو ہر بار اپنے پلو سے اس کے آنسو پونچھ دیتی تھی۔ وہ آج نہ تو انہیں اپنا زخم دکھا سکتی تھی نہ ان کے پلو سے اپنے آنسو پونچھ سکتی تھی۔

وہ بس آہستہ سے ان کے گلے لگ گئی۔

میری باوقار بیٹی۔ مجھے پتہ ہے تمہارے جذبات کیا ہیں۔ یہ سب بہت جلدی ہے " نا؟ لیکن اللہ سب خیر کرے گا۔ تمہیں یقین ہے نا اپنی دعاؤں پہ؟ میری دعاؤں پہ؟ اپنے اللہ پہ؟ "رفعت نرمی سے اس کے بال سہلاتی ہوئی کہہ رہی تھیں۔

وہ کچھ نہ بول سکی۔ نہ ہاں، نہ انکار۔

سجاد صاحب نے اسکے پہلو میں بیٹھتے اس کا ہاتھ تھاما۔

بیٹا! ہم اپنے آخری نبی کی ایک خوبصورت سنت پوری کرنے آئے ہیں۔ جب "

حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ پاک کی طرف سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے

لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کا رشتہ لے کر آئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف امت کو سکھانے کے لیے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ان کی رضامندی دریافت کی تھی حالانکہ یہ سب عرشی

فیصلے تھے۔ سب پہلے سے ہی طے تھا پھر بھی----- تو بیٹا بتاؤ۔ کیا
"مطمئن ہو اس رشتے سے؟

عائشہ کے دل میں ایک امید کی کرن جاگی۔ اس نے ماں کے کندھے سے سہراٹھایا۔ باپ کو پر امید نگاہوں سے دیکھا۔ اسکی زبان نے زیب کے پڑھائے سبق سے بغاوت کرنا چاہی۔ لیکن اگلے ہی پل کچھ الفاظ اس کی یاداشت پر ابابیل کے گرائے پتھروں کی طرح برسے۔

(جب سجاد صاحب تمھاری وجہ سے بے آبرو ہو کر یہاں سے نکلیں گے تو وہ دعا کریں گے کہ ان کی پہلی بیٹی کی طرح دوسری بھی قتل ہو جائے یا خودکشی کر لے)۔

بولو عائشہ میری جان۔ "رفعت نے اسکا کندھا تھپتھپایا۔"

اسکی ہاں سے نہ کے درمیان صدیوں کا فاصلہ آگیا تھا جسے طے کرنا فی الوقت اس کے لیے ممکن نا تھا۔

"ہم تمہارے ماں باپ ہیں بیٹی۔ ہم سے مت جھجھکو۔ بتاؤ۔"

عائشہ نے ایک نظر کھڑکی سے باہر آسمان کو دیکھا۔ چند لمحوں کو آنکھیں بند کیں اور سماعتوں میں گونجا۔

رنا هب لنا من ازواجنا وذینا قرۃ اعین و جعلنا للمستقین اماما۔

visit for more novels:

اس نے معمولی سا اثبات میں سر ہلایا اور ساتھ ہی دعا کی کہ وقت تھم

جائے۔ گھڑی کی سوئیاں مڑ جائیں۔ گھڑیاں ٹوٹ جائیں۔ اسکی ہاں قیامت تک پوری نہ ہو۔

رفعت اور سجاد نے مسکرا کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ باری باری اس کے ماتھے پر بوسہ دیا اور کمرے سے باہر نکل گئے۔

ان کے جانے کے کچھ دیر بعد وہ ہاتھ سے لبوں کو دبائے بھاگتی ہوئی کمرے سے نکلی اور چھت کی طرف بھاگی۔ اسے یوں جاتا دیکھ تانیہ بھی اس کے پیچھے بھاگی تھی جس طرح کچھ عرصہ پہلے اسی منظر میں عائشہ پریشانی سے چھت پر موجود تانیہ کی طرف بھاگی تھی۔

جب وہ چھت پر پہنچی تو عائشہ چھت کے وسط میں گھٹنوں کے بل بیٹھی اونچی اونچی رو رہی تھی۔ تانیہ کا دن نا جانے کتنے حصوں میں کٹ گیا۔ وہ آگے بڑھی اور اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔

تانیہ! لوگ جھوٹ بولتے ہیں بکواس کرتے ہیں کہ جو لوگ آپ سے محبت کرتے ہیں وہ بغیر کچھ کسے بھی آپ کے دل کا حال سمجھ لیتے ہیں۔ آپکے لفظوں کے پیچھے چھپے درد کو بھانپ لیتے ہیں۔ سب جھوٹ ہے کہ انسان کو دنیا میں سب سے زیادہ ماں باپ پیار کرتے ہیں۔ مفاد کے وقت سب اپنا مفاد دیکھتے ہیں۔ کوئی اپنا پرایا نہیں دیکھتے۔" وہ دھاڑے مار مار کے رو رہی تھی۔

کیسی باتیں کر رہی ہیں عائشہ؟ آپکے ماں باپ کا ان سب میں کیا فائدہ؟ "تانیہ کو" اس کی ذہنی حالت درست نہیں لگی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

ابا کو بس یہ فکر ہے کہ ان کے اپنے پانچ سال سے پچھڑے دوست سے دوبارہ "تعلقات استوار ہو جائیں۔ چاہے اس کے لیے اپنی اکلوتی اولاد کی قربانی دینی پڑے۔ اگر مجھ سے محبت ہوتی تو میری ہاں کے پیچھے چھپے انکار کو کیوں نہیں سمجھے؟ صرف سنت کی ادائیگی کا ٹھپہ لگانے آئے تھے۔ نکاح کے وقت بھی تین

دفعہ رضامندی دریافت کی جاتی ہے۔ پھر کیوں میری آدھی ادھوری ہاں پر مطمئن ہو کر چلے گئے؟ کیوں مجھے کریدنے کی کوشش نہیں کی؟ نام نہاد محبتیں ہیں سب

”کی سب۔“

وہ اتنی اونچی اونچی چلا رہی تھی کہ تانیہ کو فکر ہونے لگی کہ کہیں آوازیں نیچے تک نہ جا رہی ہوں۔

بس کریں عائشہ چپ ہو جائیں۔ آپ اس وقت ٹھیک نہیں ہیں۔ "التانیہ نے اپنے"

آپ کو کس مجبوری میں ضبط کر رکھا تھا وہی جانتی تھی کیونکہ ان سب کی ذمہ دار کہیں

نہ کہیں وہی تھی۔

آج سب دیکھ لیں بلا موت مارے جانا کیا ہوتا ہے۔ سچ ہے تانیہ اس دنیا میں " انسان کا اللہ کے سوا کوئی نہیں ہوتا۔ صرف۔۔۔۔۔

اچانک سے اس کے ذہن میں دھماکا ہوا تھا۔ اس کے آنسو یک دم تھم گئے۔

"اللہ؟"

پھر اچانک کھڑی ہو گئی دوپٹہ درست کیا۔ ہاتھوں کی پیشپ سے آنسو پونچھے اور چل دی۔

کہاں جا رہی ہیں؟ 'لنانیہ کو تشویش ہوئی۔"

"مہر لگانے۔"

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

"کیا مطلب؟"

تم نے سنا نہیں انسان کی قسمت اس کی پیشانی پر لکھی ہوتی ہے تو بس پھر
"اپنی قسمت کی مہر لگانے جا رہی ہوں۔"

اس کے بعد تانیہ نے ساری رات ایک ہی منظر دیکھا کہ وہ سجدے میں جاتی ہے اور اٹھتی ہے تو جائے نماز کا سجدہ پہلے سے زیادہ بھیکا ہوا ہوتا ہے۔ وہ مہرین لگا رہی تھی۔ اور شفاف پانی سے ناجانے کتنی مہرین لگوا چکی تھی۔

شام کھانے سے واپسی پر گھر پہنچ کر روبی نے کامران کو کال ملائی۔

"کامران جلدی گھر پہنچو۔ تمہیں اندازہ بھی نہیں ہے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔"

visit for more novels:

پتہ ہے امی مجھے سب۔ مدد کے لئے کال کر کے بتا دیا ہے۔ "اس نے چڑتے" ہوئے کہا۔

پھر بھی تم اتنے ریلیکس ہو؟ "روبی چونکی تھیں۔"

امی اب میرا ان سب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ اب اپنی لائف میں جو مرضی " کمرے۔ میں نے کئی بار بات کرنے کی کوشش کی لیکن اس نے نہیں سنا۔ اب میں ان سب سے بری الذمہ ہوں۔ اسکی لائف میں جو چاہے آئے جو چاہے جائے۔ آئی ریٹی ڈونٹ کئیر۔" اس نے دو ٹوک کہا۔

کیا مطلب؟ میں ایویں ہی تمہارے لیے لڑتی پھر رہی ہوں۔ "روبی کا پارہ چڑھا۔" کیا مطلب میرے۔۔۔۔۔۔ "فون روبی کی طرف سے کٹ چکا تھا۔"

visit for more novels:

ہاں ایک جلال ہی تو رہ گیا ہے اس دنیا میں جس کی فکر کرتا پھروں۔ جو مرضی ' کمرے میری طرف سے۔" اس نے ماتھے پر بل ڈالتے سوچا۔

اپریل۔ ایک تباہ کن دن۔ خاص طور پر عائشہ، کامران اور جلال کے لیے۔ کیونکہ 8

اس دن کے آفرِ شاکس انہیں بہت عرصہ تک ملتے رہنے تھے۔ یا شاید ہمیشہ۔

رضوان ہاؤس میں غیر معمولی طور پر ہلچل تھی جو کچھ کے لیے تو خوشگوار تھی اور

کچھ کے لیے سوگوار۔ عصر کے بعد منگنی کی رسم ادا ہوئی تھی۔ روپی ظہر کے بعد

یہاں پہنچ چکی تھیں اور کامران نے بھی سیدھا یہیں پہنچنا تھا۔

وہ گیٹ سے اندر داخل ہوا تو مدیحہ لان میں چکر کاٹتی اس کا انتظار کر رہی تھی کیونکہ

وہ اس کو اپنی آمد کی خبر دے چکا تھا۔ بدتمہ نے ایک خوشگوار مسکراہٹ سے اس کا

استقبال کیا جبکہ نظریں ہاتھ میں جھولتے شاپنگ بیگ کی طرف ہی تھیں۔

کامران نے آتے ہی اسے وہ بیگ تھمھمایا۔

او تھینک یو سوچ۔ مجھے اسی کا انتظار تھا۔ "مدتہ نے خوشی سے کہا۔"

ہمم۔ مجھے پتہ ہے۔ "کامران نے طنزیہ کہا۔"

مدتہ ذرا گڑبڑائی۔ "ارے نہیں۔ تمہارا بھی انتظار تھا۔ تمہیں سرپرائز بھی تو دینا ہے۔"

ہاں۔ سرپرائز "اس نے بیزار سا کہا۔"

بوجھو تو جانیں۔ جلال کی دلہن کو تم بڑے اچھے سے جانتے ہو۔ ہم سب جانتے ہیں۔ "مدتہ نے ایک آنکھ دباتے کہا۔"

visit for more novels:

ویسے تم لوگوں کو شرم نہیں آئی تانیہ کے ساتھ اتنا بڑا ظلم کرتے ہوئے۔ وہ "

"بچی ہے یار۔ ہو جاتی ہیں غلطیاں۔ بٹ دس از ٹو مچ۔"

یہ الفاظ سننے تھے کہ مدتہ چھت چھاڑ قمتھے لگا کر ہنس دی۔ ہنستی گئی ہنستی گئی۔ یہاں تک کہ کامران پریشان ہو گیا۔

توبہ توبہ کامران کتنے برے تکے ہیں تمہارے۔ تانیہ؟ "وہ ایک بار پھر ویسے ہی" ہنسنا شروع ہو گئی۔

تو پھر خود ہی بتا دو مجھے اور بھی کام ہیں۔ "اس نے غصے سے کہا۔"

ایڈیٹ! باقی عائشہ ہی نیچی نا۔ عائشہ ہی ہے جلال کی دلہن۔ ہے نا بھم"

بلاسٹ؟" اس نے منہ سے مصنوعی دھماکے کی آواز نکالتے پھر سے ہنسنا شروع کر دیا۔

visit for more novels:

الفاظ تھے کہ کیا؟ ابلتا لاوا جو اسکے کانوں میں اندیل دیا گیا تھا۔ پیروں تلے سے زمین نکلنا، آسمان ٹوٹ پڑنا، سانس کا اٹکنا، جان کا نکلنا، قیامت برپا ہونا، کسی پہاڑ کی چوٹی سے گرنا یا تیز رفتار ریل گاڑی کے نیچے کچلے جانا۔ سب تکلیفیں اسے ایک ساتھ محسوس ہوئیں۔ اسکا ساکن وجود ایک ساتھ یہ ساری تکلیفیں سہہ رہا تھا۔

پھر ایک لمحے کو حواس بحال ہوئے۔ دوبارہ ان الفاظ پر غور کرنے پہ اسے محسوس ہوا کہ کسی نے فیصل مسجد کے مینار یکے بعد دیگرے کمان میں بھر کر اس کے سینے میں اتار دیے ہیں۔

اس تکالیف کے مجموعے کے ساتھ اس نے اندر کی جانب قدم اٹھا دیے۔ لاؤنج کے شروع تک پہنچتے اس کے قدموں میں غیر معمولی تیزی آگئی تھی۔ رخ عائشہ کے کمرے کی طرف تھا جب روپی بازو سے کھینچتے اسے ڈرائنگ روم تک لائیں۔

visit for more novels:

"کہاں منہ اٹھا کے چلے جا رہے ہو؟"

امی "اس نے روپی کو کندھوں سے پکڑا۔" مدیحہ نے اتنا گھٹیا مزاق کیا ہے "
"میرے ساتھ۔ میں اب ایک لمحہ اس کے ساتھ منگنی نہیں رکھوں گا۔"

کیا ہو گیا ہے کامران؟ ریلیکس ہو جاؤ۔ اپنے چہرے کا رنگ دیکھو۔ "اسکی یہ حالت"
دیکھ کر روبی پریشان ہو گئیں۔

بے وقوف عورت۔ کہہ رہی کہ عائشہ کی جلال سے۔۔۔۔۔۔۔۔ "وہ مزید نہ بول سکا۔"

روبی کے ماتھے کہ بل صاف ہوئے۔ "کامران! تم نے تو کہا تھا کہ تمہیں ان سب

"سے فرق نہیں پڑتا۔ وہ جو مرضی کرے۔"

کامران نے کچھ سمجھا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ "امی! میں جلال کی بات

visit for more novels:
www.urdu-novel-bank.com

"اکر رہا تھا۔

روپی نے اسکے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔

امی! میں تو یہ نہیں ہونے دوں گا۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ "اس نے مضبوط" عزم کے تحت کہا۔

کامران! میرے بیٹے۔ اس وقت کچھ مت کرو۔ عائشہ کے ماں باپ بھی یہیں"

ہیں۔ اس بے چاری کا تماشا بن جائے گا۔ ابھی صرف منگنی ہو رہی ہے ابھی

خاموش ہو جاؤ۔ پلیز۔" روپی نے اس کے بال سہلاتے کہا۔

امی! یہ سب کیوں؟ کیسے؟ "ساری تکلیفیں پھر سے سر اٹھانے لگیں تو اس نے "دور سے آنکھیں میچ لیں۔"

visit for more novels:

ان کے پاس لے آئے۔

سجاد! اس سے ملو۔ یہ ہے میرا بیٹا کامران۔ میرا دایاں بازو۔ میرا ہونے والا داماد اور"

مدیحہ کا منگیتہ۔ "رضوان صاحب نے اسے بازو کے حصار میں لیتے کہا۔

آخری جملے پر کامران نے ذرا سا رخ پھیر لیا۔ کاش بس اس کا 'یہ' تعارف نہ ہوتا تو سب ٹھیک ہوتا۔ سب کب کا اس کے ہاتھ میں ہوتا۔

ماشاء اللہ۔ خوش قسمت ہے مدیحہ بیٹی۔ کافی بھلا مانس معلوم ہوتا ہے تمہارا" داماد۔ "سجاد صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کامران کا دل چاہا کہ ان سے کہہ ڈالے کہ یہ خوش قسمتی اپنی بیٹی کہ نصیب میں ڈال دیں۔

visit for more novels:

دیکھتے ہی دیکھتے تقریب کا آغاز ہو گیا۔ کامران موقع ملتے ہی وہاں سے فرار ہو کر لان میں آ گیا کہ وہ عائشہ کو کسی اور کی دہن کے روپ میں قطعی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ روبی نے گاہے بگاہے کامران پر نظر رکھی ہوئی تھی کہ کہیں وہ کوئی فساد نہ کر دے۔

رفعت نے اپنی روایات کے پیش نظر اکٹھی منگنی کرنے سے منع کیا تھا۔ سو پہلے نیچے عائشہ کو انگوٹھی پہنانے کی رسم ہونی تھی اور پھر اوپر جا کے جلال کی۔

عائشہ نے گہرے سبز رنگ کا جوڑا زیب تن کر رکھا تھا جو اسے اپنے دکھ میں گہرا سیاہ لگ رہا تھا۔

آسیہ خالہ نے جلال کے نام کی انگوٹھی جب اسکی انگلی میں پہنائی تھی تو اس لمحے اس کے دل، دماغ اور ہاتھ پر بوجھ کئی گنا بڑھ گیا تھا۔

کامران کے لیے وہاں بیٹھے لمحہ لمحہ گزارنا مشکل ہو رہا تھا۔ فضا میں گھسٹن اور تنگی کا احساس بڑھتا جا رہا تھا۔ گلا خشک ہونے لگا۔ سانس کی نالی میں کچھ اٹکا ہوا محسوس ہوا تو پانی کی شدید طلب ہونے پر کچن کی طرف بھاگا جب سامنے کاؤنٹر پر پڑی مٹھائی کی پلیٹ نے اس کس اندر زہر گھول دیا۔

اس نے ٹوکری میں سے کانٹا نکالا، کاؤنٹر تک آیا، ایک ہاتھ سے کانٹے پر گرفت مضبوط کی اور دوسرے ہاتھ کو پلیٹ کے پہلو میں ٹھنڈے کاؤنٹر پر رکھا اور پورے ذور سے مٹھائی پر کانٹے کے وار کرنے شروع کر دیے یہاں تک کہ پلیٹ کی ساری مٹھائیاں حلوہ ہو گئیں۔

عائشہ کچن کے دروازے میں کھڑی، ہاتھ میں گلاس پکڑے اسی عروسی لباس میں
ملبوس یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ کامران کی اس پر نگاہ پڑی تو بغیر ہٹائے ضرب
لگاتا کانٹا پلیٹ کے پہلو میں رکھے ہاتھ کی پشت میں گھونٹ دیا۔ بے دردی سے
لا پرواہی سے۔

عائشہ کی آنکھیں حیرت سے پوری کی پوری کھلیں۔ کامران نے کانٹا چھوڑ دیا لیکن وہ ہاتھ کی پشت میں پیوست رہا۔ نگاہیں نہیں ہٹائیں۔

عائشہ کاؤنٹر پر گلاس دھرتی اس کی طرف بڑھی۔ ٹشو کے ڈبے سے چار پانچ ٹشو کھینچے۔ کانٹا نکالنے کی غرض سے ہاتھ بڑھایا لیکن ایک لمحے کو رکا کہ نکالنے پر درد مزید بڑھ جائے گا۔ پھر ایک جھٹکے سے کانٹا کھینچ کر فوراً دوسرے ہاتھ سے ٹشو زخم پر دھر دیے۔

کامران کو اس کے ہاتھ کی نہ گرمائش محسوس ہوئی اور نہ لمس۔ ٹشو کی تہ بہت موٹی تھی۔ البتہ جب اپنے ہاتھ پر رکھے اس کے ہاتھ میں دلی انگوٹھی پر نظر ڈلی تو ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑاتا ٹشو نوچ کے پھینکتا باہر نکل گیا۔

عائشہ نے خون آلود ٹشو اکٹھے کر کے کانٹے سمیت کوڑے دان میں پھینک دیے۔
- جانے سے پہلے ہاتھ مار کر پلیٹ نیچے گرا دی اور اسے غصے سے پیر مار کر لڑھکا دیا۔

گھر پہنچ کر کامران نے خود کو کمرے میں قید کر لیا۔ روبی نے اسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ جانتی تھیں کہ وہ کوئی غلط حرکت تو کمرے کا نہیں۔ بس اسے اپنے اندر کی آواز سننے کے لیے گہری خاموشی اور تنہائی چاہئے۔

اگلی صبح عمران اور روبی ناشتے پر موجود تھے۔ عمران خاموشی سے سر جھکائے ناشتہ کر رہا تھا۔ چند لمحے بعد عمران نے دھماکا کیا جس کا اثر شدت سے روبی پر ہوا۔

امی! جب آپ کو پتہ تھا تو آپ نے کامران کے لیے عائشہ کا رشتہ کیوں نہیں "مانگا؟

"روبی حیرت بھرے سکتے میں تھیں۔ "تمہیں کیسے پتہ چلا؟

میں فوجی ہوں امی۔ آپ مجھے دشمن سمجھ کر راز چھپاتی ہیں تو میں بھی اپنے "دشمنوں کے رازوں پر نظر رکھے ہوئے ہوں۔" اس نے مصنوعی غصے سے کہا۔

نہیں۔ تم پریشان مت ہو۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔ "روپی نے نظریں چرائیں۔"

اچھا؟" عمران کے لبوں پر شرارتی مسکراہٹ رہی۔

وہ اٹھا اور کامران کے کمرے کے باہر کھڑے ہو کر اعلان صورت کیا۔

"کامران! باہر آؤ۔ تانیہ اور ان کی مہمان تم سے ملنے آئیں ہیں۔"

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

وہ دروازہ جو روپی صبح 6 بجے سے پیٹ رہی تھیں۔ عمران کے اعلان کے ٹھیک چار

سیکنڈ بعد دھڑام سے کھلا تھا۔

عمران نے ایک نظر کامران پر ڈالتے دوسری پیچھے بیٹھی روبی پر ڈال کر ایک فاتحانہ مسکراہٹ اچالی تھی۔

"کامران! مجھے امی نے کہا تھا یہ کرنے کے لیے۔ وہ پریشان ہو رہی تھیں۔"

اور دروازہ ایک بار پھر بند ہو چکا تھا۔

ہر سو پھیلے اندھیرے میں روبی اضطرابی کے عالم میں پورچ کے چکر کاٹ رہی تھیں۔ گاہے بگاہے گھڑی اور موبائل پر نظر ڈالتیں۔ جب گیٹ کھلا، روشنیاں پھیلیں، کامران کی گاڑی اندر داخل ہوئی تو روبی کی سانس بحال ہوئی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

وہ گاڑی سے اترا تو روبی محبت سے اسکا بازو تھامے آہستہ آہستہ چلتی اسے لاؤنج تک لے آئیں۔ وہ دونوں لاؤنج کے لانگ صوفے کی مخالف سمتوں میں بیٹھ گئے۔

کامران! کہاں تھے بیٹا تم؟ میں نے رضوان بھائی کو فون کیا تو انھوں نے بتایا کہ "تم چار بجے کے فیکٹری سے نکل چکے ہو۔ اور اب گیارہ بج رہے ہیں۔ سات گھنٹے کہاں خوار ہو رہے تھے۔" روبی نے نرمی سے پوچھا۔

خاموشی۔ سناٹا۔

کامران نے روبی کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے اسکی گود میں سر دھر دیا۔ ایک لمحے کے لیے روبی کا دل کٹ کر رہ گیا۔ ایک آنسو روبی کی آنکھ سے بہتا اس کے بالوں

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

میں جاگرا۔

میرے بیٹے! میری جان! تم تو ہمیشہ سے صبر والے تھے۔ کبھی کسی چیز کے لیے "ضد نہیں کی، تنگ نہیں کیا۔ جو چیز ماں باپ تمہارے لیے لاتے تھے تم اس پر

آمین کہہ لیتے تھے۔ پھر اب کیا ہو گیا ہے؟ اب کیوں تمہیں صبر نہیں آ رہا؟" وہ اس کے بال سہلاتے ہوئے بول رہی تھیں۔

وہ چیز نہیں ہے امی۔ "اس نے بے تاثر چہرے سے کہا۔ "کامران اللہ کی رضا" سمجھ لو۔ اب تو قطعی کچھ نہیں ہو سکتا۔ ہم ہر طرف سے مجبوریوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔

روبی کی بات پر وہ ایک بار پھر مایوس اور بے چین ہوا تو گود سے سر اٹھالیا۔

visit for more novels:

امی! میں نے ہر بار انتہائی مناسب طریقے سے ان کی رضامندی حاصل کرنے کی" کوشش کی ہے لیکن وہ نہیں مانیں۔ حالانکہ نہ تو میں کوئی بد لحاظ بد سلیقہ انسان تھا اور نہ ہی کوئی بدمعاش۔ پھر بھی۔ تو کیا کسی نارمل انسان کی عقل یہ بات تسلیم

کر سکتی ہے کہ وہ جلال جیسے شخص کے رشتے کے لیے ہاں کر دیں گی؟ جب کہ وہ "درجنوں دفعہ اسکا اصلی روپ دیکھ چکی ہیں۔ کچھ بھی ان سے ڈھکا چھپا نہیں۔"

اس نے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے کنپٹیاں سہلائیں۔ "میرے لیے یہ بات بہت پریشان کن ہے۔ مجھے یہ بات چین نہیں لینے دے رہی۔ دماغ پھٹ رہا ہے میرا۔"

ہو سکتا ہے اپنے ماں باپ کے آگے سر تسلیم خم کر دیا ہو اس نے۔ "روبی نے" اسے تسلی دینے کے لیے کہا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

کیوں؟ جب میرے سامنے اکڑ سکتی ہیں تو اپنے ماں باپ کو انکار کیوں نہیں کر سکیں؟ یا پھر یہ کہیں کہ انھوں نے مجھے رنجیکٹ کر کے جلال کو سیلیکٹ کرنا مناسب سمجھا۔ "وہ زخمی سا مسکرایا۔ "لیکن آپ مانیں نہ مانیں امی یہ سب اتنا

سیدھا نہیں ہے جتنا نظر آ رہا ہے۔ آپ نہیں جانتیں لیکن میں جانتا ہوں وہ کچھ بھی کر سکتی ہیں۔ کچھ بھی۔ لیکن اپنے لائف پائٹر پر سمجھوتا نہیں کر سکتیں۔ سوال "ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی جھول تو ہے ان سب میں۔"

اب وہ قدرے پرسکون لگ رہا تھا۔ شاید اسے روٹ مل گیا تھا۔ لیکن روپی کی فکر اور پریشانی مزید بڑھ گئی تھی۔ کیونکہ اب جو بھی ہونا تھا۔ کسی نہ کسی طرح کوئی نہ کوئی نقصان ان کے حصے آنا ہی تھا۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

گہری تاریک سنسان خاموش شب۔ شب کا آخری پہر۔ کلائی سے آتی ہوئی صرف گھڑی کی ٹک ٹک کی آواز اور دور کہیں آوارہ کتوں کی دلخراش غراہٹ۔

رات کے اس پہر وہ رضوان ہاؤس کے لان میں بالکل بے حس و حرکت بیٹھا تھا۔ نگاہوں کا مرکز نچلی منزل کی ایک بیرونی کھڑکی تھی لیکن دماغ میں سوچوں کا طوفان تھا۔

ہمیں اس بے ڈھنگے رشتے سے نجات چاہیے۔ کیا ہے جو ہمیں ان سب سے بغیر
اکسی نقصان کے نکال سکتا ہے؟

اس نے 'مجھے اکی بجائے' ہمیں اکا لفظ سوچا۔ وہ بغیر کچھ کہے سنے بھی سو فیصد
شیور تھا کہ مجھے نہیں ہمیں 'اس بے معنی تعلق سے چھٹکارا چاہیے۔

یقیناً سجاد چچا کو میرے بارے میں سب کچھ نہیں بتایا گیا۔ بہت کچھ ایسا ہے جو 'دبایا گیا ہے۔ یا شاید سب کچھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور اگر انہیں میرے بارے میں 'سب سچ پتہ چل جائے تو؟

صرف چند لمحے کی سوچ۔ اور پھر وہ خود ہی اپنی تجویز پر جھنجھلا اٹھا۔

چچا کا جھوٹ اور دھوکا پکڑا جائے گا جو انہوں نے ماں کی پتہ نہیں کتنی منتوں پر'
 بولا ہے۔ ان دونوں کا تعلق ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔ ایک اور تعلق میری وجہ
 'سے خراب ہو جائے گا۔

اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے نگاہیں ہلکے بادلوں سے بھرے آسمان پر

اور اگر وہ خود منگنی توڑ دے یا یہ شہر چھوڑ کر چلا جائے جب تک عائشہ یہاں سے ' چلی نہ جائے۔ کیونکہ کسی بھی شخص کا یوں پر اسرار طور پر غائب ہو جانا اس کی اکریڈیٹبلٹی متاثر کر دیتا ہے۔ تو؟

لیکن نہیں۔

کیونکہ اگر وہ خود منگنی توڑنے کا سوچتا ہے تو اس کی نگاہوں کے سامنے اس ماں کا مظلوم، بے بس اور لاچار چہرہ گھوم جاتا ہے جس کے بیٹے نے کبھی اسے کوئی سکھ نہ دیا ہو اور اب پہلی ملنے والی خوشی بھی چھیننے کے درپے ہو۔

اور متبادل راستے کے طور پر اگر وہ شہر چھوڑ کر جانے کا سوچتا ہے تو اسے اپنے وہ سارے یزید کی اولاد دشمن یاد آ جاتے ہیں جو اسکی موجودگی کی وجہ سے رضوان ہاؤس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے لیکن اس کی غیر موجودگی کی خبر پاتے ہی اپنے چہرے کلہاڑے تیز کر لیں گے۔ اور شاید تب ہونے والا نقصان منگنی سے بڑا ہو۔

آہ "اس نے دونوں ہاتھوں میں سر گرا لیا۔"

کیا کوئی راستہ نہیں ہے؟ ایک ایسا شخص جس کو معاشرہ تو کیا اس کے اپنے' فیملی والے اسکی موجودہ حالت میں قبول نہیں کرتے۔ ایک بالکل مخالف فطرت کی لڑکی اسے کیسے قبول کرے گی؟

مخالف فطرت؟-----فطرت؟ "وہ زیر لب بربرایا۔"

یہ سب کرنا میری فطرت تو نہیں ہے۔ یہ سب تو۔۔۔۔۔ شاید۔۔۔۔۔ پتہ ' انہیں کب سے شروع ہوا۔

اس نے کچھ یاد کرنے کو آنکھیں بند کیں۔ بچپن سے لے کر اب تک کی ساری فلم اسکی یادداشت کے پردے پر چلنے لگی۔

اسکا سکول جانا، لڑکوں کے ساتھ فٹ بال کھیلنا، لچ شیئر کرنا، چھوٹی مدیحہ کو چھینٹنا اور پھر اس پر ہنسنا، ننھی تانیہ کو گود میں اٹھا کر آئس کریم کھلانے لے کر جانا اور تھک

کو سڑک کے درمیان میں ہی دھڑام کر کے گرا دینا، اپنے سے تین سال بڑے کامران سے پڑھنا اور اسے اپنا واحد دوست سمجھ کر دل کی ہر بات کہہ دینا، ادا سی ہو یا خوشی ہر بات میں کامران کو شریک کرنا، اس کے سینے سے لگ کر رونا اور ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنسنے، امی ابو کا اس کی ہر خواہش پوری کرنا، پندرہ سال کی عمر تک ہر رات اپنی جان سے پیارے باپ کے ساتھ ہی سونا، اور پھر ابا کی اچانک ٹرین حادثے میں وفات، صرف ایک شخص کے چلے جانے سے اس کی دنیا کا سنسان اور ویران ہو جانا، اس کا اچانک اکیلا ہو جانا، رات اپنے پہلو کی خالی جگہ دیکھ کر اس کا دل پھٹنا، نڈھال آسیہ کا اس پر توجہ نہ دینا، اس کا دن بدن چڑچڑا ہونا اور ہوتے چلے جانا، ایک ایک کر کے ہر کسی کا اس سے دور ہونا اور پھر دور ہوتے چلے جانا، آسیہ کا ہمیشہ اس سے پہلے جیسے ہو جانے کی توقع رکھنا حالانکہ انکا خود اب تک نارمل نہ ہونا، اسی چڑچڑے پن میں ایک دن اٹھارہ سالہ جلال کا غصے سے ایک

سالہ لڑکے کو مار مار کر نڈھال کر دینا اور وہاں سے گزرنے والے ایک عجیب 28
حلیے والے لڑکے کا اسے اپنے ساتھ کام کی پیش کش کرنا۔ اس کے بعد سے اب
تک اسے ان لوگوں سے اسی چیز کا ملنا جو اس کے باپ کے جانے کے بعد اس
سے چھن گئی تھی۔ توجہ۔ واہ واہ، شاباشی، اور پھر اس کا اس دلدل میں دھنستے چلے
جانا۔

اس نے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھولیں۔ تنفس کچھ تیز ہو گیا تھا جیسے کوئی برا خواب دیکھا ہو۔ لیکن وہ خواب نہیں تھا۔ اسکی زندگی کی دل دہلا دینے والی حقیقتیں تھیں۔

وہ اٹھا اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی

آئیے نے اس کا استقبال کیا۔ وہ ایک لمحے کو رکا۔ پھر آہستہ آہستہ آگے

بڑھا۔ ڈریسنگ ٹیبل تک پہنچ کر دونوں ہاتھ اس پر ٹکائے اور آئینے پر جھکتے ہوئے

ہاتھ پر بل اور آنکھوں میں سوال لیے خود پر ایک سوالیہ نگاہ ڈالی۔

کیا گزشتہ دس سالوں میں اس گھر میں رونما ہونے والی غیر معمولی تبدیلیوں کا ذمہ دار صرف میں ہوں؟ میرا رویہ؟ میرا برتاؤ؟ میرا قصور؟ باقی سب لوگ، باقی سب رشتے 'تو ٹھیک ہیں۔ کیا صرف میں ہی مس پلیس ہوں؟ میں اپنی زندگی متباہا کر رہا ہوں؟

ہزاروں سوال تھے جواب کوئی نہیں تھا۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

منگنی کے بعد عائشہ کی حالت کئی پتنگ جیسی تھی جو تیز ہوا کی زد میں آکر کہیں دور جاگری ہو۔ اور جس کا کوئی وارث کوئی پرسان حال نہ ہو۔ کل کا سارا دن وہ اپنے

کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی۔ سیف والے واقعہ کے بعد وہ کالج نہیں گئی تھی۔ ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی۔ وہ بس یہاں سے نکلنا چاہتی تھی۔ لیکن اپنے ماں باپ کو کیا وجہ دیتی؟

آج صبح وہ تھک کر کمرے سے باہر نکل پڑی تھی اور لاؤنج میں آ بیٹھی۔ مدیحہ نے اسے یوں اکیلے اور کچھ سہمے ہوئے بیٹھے دیکھا تو اس کے پہلو میں آ بیٹھی۔ عائشہ اپنی حالت چھپانے کو ذرا لرٹ ہو کے بیٹھ گئی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

"ہاں تو عائشہ ڈارلنگ! کیسی گزر رہی ہے؟"

ٹھیک۔ "اس نے بوجھل دل سے کہا۔"

تم بہت بو رنگ پر سنیلٹی ہو۔ تم سے زیادہ خوش تو میں تب تھی جب روپی پھپھو"
نے میرا رشتہ مانگا تھا۔ یو نو اُس سو میچیکل۔ آپکی زندگی بدل جاتی ہے۔ سب حسین
"ہو جاتا ہے۔

"عائشہ نے رخ بدلا۔" جی ایسا ہی ہوتا ہے۔ اگر ساتھی آپ کا ہم مزاج ہو تو۔

مذبحہ ہنس دی۔ "میں سمجھ سکتی ہوں۔ اب ہر کسی کو کامران تو نہیں مل سکتا
"نا۔ لیکن تم کمپرومائز کرتی رہنا۔ کام چل جائے گا۔

visit for more novels:

اسکے آرام سے کہے گئے الفاظ عائشہ کو اندر تک سلگا گئے۔

"ایکچوٹلی میں تمہیں بتانے آئی تھی کہ آسیہ خالہ تمہیں اوپر بلا رہی ہیں۔"

عائشہ الفاظ سنتے ہی اٹھ گئی کیونکہ مدتحہ شاید مزید انگارے اگلتی جو اس سے برداشت نہ ہوتے۔

مدتھ نے چہرے پر شرارتی مسکراہٹ لیے عائشہ کو اوپر جاتے دیکھا۔

بے وقوف لڑکی نا ہو تو۔ پتہ ہی نہیں ہے کہ منگنی کہ بعد کے پیریڈ کو کیسے انجوائے کرتے ہیں۔ وہ بھی ایک چھت تلے رہتے ہوئے۔ جب اس کے سامنے ہی نہیں جائے گی، بات ہی نہیں کرے گی تو اسے اپنی طرف مائل کیسے کرے گی؟

وہ جانتی تھی کہ جلال آج باہر نہیں گیا اور آسیہ خالہ تو سامنے وکیل صاحب کی بیگم سے ملنے گئی ہیں۔ اس نے جان بوجھ کر عائشہ کو اوپر بھیجا۔ اور اب وہ سامنے والے صوفے پر سینے پر بازو باندھے عائشہ کا اڑا ہوا رنگ ملاحظہ فرمانے کو بیٹھ گئی تھی جہاں سے سیڑھیاں صاف دکھائی دیتی تھیں۔

وہ آسیہ منزل میں داخل ہوئی۔ سامنے تخت پر آسیہ خالہ نظر نہیں آئیں۔ کچن میں جھانکا، آواز دی، پھر کمرے میں جھانکا، بالکنی کا دروازہ کھلا نظر آیا تو بغیر کچھ سوچے بالکنی کی طرف بڑھ گئی۔ چند لمحوں کو قدم تھمے۔ وہ ٹھٹکی۔ آسیہ خالہ اور جلال کے کمروں کی سانجھی بالکنی میں وہ اپنے کمرے کی طرف گہری سوچ میں گم بیٹھا تھا۔ اسے دیکھا تو ایک دم اپنی نشست سے اٹھا اور اسکی طرف بڑھا۔

عائشہ کا دل حلق کو آگیا۔ وہ برق رفتاری سے کمرے کی طرف بڑھی جب پیچھے سے آنے والی آواز پر رکنا پڑا۔ آواز گرج دار تھی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

"رکو! میری بات سنو۔"

اس وقت یہاں کوئی نہیں ہے۔ بات کرنا مناسب نہیں ہے۔ "اس نے قدرے"

کانپتی آواز میں کہا۔

اچھا ٹھیک ہے مت کرو۔ پر سن لو۔ "وہ بضد تھا۔"

عائشہ خاموش رہی۔ وہ رک گئی تھی لیکن رخ نہیں موڑا۔ وہ کمرے میں تھی اور وہ بالکنی میں۔ ان دونوں کے درمیان سفید جالی دار پردہ تھا۔

[illegible]

عائشہ نے جواب نہیں دیا۔ وہ بس انگلیاں مروڑتے پشت سے جالی کے اس پار سے آنے والی آواز سن رہی تھی۔

"مجھے پتہ تھا تم نے نہیں سوچا ہوگا۔ اس لیے میں نے سوچ لیا ہے۔"

عائشہ کا دل بند ہو گیا۔ کیا ہونے والا تھا؟ وہ کیا کرنے والا تھا؟

اس نے سوچا کہ خدیجہ کا تو اس کے 'شوہر' نے گلا دبا دیا تھا۔ کیا یہ سب اس کے ساتھ اس کا 'منگیترا' کرنے والا تھا؟ اس نے سوچا کہ وہ بھاگ جائے۔ لیکن بھاگتے شکار کی موت ٹھہرے ہوئے شکار کی نسبت جلدی آ جایا کرتی ہے۔

مجھے میری پہلی والی زندگی واپس چاہیے جو ان سب سے پہلے تھی۔ میں خوش تھا۔"

visit for more novels:

اس میں۔ ان سب سے پہلے سب ٹھیک جا رہا تھا۔ میں ان سب سے عاجز آ گیا

"ہوں۔ سو میں یہ سب کرنا چاہتا ہوں۔"

عائشہ کی آنکھیں خوف سے بھگیں۔ اسے اپنی موت کی قربت کا یقین آنے لگا۔ اب کی بار پیچھے سے آنے والی آواز دھیمی تھی۔ "میں یہ سب چھوڑ کر نارمل انسان بننا چاہتا ہوں۔"

عائشہ کی بھگی جھکی پلکیں ایک دم تنی۔

دوسروں کو ناخوش کر کے کوئی خوش نہیں رہ سکتا۔ یہ بات میں نے ہر دن "محسوس کی ہے۔ میں مزید یہ نہیں کر سکتا۔ نہ رضوان چچا کا سر جھکا سکتا ہوں نہ اپنی ماں کو اذیت دے سکتا ہوں نہ خود یہ ذلت مزید اٹھا سکتا ہوں اور نہ کسی کو پریشان دیکھ سکتا ہوں۔ مجھے نہیں پتہ یہ سب کیسے ہوا لیکن میں حیران ہوں کہ "مجھ سے کسی مسئلے کا حل کیسے نہیں نکل رہا؟"

عائشہ کا ایک ہاتھ سینے پر تھا اور دوسرے سے دوپٹے کو بھینچ رکھا تھا۔ اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں ہو رہا تھا۔ اور اتنی جلدی کرنا بھی نہیں چاہتی تھی۔

"یہ آپ کا جذباتی فیصلہ بھی ہو سکتا ہے۔"

عائشہ کو اپنی پشت سے ہلکے قہقہے کی آواز سنائی دی۔

میں کوئی فیصلہ جذبات میں آکر نہیں کرتا۔ اور اگر کر لوں تو اسے پورا کرتا ہوں۔"

بشرطیکہ وہ غلط نہ ہو۔ اور مجھے کافی حد تک لگ رہا ہے کہ یہ غلط فیصلہ نہیں

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

"ہے۔"

عائشہ کو محسوس ہوا جیسے اسکی روح کو کسی نے سکون کے سمندر بخش دیے ہیں۔ جہنم کے جلے پر جنتی مرہم رکھ دیے ہو۔ اس کے ہونٹ بے ساختہ ہلکی مسکراہٹ میں ڈھلے۔ لیکن خدشات کا ایک حصہ پھر سر اٹھانے لگا۔

"عائشہ بس اسے دیکھ کر رہ گئی۔" کیا ان سب سے نکلنا اتنا آسان ہے؟

نہیں۔ لیکن میں کرلوں گا۔ اپنے گھر کے سکون کے لیے۔ اپنی زندگی کے سکون" کے لیے۔ "اس نے پر سکون سے لہجے میں کہا۔

عائشہ نے اس کے ہاتھوں سے بوتلیں لے کر گنز پر تیزاب اور باقیوں پر پٹرول ڈال کر آگ لگا دی۔

مجھے یقین ہے۔ اب آپ آسیہ خالہ کے آنے سے پہلے پہلے ان کے کمرے سے "یہ سب صاف کر دیں گے۔" لبوں پر دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ کہتی وہ جا چکی تھی۔

جلال نے اپنا بایاں ہاتھ بلند کر کے چاندی کے پہنے چھلے پر نظر جمائی تو ہاتھ کی پشت سے آکر پڑتی سورج کی چاندی پر چمک نے اس کی آنکھیں چندھیا دیں تو وہ بس مسکرا کر وہ گیا۔

مدتھ نے سامنے سیرھویوں سے مسکراتی عائشہ کو اترتے دیکھا تو وہ صحیح معنوں میں ٹھٹکی تھی۔ وہ بہت جلدی میں لگ رہی تھی۔

visit for more novels:

واؤ! چیونٹی کے بھی پر نکل آئے ہیں۔ اس نے بے اختیار سوچا۔

عائشہ ایک دم سے کمرے میں داخل ہوئی۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی بال بناتی تانیہ کو پیچھے سے آتے ذور سے گلے لگایا۔ تانیہ ذرا لڑکھڑائی۔

"اللہ خیر کرے عائشہ۔ کیا ہوا ہے؟"

تانیہ! تانیہ! تانیہ! میری جان! تم سوچ بھی نہیں سکتی جو ہوا ہے۔ "وہ کھلکھلایاں"
مارتی تانیہ کے ہمراہ جھوم گئی۔

تانیہ کو لگا اتنے دنوں کے مسلسل ڈپریشن کے ذریعہ اس کا دماغ الٹ گیا ہے۔

"عائشہ! آپ بیٹھ جائیں۔ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔"

اس نے چہرے پر زمانوں کی مسکراہٹ لیے تانیہ کو کندھوں سے پکڑا۔

"پاگل! ابھی تو ٹھیک ہوئی ہوں۔ پوچھ تو لو کیا ہوا؟"

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

ank.com کیا؟ "اس نے تجسس سے پوچھا۔"

تم نے کبھی سوچا ہے کہ تمہارے ساتھ معجزہ ہو؟ نہیں سوچا نا؟ میں نے بھی "

نہیں سوچا تھا لیکن میرے ساتھ ہو گیا ہے۔ صرف چند سیڑھیوں اور چند لفظوں کی

دوری پر تھا میری ساری پریشانیوں کا حل۔ اور میں نے وہ دوری طے کر لی ہے۔ میں
"بے حد خوش ہوں تانیہ۔"

تانیہ نا سمجھی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

میں سوچتی تھی کہ میرے سجدے، میرے آنسو، میری دہائیاں اتنی بے اثر کیسے " ہو سکتی ہیں؟ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان میں سے ایک بھی چیز میرے کام نہ آئے؟ وہ دعا جسے میں نے اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے دیوانوں کی طرح مانگا ہو وہ میرا ساتھ کیسے چھوڑ سکتی ہے؟ اور میں صحیح تھی تانیہ۔ کچھ بھی بے اثر نہیں ہوا۔ " وہ اتنی پر جوش تھی کہ اس کا تنفس پھول گیا۔

’ننانیہ اکتا گئی۔’ ’کیا مطلب ہے عائشہ؟ سیدھا سیدھا بتائیں۔‘

مجھے میرا 'قرۃ العین' مل گیا ہے اور وہ وہی ہے جسے میرے لیے سزا کے طور پر "

"چنا گیا تھا۔

کیا؟ 'تانیہ کی حیرت ساتوں آسمان پھاڑ کر نکل چکی تھی۔ پھر وہ بے ساختہ ہنس "

"دی۔" میں نے پہلے ہی کہا تھا آپکی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔

عائشہ کی مسکراہٹ ایک دم غصے میں بدلی۔

میں سچ کہہ رہی ہوں تانیہ۔ انہوں نے خود اعتراف کیا ہے کہ وہ ان سب سے "

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com تنگ آگئے ہیں۔ سو انہوں

نے وہ سب چھوڑ دیا ہے کیونکہ کوئی بھی شخص ایسی زندگی خوشی خوشی نہیں جی
سکتا۔ اور اگر تمہیں پھر بھی یقین نہیں آتا تو جا کر ان کے وہ سارے ہتھیار اور
"سازو سامان دیکھ آؤ جو میں اپنے ہاتھوں سے ضائع کر کے آئی ہوں۔

"تانیہ کے ماتھے پر بل اور چہرے پر تشویش تھی۔" مجھے واقع یقین نہیں آ رہا۔

تانیہ نے عائشہ کا چہرہ دیکھا۔ اس کے چہرے پر اطمینان تھا۔

تانیہ! یقین کر لو۔ یہی میری ساری پریشانیوں کا حل ہے۔ اللہ نے نہ صرف مجھے "

میرا قرۃ العین دے دیا ہے بلکہ مجھے اس مقصد کے لیے چنا ہے کہ میں اسکی

"اصلاح کر کے اسے سب کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بنادوں۔

"تانیہ کے دل کو ذرا دھچکا لگا تھا۔" اور کامران بھائی؟

visit for more novels:

کون کامران؟ نہ میرا پہلے ان سے کوئی تعلق تھا اور نہ اب ہے۔" اس نے ماتھے "

پر بل ڈالتے کہا۔

"تو آپ خوش ہیں؟"

بہت زیادہ۔" یہ کہتے اس کی آنکھیں چمکی تھیں۔"

تو پھر آپ کی خوشی کو انجوائے کرنے کے لیے کیک بناتے ہیں۔ کچن میں جا کر"

"سامان نکالتی ہوں۔ آپ آجائیے گا۔

کمرے سے نکل کر ابھی اس نے کچن میں قدم دھرا ہی تھا کہ اس کے فون پر

کامران کا نام نمودار ہوا۔ اس نے کال اٹھائی۔

"جی؟"

تانیہ مجھے تم سے ایک بات سچ سچ جانی ہے۔ کس بات نے عائشہ کو یہ منگنی"

کمرے پر مجبور کیا ہے؟" اس نے دو ٹوک بات کی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

کاش آپ نے یہ کچھ دیر پہلے پوچھ لیا ہوتا۔ لیکن منگنی جیسے بھی ہوئی اب آپ کی"

"اطلاع کے لیے عرض ہے کہ وہ اس منگنی سے بہت خوش ہیں۔

کامران کا ایک دم پارہ چڑھ گیا۔

تم خود بے وقوف ہو یا مجھے سمجھتی ہو؟ جلال سے رشتہ جوڑ کر کون خوش ہو سکتا" ہے؟ لیکن ایک منٹ۔ میں تم سے کیوں پوچھ رہا ہوں؟ تم تو وہی رٹا رٹایا سبق میرے سامنے دہرا دو گی نا جو عائشہ نے تمہیں سکھایا ہے۔ مگر تانیہ تم نے اچھا "نہیں کیا پارٹی بدل کر۔"

تانیہ نے ٹھنڈی آہ بھری۔ "ویسے کامران بھائی! آپکے لیے بھی یہی بہتر ہے کہ
"آپ بھی پارٹی بدل لیں۔ کیونکہ اس پارٹی سے آپ کو کچھ نہیں ملے گا۔ سچی۔
کامران کی طرف سے کال کٹ چکی تھی اور تانیہ یہ فیصلہ نہیں کر پارہی تھی کہ
اسے خوش ہونا ہے کہ افسردہ؟

تانیہ کے بعد اس نے مدیحہ کو کال ملائی۔ اب وہی تھی جو اپنی چرب زبانی کی وجہ سے کوئی بھی راز فوراً گل سکتی تھی۔

مدیحہ! تم سے ایک بات پوچھوں گا۔ سچ سچ بتانا۔ "بارعب لہجہ مدیحہ کو اندر تک پگھلا" گیا۔

شکر ہے بھئی تم نے بھی کبھی مجھے پوچھا۔ چلو پوچھو کہ تم کیسی ہو؟ کیا کر رہی تھی؟ کب ملوگی؟" اس نے شرارتی لہجے میں کہا۔

فالتو باتیں مت کرو مدیحہ۔ مجھے یہ بتاؤ کہ عائشہ کی جلال کے ساتھ منگنی کی وجہ کیا " ہے؟ کس نے ذبردستی کی ہے اس کے ساتھ؟

کامران نے مدیحہ کا قہقہہ سنا۔

"تمہیں نہیں پتہ؟"

"کامران کا دل دھڑکا۔" نہیں۔

ڈارلنگ ایسا کچھ ہوگا تو پتہ ہوگا نا۔ وہ بہت خوش ہے۔ اتنی خوش کہ کل سارا دن "کمرے میں سے نہیں نکلی اور آج تو ----- خیر چھوڑو۔ ویسے حیران تو میں بھی تھی لیکن وہ کہتے ہیں نا کہ ہر سیر کا سوا سیر ہوتا ہے تو جلال کا سوا سیر عائشہ ہی ہے۔" کر لیا ہوگا قابو اسے۔

اچھا بس کرو۔ "اسکا دل چاہا موبائل کے اندر سے نکل کر اس کا منہ بند کر"

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

"تو پھر آکر خود دیکھ لو۔ سمیل۔"

ٹھیک ہے۔ میرا انتظار کرنا۔۔۔۔۔ بلکہ تم مت کرنا۔ "فون کٹ چکا تھا۔"

عجیب باتیں کرتا ہے۔ کبھی کبھی۔ "فون رکھتے وہ برٹریائی۔"

کامران روبی کے ہمراہ رضوان ہاؤس میں داخل ہوا۔ پورچ میں پہنچتے ہی اس نے کچھ عجیب محسوس کیا۔ سعادت مند نے اسے سلام نہیں کیا تھا۔ حالانکہ وہ دن میں دس بار آتا تو دس بار اسے سعادت مند کا سلام ملتا۔ بلکہ آج تو کامران کو دیکھ کر نا صرف اسکا منہ بن گیا۔ بلکہ ایک پر شکوہ گھوری بھی ڈالی گئی تھی۔ کامران فی الحال نظر انداز کرتا اندر چل دیا۔ اس کے لیے اس سے کہیں زیادہ ضروری کام پڑے تھے۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

رضوان ہاؤس میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی تھی جب روبی نے مٹھائی کی ٹوکری زیب کے ہاتھ میں تھماتے خبر سنائی تھی کہ انہوں نے عمران کا رشتہ طے کر دیا ہے اور دو ہفتے بعد ڈائریکٹ شادی کی رسم ادا کریں گے کیونکہ اس کی چھٹیوں کا صرف ڈیڑھ ماہ رہ گیا ہے۔

سبھی افراد لاؤنج میں موجود تھے اور باری باری روپی کو مبارکباد دے رہے تھے۔ عائشہ
 بھی۔

کامران نے سارا وقت ہر اینگل سے عائشہ کا جائزہ لیا تھا۔ وہ منگنی والے دن کے بالکل برعکس تھی۔ پر سکون۔ مطمئن۔ خوشی۔ اور وہ جان گیا تھا کہ یہ سکون، اطمینان اور خوشی آرٹیفیشل نہیں ہے۔ مگر اس خیال نے اسے اندر باہر سے خالی کر دیا تھا۔ وہ اب پہلے سے زیادہ پر تجسس تھا کہ اس کی سکھر روانگی کے بعد ایسا کیا ہوا تھا کہ ایک انتہائی غیر متوقع کام پر سبھی اچانک راضی ہو گئے اور اس پر عائشہ کا اطمینان اسے مسلسل کھا رہا تھا۔

عائشہ کی دوبارہ کالج روانگی شروع ہو گئی تھی۔ سالانہ امتحانات زیادہ دور نہیں
تھے۔ اسکی پڑھائی مکمل ہونے والی تھی۔ سوچا تھا کہ تعلیمی سال ختم ہوگا تو اس
گھر کے جھنبیلوں سے جان چھوٹے گی مگر اب تو اسے ہمیشہ کے لیے یہیں آنا
تھا۔

شام اس کا موڈ بغیر کسی وجہ کے خراب ہو گیا تھا۔ آج رفعت کی بہت یاد آ رہی تھی۔ رات کا ایک بجنے والا تھا۔ اس نے سوچا ماں کو کال کر لے۔ سو پہلے کچن میں گئی۔ چائے کا بڑا لگ بنایا اور لان میں آ بیٹھی۔ کال ملانا شروع کی۔

آپ کا ملایا ہوا نمبر فی الحال مصروف ہے۔ براہ مہربانی کچھ دیر بعد کوشش کریں۔'

یاد آیا یہ وقت تو بغداد سے خالہ کے فون آنے کا ہے سو فون دھر دیا۔ وہ چائے پینے میں مصروف تھی کہ لاؤنج کے دروازے سے نکل کر پورچ کی جانب بڑھتا جلال دیکھائی دیا۔ وہ بھی اسے لان میں بیٹھے دیکھ کر ٹھٹکا۔

عائشہ کی چہرے پر تشویش ابھری جسے وہ فوراً ہی بھانپ گیا۔

ضروری کام سے جا رہا ہوں۔ وہاں نہیں جہاں تم سمجھ رہی ہو۔ واقعی ضروری ہے۔" اس نے وضاحت دی۔

visit for more novels:

لیکن میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا۔" اس نے کپ لبوں سے لگاتے کہا۔"

ہاں لیکن سوچا تو تھانا۔ جب میں نے کہا کہ میں نے ساری پرانی عادتیں چھوڑ دی ہیں تو چھوڑ دی ہیں۔ "اس نے یقین دلانا چاہا۔

عائشہ نے پرسکون سا سر کو خم دیا۔ وہ بھی چل دیا اور عائشہ نے نوٹ کیا کہ اس کے گریبان کے بن آج کھلے نہیں تھے اور داڑھی بھی آدھ انچ تک بڑھی ہوئی تھی۔



visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

"عائشہ پلیز مان جائیں۔"

سرفراز، تانیہ اور وہ، عمران کے ولیمے کی تقریب میں سب سے آخری ٹیبل پر بیٹھے تھے جو وقار ہاؤس کے لان میں منعقد کی گئی تھی۔

کامران نے اس کی منگنی کی اصل وجہ جاننے کے لیے ہر ممکن حربہ استعمال کر لیا تھا اور اب اس کے دماغ میں یہ بات سما گئی تھی کہ اسے عائشہ سے ہی وجہ جانی ہے جس کے لیے اس نے تانیہ اور سرفراز کو ملاقات اریج کروانے کا حکم صادر کر رکھا تھا۔

تانیہ عائشہ کے ساتھ مزید دھوکا نہیں کرنا چاہتی تھی سو وہ دونوں اسے منانے کی کوشش میں لگے تھے۔ جب بھی وہ اسکا اچھا موڈ دیکھتے تو پھر سے وہی راگ الاپنے لگتے۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

تم دونوں مجھے مجبور نہ کرو کہ میں یہاں سے اٹھ کر کہیں اور چلی جاؤ۔ "اس نے" انگلی اٹھا کر وارننگ دی۔

ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر ٹھنڈی آہ بھری۔

عائشہ ان سب میں برائی ہی کیا ہے؟ بس ایک آخری بار ملنا چاہتے ہیں وہ آپ " سے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اس کے بعد وہ آپ کو کبھی تنگ نہیں کریں گے۔ وہ بس آپ سے منگنی کی حقیقت جاننا چاہتے ہیں۔ "تانیہ نے وضاحت دی۔

اچھا؟ کیا کریں گے جان کر؟ ایک نیا فساد برپا کریں گے میری زندگی میں۔ یہ جانے " بغیر کہ اب سب کچھ ٹھیک ہے۔ اور اب اگر انہوں نے مجھے تنگ کیا تو میں جلال کو سب کچھ بتا دوں گی۔ نتیجے کی پرواہ کیے بغیر۔ بتا دینا جا کے اپنے کامران "بھائی کو۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

تانیہ نے ایک بار بھر ناکامی پر انگلیاں مروڑیں۔ پر کئی لمحے ان تینوں کے درمیان خاموش گزرے۔ اس دوران بس ان کی میز سے کافی فاصلے پر کھڑے جلال نے عائشہ کے دیکھنے پر اسکی طرف ہلکی مسکراہٹ اچھالی تھی۔

کتنا ٹائم اور لگے گا اس تقریب میں؟ "عائشہ نے بوریٹ نے اکتا کر کہا۔"

گرینڈ ولیمہ ہے۔ اور ہے بھی اپنے ہی گھر میں۔ تو ایک، دو تو بج سکتے ہیں۔ "تانیہ" نے لاپرواہ سا کہا۔

کیا؟ ایک، دو؟ اچھا چلو پھر مجھے نماز کے لیے کوئی جگہ بتا دو۔ پہلے ہی کافی دیر ہو گئی ہے۔ "کہتے ہوئے وہ اپنی نشست سے اٹھی۔

تانیہ اسے نماز کے لیے روپی کا کمرہ دیکھا کر خود واپس آ گئی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

ایک طائرانہ نگاہ کمرے پر ڈالتی وہ باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔ آئیے میں اپنا عکس دیکھتے اس نے ایک لمحے کو سوچا کہ اسے یہاں اکیلے نہیں آنا چاہیے تھا۔ وہ گھر میں اکیلی ہے اور باقی سب لان میں۔ خیر! ان خیالات کو دماغ سے جھٹکتے اس نے

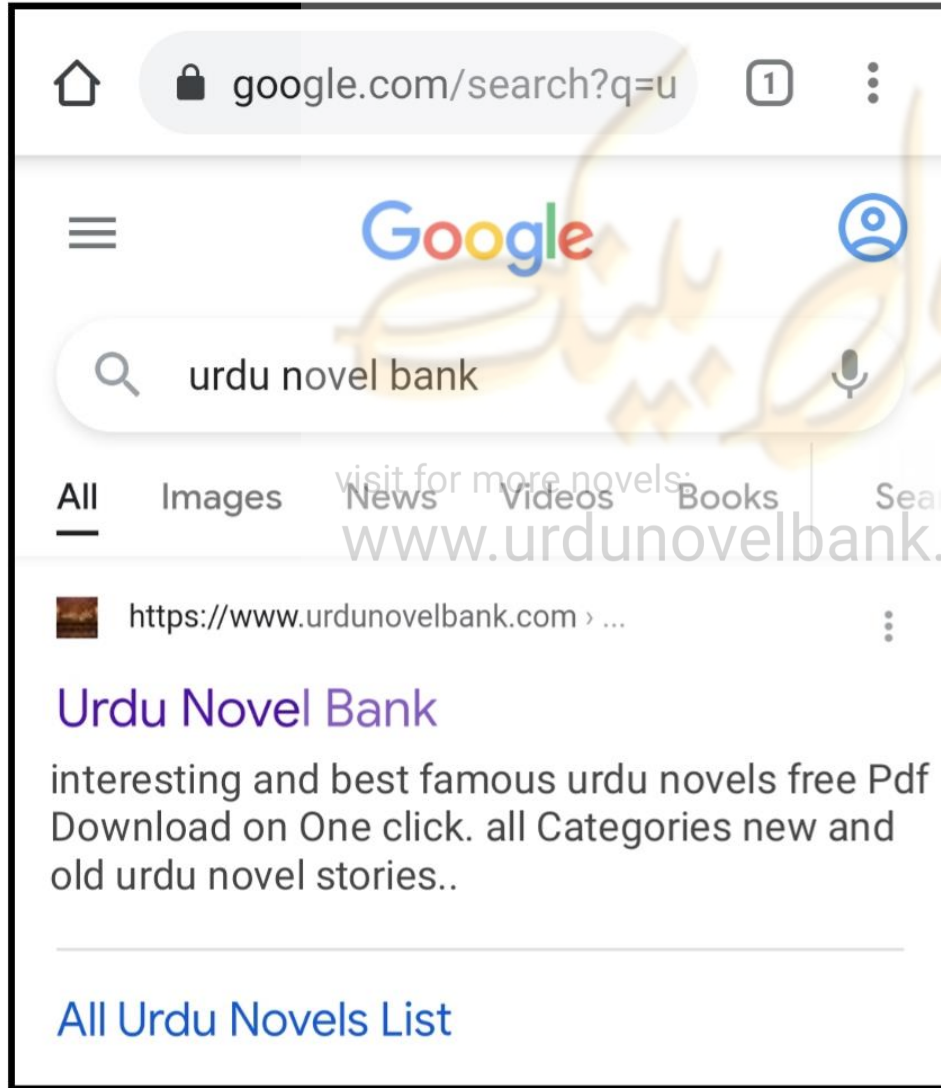
ساری جیولری اتار کر سامنے شیشے پر رکھ کر وضو کیا اور کمرے میں آکر نماز شروع کر دی۔

ابھی اس نے چند رکعتیں ہی پڑھی تھیں کہ کمرے میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ اس کی نماز میں بے ساختہ تیزی آگئی۔

نماز کے اختتام پر اس نے چاروں طرف گردن گھما کر دیکھا۔ کوئی نہیں تھا۔ اس نے سکھ کا سانس لیا۔ جیولری لینے کی غرض سے ہاتھ روم میں داخل ہوئی تو کچھ دیکھ کر ٹھٹکی۔ اسے واقعی اکیلے نہیں آنا چاہیے تھا۔

اردو ناول اور سٹوریز کی سب سے بڑی ویب سائٹ

www.urduovelbank.com



Urdu Novel Bank
website

جہاں ملے آپ کو نئے
اور اچھے معیاری ناول
تمام کیٹگری میں ---

گوگل پر ٹائپ کریں

Urdu Novel Bank

اور ویب سائٹ سے
ڈاؤنلوڈ کریں ہزاروں
مکمل ناول مفت میں

جیولری لینے کی غرض سے باتھ روم میں داخل ہوئی تو کچھ دیکھ کر ٹھٹکی۔ اسے واقعی اکیلے نہیں آنا

چاہیے تھا۔

اس کی ساری جیولری آن چھوٹی پڑی تھی۔ بس منگنی کی انگوٹھی غائب تھی۔ ایک پل میں اس کا پارہ ساتویں آسمان پر جا چڑھا۔ جانتی تھی کہ یہ کس کا کام ہو سکتا ہے۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

لان کی طرف بڑھتی وہ لاؤنج کے دروازے میں ٹھہری۔ وہ کیڑنگ والے سے بحث میں مصروف تھا۔ اس نے اس کے اکیلے رہ جانے کا انتظار کیا۔ جب کیڑنگ والا جا چکا تو وہ کسی چیل کی طرح اس کی طرف لپکی۔

کامران صاحب "اوہ دھاڑی۔"

کامران کے چہرے پر ایک دلکش مسکراہٹ لہرائی۔ "زھے نصیب زھے نصیب۔ آج سورج مغرب سے نکلا ہے کیا؟ آپ خود چل کر میرے پاس آئی نصیب۔" وہی۔ ویسے کوئی کام ہی ہوگا۔

میری انگوٹھی واپس کریں۔ "اس نے ہتھیلی سامنے پھیلائی۔"

ارے واہ! آپ تو مجھے بہت اچھے طریقے سے جانتی ہیں۔ پھر مانتی کیوں نہیں؟

ہیں؟" اس نے سوچنے والے انداز میں کہا۔

visit for more novels:

کامران صاحب! اگر آپ کو لگتا ہے کہ آپ میرے کسی کمزور لمحے کا فائدہ اٹھا کر "مجھ سے اپنی مرضی کا فیصلہ کروالیں گے تو یہ آپ کی بہت بڑی بھول ہے۔ نکل آئیں اس خوش فہمی سے۔" اس نے کاٹ دار لہجے میں کہا تو اس کے چہرے کے تاثرات بدلے۔

فائدہ اٹھاؤں گا میں؟" اس نے ماتھے پر بل ڈالے "پچھلے چھ ماہ سے آپ کا نمبر"

میرے فون میں موجود ہے۔ آپ کی اپنی مرضی سے آیا تھا نا وہ میرے فون

میں؟ کبھی کبھی کوئی میسج یا کال آئی ہے آپ کو میری طرف سے؟ آپ کے نمبر کا تو

"آج تک فائدہ اٹھایا نہیں ہے میں نے۔ آپ کا فائدہ اٹھاؤں گا میں؟

وہ واقعی اس کی بات سے ہرٹ ہوا تھا۔

"وہ سب مجھے نہیں پتہ۔ مجھے بس میری انگوٹھی واپس کریں۔"

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com "ایسا کیا ہے اس انگوٹھی میں؟"

"میری منگنی کی انگوٹھی ہے وہ۔"

"منگنی کی اصل وجہ کیا ہے؟"

"میں اس بارے میں بات کرنے سے انکار کر چکی ہوں۔"

"تاکہ آپ پکڑی نہ جائیں۔ اس لیے؟"

"آپ جو مرضی سمجھیں۔"

کامران کے تابڑ توڑ سوال اور اس کے تابڑ توڑ جواب۔

وہ خاموش ہو گیا۔ چند لمحے کے لیے۔

میں نہیں مان سکتا کہ آپ خوش ہیں۔ "اب کی بار اس کا لہجہ دھیمہ تھا۔"

یقین کریں آپ کے نہ ماننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ "اس کا بے پرواہ لہجہ"

www.urdu-novel-bank.com

اسے اندر تک سلگا گیا۔

"اپنے خوش ہونے کی صرف ایک وجہ بتادیں۔"

جلال کسی کو دھوکا دے کر مجھ سے شادی نہیں کر رہے۔ نہ اپنی منگیترا کو، نہ

ماموں کو اور نہ اپنی ماں کو۔ وہ ایک بڑے ہوئے شخص نہیں ہیں۔ جو کرتے ہیں

سر عام کرتے ہیں۔ اور نہ ہی کسی کو روک کے الٹے سیدھے سوال کرتے ہیں۔

"اور سب سے بڑی بات وہ میرے ہونے والے شوہر-----"

اچھا اچھا بس کریں۔ "اس نے اذیت سے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔ "بس کریں"

"اپنا جلال نامہ۔ اس سے تو اچھا ہے کہ میں آپ سے بات ہی نہ کروں۔"

اپنی جیب سے انگوٹھی نکال کر پھینکنے صورت اس کی ہتھیلی پر رکھ کر وہ نکل گیا۔

عائشہ کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ آئی۔

visit for more novels:

واہ بھئی! یہ تو بہت اچھا منتر مل گیا ہے مجھے۔ جل تُو اجدال' تُو، کامران صاحب"

”اكو طال تو۔“

سجاد صاحب اپنے کمرے کی کھڑکی کے قریب رکھی کمفرٹ چئیر پر گم صم بیٹھے باہر تک رہے تھے جب رفعت کمرے میں داخل ہوئیں تو انہیں یوں اداس بیٹھا دیکھ کر ان کے پاس چلی آئیں۔

کیا ہوا ہے سجاد صاحب؟ اداس کیوں ہیں؟ "وہ ان کے قریب سٹول پر بیٹھ" گئیں۔

"ایسے پوچھ رہی ہو جیسے تمہیں پتہ ہی نہیں ہے۔"

visit for more novels:

رفعت نے ٹھنڈی آہ بھری۔ "آج خدیجہ کی برسی ہے۔ چھ سال ہو گئے ہیں میری بیٹی کو قتل ہوئے۔ آج بھی یقین نہیں آتا مجھے۔" ان کی ناک اور آنکھوں سے پانی بہنا شروع ہو گیا تھا۔

رفعت! ہماری عائشہ۔ ہم نے اسے اتنی جلدی خود سے دور کر دیا وہ بھی اتنا"

دور۔ ہم نے ٹھیک کیا ہے؟ "انہوں نے انتہائی فکر کے عالم میں کہا۔

اللہ ہی جانے سجاد صاحب۔ ہم نے تو خدیجہ کی دفعہ بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی "۔
"تھی۔"

مجھے عائشہ بہت یاد آرہی ہے رفعت۔ پتہ نہیں مجھے کیوں لگتا ہے کہ مجھے عائشہ "کوچھ ماہ پہلے رضوان کے ساتھ جانے ہی نہیں دینا چاہیے تھا۔"

visit for more novels:

اللہ خیر کرے۔ آپ عائشہ کو لے آئیے گا چند دنوں کے لیے۔ ہمارا بھی دل لگ "جائے گا اور اسے بھی تو ہم یاد آتے ہوں گے۔"

سجاد صاحب نے قدرے اطمینان سے مسکراتے سر کو خم دیا۔

دن اور رات اپنے تسلسل سے گزرتے رہے۔ کسی پر آسان تو کسی پر تنگ اور
بھاری۔ ان سب کے دوران کامران کے اضطراب میں کسی طرح کمی نہیں آ رہی
تھی۔ اسے لگتا تھا کہ یہ بے چینی صرف اس لیے ہے کہ وہ عائشہ کو ایک گہری
دلدل میں اترنے سے بچانا چاہتا تھا لیکن اصل بات کچھ اور تھی جس سے ابھی
تک شاید وہ بے خبر تھا۔

آج پانچ دن بعد عمران بھائی کا مکلاوا تھا جو ان کی بیگم تحریم بھابی کے گھر والوں کی پر زور فرمائش پر ولیمے کے پانچ دن بعد رکھا گیا تھا۔ ولیمے کی طرح مکلاوا بھی گریبڈ تھا سو رضوان اینڈ فیملی بھی انوائیڈ تھے۔

عائشہ کی 'اینٹی کامران مہم' پھر سے شروع ہو گئی تھی سو اس نے نہ صرف خود
تقریب میں جانے سے انکار کر دیا تھا بلکہ خدیجہ کے شوہر کی آمد کے پیش نظر تانیہ
کو بھی روک لیا تھا۔

تحریم بھابی کے گھر قمتوں اور خوش گپیوں کا خاصہ شور و غل تھا۔ ابھی ایک بات ختم ہوتی کہ آسیہ جلال کا کوئی قصہ یا عائشہ کی کوئی خوبی گنوا کر ماحول کو گرمائے ہوئے تھیں۔ اور پھر باتوں کا سلسلہ جا پہنچا عائشہ اور جلال کے جوڑے کے طور پر۔

آسیہ خالہ کی زبان سے نکلتا ایک ایک لفظ کامران کا خون کھولا رہا تھا۔ اس کے کان ضبط سے سرخ ہو رہے تھے۔ اور پھر وہ مزید ضبط نہ کر سکا۔ اٹھا اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا وہاں سے نکل گیا۔ محفل میں موجود ہر شخص ایک دوسرے کو تکتا رہ گیا۔

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

عائشہ "وہ پھولے سانس کے ساتھ کچن میں داخل ہوئی۔" وہ۔۔۔۔۔ کامران "بھائی آئے ہیں۔ پتہ نہیں کیوں بہت غصے میں ہیں وہ۔"

کیا؟ ان کے تو بھائی کا مکلاوا۔۔۔۔۔" کہتے کہتے اس نے سرپیٹ لیا۔ "آج"

تمہارے کامران بھائی میرے ہاتھوں سے ضائع ہوں گے۔ آج وہ ہوگا جو کبھی کسی

نے نہیں سوچا ہوگا۔" اس نے انتہا کی سنجیدگی سے کہا۔

اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے آسمان پر کوئی ستارہ چمکا تھا۔ اس کی زبان سے نکلے الفاظ قبول ہو گئے تھے۔

کامران پورچ میں داخل ہوا تو سعادت مند اچانک اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔ لیکن

نظریں جھکائی ہوئی تھیں۔ بغاوت کے باوجود۔

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

"آپ اندر نہیں جا سکتے۔"

یہ کہتے اس نے ایک لمحے کو کامران کے چہرے پر نظر ڈالی تو سرخ کان اور غضب ناک چہرہ دیکھ کر دوبارہ نظریں نہیں اٹھا سکا۔

کامران نے اس کے پچھلے رویے کے پیش نظر کچھ کہنے کے لیے لب کھولے تھے لیکن اس کے دماغ میں اور بہت کچھ چل رہا تھا تو بس راستہ بدل کر اندر چل دیا۔ سعادت مند اس بار چاہ کر بھی اس کا راستہ نہ روک سکا۔

وہ ڈرائنگ روم کے صوفے پر مضطرب سا بیٹھا تھا جب سامنے کی دیوار پر اسے عائشہ کا سایہ نظر آیا۔ اس کے سر پر دوپٹہ نہیں تھا۔ وہ پلو سیدھا کر کے سر ڈھانپ رہی تھی۔ وہ بے ساختہ سر جھکا گیا۔

وہ اپنے اسی وقار اور رعب کے ساتھ داخل ہوئی لیکن آج چہرے پر غضب بھی تھا۔ اس کے صوفے کے عین سامنے جا کے کھڑی ہو گئی۔

پوچھیں۔ آج سب کچھ پوچھ لیں۔ "اس نے انتہائی اجنبیت سے کہا۔"

"کامران اپنی نشست پر کھڑا ہوا۔" پہلے آپ بیٹھ جائیں۔

نہیں۔ میں آپ کے ساتھ نہیں بیٹھنا چاہتی۔ "کاٹ دار لہجہ۔"

وہ بھی نہیں بیٹھا۔ بس صوفے کی پشت پر ہاتھ رکھے کھڑا رہا۔ وہ دونوں ہی اس وقت اپنی اپنی جگہ غصے کی حد کو چھو رہے تھے۔

مجھے آپ سے صرف دو سوالوں کے تسلی بخش جواب چاہیے۔ آپ مجھ سے شادی "کیوں نہیں کر سکتیں؟ اور جلال سے کیوں کرنا چاہتی ہیں؟

عائشہ نے لمبا سانس کھینچ کر خود کو نارمل کیا کہ وہ کہیں غصے سے پھٹ نہ جائے۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

کامران صاحب! پتھر کے برتن بنا بنا کر آپ کا دل بھی پتھر کا ہو گیا ہے کوئی"

"بات اثر ہی نہیں کرتی۔ ہر بار ایک ہی بات۔ بار بار ایک ہی بات۔

اچھا؟ ہم صرف پتھر کے نہیں شیشے کے برتن بھی بناتے ہیں۔ اور ہم دونوں " جانتے ہیں کہ کس کا دل پتھر کا ہے اور کس کا شیشے کا۔ اور کس کے دل پر کوئی بات اثر نہیں کرتی۔ لیکن یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔ "وہ دبا دبا دھاڑا۔

اچھا؟ پھر شیشے کو ڈھالنا بھی آتا ہوگا آپ کو؟ تو ڈھال لیں اپنے شیشے جیسے دل " کو اس شکل میں جس میں میں نہ ہوں۔ "اس نے چیلنج کیا۔

"وہ میری چوائس ہے مس عائشہ۔"

تو پھر یہ میری چوائس ہے۔ اسے بھی ماننا پڑے گا آپ کو۔ "اس نے آنکھیں " دکھاتے کہا۔

کامران کے چہرے کی ساری سختی ایک پل میں غائب ہوئی۔ "کیا آپ کو زندگی میں کبھی خیال نہیں آئے گا کہ آپ نے ایک دل توڑا ہے؟ دل تو دل ہوتا ہے چاہے "شیشے کا ہو یا پتھر کا۔ پتھر کا دل توڑنے کا بھی حق نہیں ہوتا کسی کو۔"

اس نے درد سے چور لہجے میں کہا تو عائشہ نے صوفے کے بازو پر بیٹھتے چہرہ دونوں ہاتھوں میں گرا لیا،

آپ مجھے باتوں میں الجھانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن میرا جواب ہمیشہ نہ "

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

"ہی ہوگا۔"

کامران نے غصے سے غراتے ہوئے میز پر پڑا گلدان پوری قوت سے زمین پر دے مارا۔ عائشہ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ بے بس ہو کر غصہ نکالنا مایوسی کی پہلی سیڑھی ہوتی ہے اور وہ یہی چاہتی تھی۔

"کیوں؟ کیوں؟ اس ایک کیوں نے میری زندگی اجیرن کر دی ہے۔"

کیونکہ میں خود غرض نہیں ہوں۔ ایک آپ کا دل بچانے کے لیے میں باقی سب "کا دل نہیں توڑنا چاہتی۔ بھروسہ نہیں توڑنا چاہتی۔ آپ کو مدیحہ سے شادی نہیں کرنی، نہ کریں۔ مجھے حربہ نہ بنائیں۔ مجھ جیسی پسند ہے؟ بہت مل جائیں گی مجھ "جیسی لیکن خدا را میں نہیں۔"

آخری جملہ کہتے اس نے کامران کے سامنے سر جھکاتے ہاتھ جوڑ لیے تھے۔ ساتھ ہی آنسوؤں کا ریلہ بھی جاری ہو گیا تھا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

اس کے جڑے ہاتھوں نے کامران کی آنکھیں پتھر کی کر دیں۔ اس کا دل سینے میں سکڑ گیا تھا جیسے کسی درندے نے دبوچ لیا ہو۔

وہ آگے بڑھ کر ان ہاتھوں کو تھامنا چاہتا تھا لیکن نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے اپنے کانوں میں کسی کانچ کے ٹوٹنے کی زوردار آواز سنی۔ اس کی ضد ٹوٹی تھی۔ اس کی امید ٹوٹی تھی۔ اس کا ضبط ٹوٹا تھا۔

"نہیں کروں گا۔" اس نے ہولے سے سرگوشی کی۔ "کبھی بھی نہیں کروں گا۔" عائشہ نے چہرہ اٹھایا۔

اس نے ایک آخری نگاہ اس چہرے پر ڈالی۔ اور آنکھیں بند کر لیں جیسے وہ چہرہ قید کر لیا ہو۔ اور اس لمحے اس زمین پر ان دونوں کی آنکھوں کا پانی گرا تھا۔

وہ جاچکا تھا۔ اور عائشہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے سر گھٹنوں میں دیے سسکیاں لیے بڑبڑا رہی تھی۔

یا اللہ! مجھے معاف کر دیں۔ مجھے آج سے پہلے دل توڑنا نہیں آتا تھا۔ میں کسی کے "دل کی آہ نہیں برداشت کر سکوں گی۔ میں ہر طرف سے پھنسی ہوئی ہوں۔ مجھے "معاف کر دیں میرے اللہ۔"

وہ آنکھوں کی نمی چھپانے کو سر جھکائے لمبے لمبے قدم اٹھاتا گیٹ کی طرف بڑھ رہا تھا جب ایک بار پھر سعادت مند نے اسے روکا۔

visit for more novels:

"سعدت مند! مجھے کچھ نہ کہیں اس وقت۔ میرا دماغ بہت خراب ہے ابھی۔"

لوگوں کی زندگیاں خراب ہو جائیں کوئی پرواہ نہیں۔ اور آپ کا دماغ بھی خراب نہ ہو؟

وہ کہہ کر دوبارہ چل دیا تھا جب سعادت مند کی بات پر دوبارہ قدم زنجیر ہوئے۔

"کیا مطلب؟"

سعادۃ مند نے دل کڑا کر کے بولنا شروع کیا۔

پہلے آپ ایسے نہیں تھے لیکن۔۔۔۔۔ حسن اچھے اچھوں کو اندھا کر دیتا"

ہے۔ ساری پاک دامن چولہے میں جھونک دیتا ہے۔ اور ان سب میں نقصان صرف بے بس کا ہوتا ہے۔ طاقتور کا تو کچھ نہیں جاتا۔ کمزور نہ تو اپنی صفائی میں کچھ کہہ سکتا ہے نہ دلیل دے سکتا ہے۔ زمانے کی سختیاں، طاقتور کا دباؤ اس اکیلے کو ہی برداشت کرنا پڑتا ہے۔

کامران نے اپنی کن پٹیاں سہلائیں۔ "کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ ہوش ووش تو نہیں
"اکھو بیٹھے؟"

کیوں آتے ہیں آپ گھر والوں کی غیر موجودگی میں یہاں؟ رحم کیوں نہیں کھاتے"

آپ اس معصوم پر جس کا آپ پہلے ہی اتنا نقصان کر چکے ہیں۔ میں نے سوچا تھا کہ میں یہ سب چھپا جاؤں گا۔ کبھی بھی کسی کو بھی پتہ نہیں چلنے دوں گا لیکن جب خود پر بیتتی ہے ناجی تب دوسرے کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔

میری پندرہ سالہ بیٹی کو ایک امیر زادہ اس کے باپ کے گھر سے ذبردستی نکاح کر کے لے گیا کیونکہ وہ خوبصورت تھی۔ میں نے بہت سے لوگوں سے مدد مانگی۔

رضوان صاحب سے بھی۔ لیکن انہوں نے بھی طاقتور کے سامنے آواز اٹھانے سے انکار کر دیا، یہ کہہ کر کے نکاح کر کے عزت بنا کر ہی تو لے کر گیا ہے۔ لیکن یہ کسی نے نہیں سوچا کہ ذبردستی ہوئی ہے اس کے ساتھ۔ ہم بے بس اور کمزور تھے۔ ہماری کسی نے نہیں سنی۔ کیا ضمانت ہے کہ جب اس کا دل بھر جائے

"گا تو وہ میری بیٹی کو دوبارہ میرے در پر نہیں پھینک جائے گا؟

یہ سب آپ مجھے کیوں بتا رہے ہیں؟ آپ واقعی سٹھیا گئے ہیں۔ "وہ اکتا کر"

غصے سے بولا۔

کیونکہ آپ بھی اسی امیر زادے جیسے ہیں۔ "وہ بہتے آنسوؤں سے بولا۔"

"کامران نے بیزاریت سے اسے دیکھا۔ "میں؟"

اس رات آپ کا اپنی منگنی کی تقریب چھوڑ کر یہاں آنے کا نقصان سراسر عائشہ " بی بی کو ہوا ہے۔ بیگم صاحبہ کو پتہ چل گیا ہے کہ اس رات آپ یہاں آئے تھے

visit for more novels:

اور انہوں نے عائشہ بی بی پر دباؤ ڈالا کہ وہ جلال صاحب سے شادی کے لیے ہاں

کر دیں ورنہ وہ آپ کے نام سے انہیں ان کے والدین اور رضوان صاحب کے

سامنے رسوا کر دیں گی۔ میری بیوی نے خود ان کو کھڑکی سے باتیں کرتے سنا تھا

جب وہ سلائی کے کپڑے واپس کرنے آئی تھی اور کچھ دن بعد ان دونوں کی منگنی

ہو گئی۔ انہوں نے آپ کو تو کچھ نہیں کہا کیونکہ ایک طاقتور دوسرے طاقتور کا حلیف ہوتا ہے اور ان دونوں میں پستا ہمیشہ کمزور اور اکیلا شخص ہی ہے۔ "وہ بہتے آنسوؤں سے بولتا چلا گیا۔

کامران نے اسے کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔ "زیب ممانی نے میرے نام کی دھمکی دے کر مجبور کیا انہیں؟" اس کے دماغ میں طوفان برپا ہو چکا تھا۔ وہ تو پہلے ہی اپنے حواس میں نہیں تھا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

وہ انہی قدموں پر دوبارہ اندر کی طرف بھاگا۔

میں نے آپ سے ایک ہزار بار کہا تھا کہ مجھے اصل وجہ بتادیں۔ "وہ پھولے" تنفس سے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہی دھاڑا جہاں عائشہ ہنوز گھٹنوں میں سر دیے آنسو بہا رہی تھی۔

آواز پر سر اٹھایا۔ آنکھوں میں اب کی بار پانی کے ساتھ مایوسی بھی اتری۔

آپ تو اپنے وعدے پر چند لمحے بھی قائم نہیں رہ سکے۔ یہ ہے آپ کی زبان؟"

آپ کی باتوں میں آ جاؤں میں؟" وہ صوفے کا سہارا لیے کھڑی ہوئی۔

"بھاڑ میں گیا وعدہ اور بھاڑ میں گئی زبان۔ اب میں اکبر 'کے دکھاؤں گا۔"

وہ جلالی آنکھیں لیے تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔ اس کا بایاں ہاتھ ذور سے کلائی

سے پکڑا کہ وہ مزاحمت پر چھڑا نہ سکی۔ اور اس کی انگلی سے انگوٹھی کھینچنا شروع

visit for more novels:

کی لیکن انگوٹھی پھنسی ہوئی تھی۔ وہ مزاحمت روک چکی تھی۔۔۔۔۔

ایک آواز نے ایک لمحے میں ان دونوں کو ساکت کر دیا تھا۔

عائشہ "وہ پورے ذور سے چلایا تھا۔"

عائشہ کے جسم کے سارا لہو ایک پل میں خشک ہوا تھا۔ اور کامران نے ہوا میں
 ہی اس کی کلائی چھوڑ دی تھی۔

وہ کسی خونخوار دندے کی طرح عائشہ پر جھپٹا لیکن کامران ان دونوں کے درمیان دیوار بن گیا۔ اس طرح کہ کامران کی پشت اور عائشہ کے درمیان صوف دو انچ کا فرق تھا۔

جلال! پہلے پوری بات سن لو، پھر ری ایکٹ کرنا۔ "اس نے احتجاج کیا۔"

تم دفع ہو جاؤ۔ "وہ کامران کو دھکیلتا عائشہ کو کلائی سے تھامے گھسیٹتا ہوا لاؤنج" تک لایا اور اتنے ذور سے سب کو آوازیں دینا شروع کیں کہ عائشہ کے کان کے پردے تقریباً پھٹ گئے تھے۔ وہ سب کامران کے اچانک وہاں سے آجانے پر فکر مند ہونے کی وجہ سے جلدی واپس آگئے تھے اور اب سبھی لاؤنج میں موجود تھے۔

کامران بھی اڑی رنگت لیے وہاں آ پہنچا۔

یہ سب انتہائی غیر متوقع تھا۔

وہ سبھی خود سے پہلے کامران کو وہاں پا کر چونکے تھے۔

تانیہ بھی شور کی آواز سن کر کمرے سے نکل آئی۔

اماں! تمہاری نیک پارسا حجابی نمازی پرہیزی سلجھی ہوئی پاکیزہ لڑکی۔۔۔ "اس نے" آسیہ سے مخاطب ہوتے ہوئے اس کی کلائی کو آسیہ کی طرف جھٹکا تو وہ لڑکھڑائی۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

عائشہ کے پیروں تلے سے زمین اور سر پر سے آسمان ہٹا۔

یہ کیا ہو رہا ہے جلال؟ اور کامران تم۔۔۔۔۔۔ "زیب کی کہتی زبان کو جھٹکا"

لگا۔ ایک لمحے میں ساری رام کہانی سمجھ آگئی۔۔

مدتکہ ماتھے پر بل ڈالے ان تینوں کو نا سمجھی سے دیکھ رہی تھی۔

ممائی! ایسا ک۔۔۔۔۔ کچھ نہیں ہے۔ "عائشہ کی حالت دیکھ کر اس کے الفاظ"
ٹوٹ رہے تھے۔

وہ کانپ رہی تھی۔ وہ دونوں ہی نتیجے کا تصور کر سکتے تھے۔

تو پھر تمہارے الفاظ تمہارا ساتھ کیوں نہیں دے رہے؟ "جلال نے دھاڑتے"
ہوئے اسے گرمیوں سے پکڑا تھا۔

جلال چھوڑو اسے۔ بیٹھ کر بات کرو۔ "رضوان صاحب نے اسے پرے دھکیلا۔"

visit for more novels:

زیب کا دماغ کیلکولیٹر کی طرح کام کر رہا تھا۔ انہیں سب کچھ سمجھ آ رہا تھا۔ ان

سب میں سب سے ضروری کام کامران کی پوزیشن کلئیر رکھنا تھا تاکہ رضوان اور

مدتھ کا اس سے دل اچاٹ نہ ہو۔ باقی عائشہ کے اب یہاں رہنے کے چانسز تو

مائٹس میں جا چکے تھے۔ سو جلال کا اور اس کا رشتہ بچتا ہے یا نہیں، انہیں فرق نہیں پڑتا۔ جبکہ آسیہ خالہ کے دماغ میں بالکل مخالف باتیں چل رہی تھیں۔

تو اس سے پہلے کہ آسیہ خالہ کچھ کرتیں، زیب آگے بڑھیں اور ایک ذوردار تھپڑ
عائشہ کے منہ پر دے مارا۔ اور پھر کیا؟ اگلے ہی لمحے سارا لاؤنج عائشہ کی سسکیوں
اور ہچکیوں سے گونج اٹھا۔ وہ نا جانے کیسے ضبط کیے بیٹھی تھی۔

یہ پہلی بار نہیں ہے جب اس نے کامران کو اکیلے میں بلایا ہے۔ یہ پہلے بھی "کر چکی ہے۔" زیب نے پتہ مارا۔

ایک بھاری پتھر اس کی ماں کے الفاظ نے اس کے سینے پر دے مارا۔ مدیحہ کی نگاہیں زیب سے ہوتی کامران تک گئیں اور وہیں ٹھہر گئیں۔ بے یقینی کی انتہا تھی۔ اگر عائشہ بلاتی تھی تو وہ آتا تھا؟ وہ آیا تھا؟

وہ کوئی دلیل نہیں چاہتی تھی کیونکہ کامران کی قفل لگی زبان ہر بات کا منہ بولتا
ثبوت تھی۔

جب انسان اللہ کی راہ سے بہت دور نکل جاتا ہے تو وہ اس کی سب سے عزیز چیز
چھین کر اسے جھنجھوڑتا ہے اور پوچھتا ہے کہ بتا اے بندے! کون ہے جس نے
مجھے تیرا محبوب عطا کیا تھا؟ اور کون ہے جس نے تجھ سے اسے چھینا؟
بھروسہ مان بھرم یقین جیسے لفظوں سے وہ پل میں نا آشنا ہو گئی۔

اگر اس کے ساتھ دھوکا ہوا ہے تو یہ سب کس چرٹیا کے نام ہیں؟

اگر وہ دھوکے باز ہے تو قابل یقین کون ہوتے ہیں؟

یہ شاید اس کے لیے زندگی کی طرف سے اب تک کا شدید ترین جھٹکا تھا۔ تاش کے پتوں کا گھر ہوا کے ننھے جھونکے سے ڈھے جانا کیسا ہوتا ہے آج اسے اچھی طرح سمجھ آ گیا تھا۔

وہ کچھ نہیں بول رہی تھی۔ نہ ہل رہی تھی نہ سن رہی تھی۔ وہ سن اچکی اُتھی۔
اب وہ صرف دیکھ رہی تھی۔ کامران کے پریشان چہرے کو۔ بنا پلکیں جھپکائے۔
لیکن یہ پریشانی اس کے لیے نہیں تھی۔

آسیہ نے صوفے پر ڈھے کر سر ہاتھوں میں گرا لیا۔ معاملہ ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

ممانی! مجھے عائشہ نے نہیں بلایا۔ میں خود آیا ہوں کیونکہ میں ان سے منگنی کی " اصل وجہ جاننا چاہتا تھا " اس نے احتجاج کیا۔

کیوں؟ اور کس حق سے پوچھنے آئے تھے؟ "رضوان صاحب نے اس کا رخ اپنی"

جانب موڑا۔

وہ لا جواب ہو گیا۔

ماموں! عائشہ کی رتی برابر بھی غلطی نہیں ہے۔ میں قسم اٹھانے کو تیار "

ہوں۔----- یہ زیب چچی ہیں جنہوں نے غلط فہمی کو بنیاد بنا کر عائشہ کو

دھمکایا کہ وہ جلال سے منگنی کریں۔ ورنہ وہ انہیں بدنام کر دیں گی۔ "اس نے

visit for more novels:

www.urdu-novel-bank.com

وہاں موجود ہر شخص پر یہ راز ایٹم بم کی طرح گرا۔ خصوصاً جلال پر۔

اسے کسی کی سزا کے لیے چنا گیا تھا؟ کیا وہ اتنا برا تھا؟

بکواس بند کرو کامران۔ تم اپنی غلطی چھپانے کے لیے اپنی ممانی پر الزام لگا۔

"رہے ہو؟"

کامران بھائی سچ کہہ رہے ہیں ابا۔ میں اس بات کی گواہ ہوں۔ "تانیہ نے جھکے"

سر کے ساتھ بم پھوڑا تو زیب کے پیروں تلے سے زمین نکلی اور مدیحہ کے سینے

میں ایک اور نشتر آ لگا۔

جلال اپنی جگہ سے دو قدم پیچھے ہٹا۔ اس کے پیروں سے جان نکل چکی تھی۔ وہ اس سر زمین پر کسی کی سزا تھا۔ وہ آدم خور جس کے نام سے مائیں اپنے بچوں کو ڈرایا کرتی تھیں۔ جہنم کا وہ فرشتہ جس کے نام سے گناہ گار کو خوفزدہ کیا جاتا ہے۔ اس لمحے اس کے دل پہ ایک خول چڑھا تھا۔

اس نے انگلی کی انگوٹھی نکال کر زمین پر گرا دی۔ ایک آخری نگاہ ماں پر ڈالی اور مڑ گیا۔ چلا گیا۔ پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ کبھی بھی نہیں۔

رض ----- رضوان یہ سب الزام لگا رہے ہیں مجھ پر۔ "زیب نے صفائیاں دینا" شروع کیں۔ "یہ ہے ان سب کی ذمہ دار۔" زیب نے عائشہ کو بازو سے پکڑ کر آگے کو دھکیلا تو وہ میز کے کنارے سے جا لگی۔

سسکیوں اور ہچکیوں میں مزید تیزی آ گئی۔

visit for more novels:

ممائی!۔۔۔۔۔" وہ دھاڑا اور آگے بڑھنے لگا جب پشت سے ایک مردانہ رندھی " ہوئی آواز ابھری۔

رضوان!----- میری بیٹی؟۔۔۔" سجاد صاحب نے تکلیف سے چور لہجے میں "اپنی بیٹی کی حالت دیکھتے دہائی دی۔

سجاد کو دیکھتے رضوان صاحب کے قدموں تلے سے زمین کھسکی اور آسیہ تو مانو زمین میں گرٹھ گئیں۔

سجاد بھاگتے ہوئے عائشہ کے پاس آئے۔ اسے کندھے سے پکڑ کر اٹھایا تو وہ پورے دور سے لپٹ گئی۔

سجاد صاحب نے ایک سوالیہ نگاہ رضوان صاحب پر ڈالی تو وہ رخ پھیر گئے۔

کامران کی زبان پر لفظوں کا انبار تھا لیکن سجاد اپنی بیٹی کی حالت کے سامنے کچھ نہ

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

سنتے۔

چلو میری جان جگر۔ اذیت کے دن ختم ہوئے۔۔۔۔۔ "انہوں نے آنسوؤں کے"

درمیان خود سے لپٹی عائشہ کی کمر سہلاتے کہا۔

مدتہ اسی بے تاثر چہرے کے ساتھ صوفے پر ڈھے گئی۔

سجاد صاحب عائشہ کو سہارا دیے لے جا رہے تھے۔ تانیہ نے بہتے آنسوؤں سے ایک الوداعی نگاہ اس پر ڈالی کہ عین ممکن تھا کہ وہ اسے دوبارہ کبھی نہ دیکھ سکے گی۔ اور اگر کبھی دیکھا بھی تو شاید وہ دونوں ہی ایک دوسرے سے نظریں چرا لیں۔ وہ اس کے لیے کیا تھی؟ وہ جس نے چند دنوں میں اس کی زندگی کی کایا پلٹ دی تھی۔

مثبت انداز میں۔

بس 'ایک' دل تھا وہاں جو بری طرح پھٹ رہا تھا۔ جس کے لیے گھڑی کی چلتی سوئیوں کا ایک ایک لمحہ موت کی تکلیف کا سا تھا۔ کسی کا اٹھتا ایک ایک قدم اس کی بربادی کی طرف اٹھ رہا تھا۔ جس کی جان اس وقت ہوا میں تحلیل ہو رہی تھی۔ وہ یہاں یہ تو نہیں کرنے آیا تھا۔ وہ واقعی یہ نہیں کرنے آیا تھا۔

جس طرح سوکھے ہوئے پھول کتابوں میں ملیں

اور یہ وہ لمحہ تھا جب اس نام نہاد منگنی کے دونوں ثبوت اس زمین پر پڑے تھے۔

www.urdu-novel-bank.com

دس ماہ بعد

بہت مصروف - بتایا تو ہے۔ "نیلوفر نے جار سے بسکٹ نکالتے کہا۔"

آپ نے اپنی مصروفیات خود بڑھائی ہیں۔ اب ذرا سوچیں، کیا ضرورت تھی یہ " ایک بھاری ذمہ داری پالنے کی؟ " اس نے کچن سے ملحقہ کمرے کی طرف اشارہ کرتے کہا۔

آرام سے بولو بدتمیز لڑکی۔ سن لے گی وہ "نیلوفر نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا۔ "وہ"

پہلے ہی بہت حساس طبیعت ہو گئی ہے پچھلے دس ماہ سے۔ ایسا ویسا کچھ کہو گی تو

"فورا رونا شروع کر دے گی۔

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

"اسی لیے کہہ رہی ہوں جان چھڑائیں۔ اپنی عقلمند بھانجی کی بات مان لیں۔"

نیلو فر نے ٹھنڈی آہ بھری۔ "ازارا! ہم ڈاکٹر بننے کا فیصلہ کیوں کرتے ہیں؟ تاکہ ہم انسانیت کی خدمت کر سکیں۔ ہر کوئی پیسہ کمانے کی نیت سے ڈاکٹر نہیں بنتا۔ کچھ انسانیت کا درد بھی رکھتے ہیں۔"

وہ میری ماموں زاد بہن ہے۔ آٹھ ماہ پہلے اتنا شدید بیمار ہوئی کہ کسی ڈاکٹر سے شفاء نہیں مل رہی تھی۔ گھر والوں نے بھی تنگ آکر صرف دو ماہ میں ہی ہاتھ کھینچ لیا۔ تو جب مجھے پتہ چلا تو میں اسے 6 ماہ پہلے اپنے گھر لے آئی تاکہ اس کی اچھی دیکھ بھال کر سکوں۔

نیلو فر خالہ! آپ گائٹا کالوجسٹ ہیں۔ ان کا مسئلہ تو کوئی ڈپریشن سٹریس ٹائپ کا " ہے۔ آپ ان کا علاج کیسے کر سکتی ہیں؟ "زارا نے ماتھے پر بل ڈالے۔

ہاں تو کیا ہوا؟ کئی تو کر سکتی ہوں نا۔ اور میرے بہت سے ڈاکٹرز جاننے والے "

"ہیں۔ اس کے گھر والوں کی نسبت تو اچھا ہی علاج کرواؤں گی اس کا۔

ہمم۔ جی بالکل۔ اور کچھ اپنی صحت کا بھی خیال کر لیا کریں۔ 50 کراس کر چکی ہیں آپ بھی۔ آپ کے شوہر نام دار خود تو بچوں سمیت امریکہ میں ہیں اور انہیں پتہ ہی نہیں کہ ان کی بیوی یہاں کتنی خدمت خلق کر رہی ہے۔ "زارا نے طنزیہ کہا۔

visit for more novels:

لے ائی ہو وہ لرو اور جاؤ شاباش۔"

چائے پینے آئی تھی۔ پی کے چلی جاؤں گی۔" زارا نے آنکھیں مٹکاتے کہا۔"

زارا کے جانے کے بعد نیلو فراس کمرے میں داخل ہوئیں۔ دوپہر میں بھی اس کمرے میں رات جیسا اندھیرا تھا۔ نیلو فر نے لائٹس جلائیں تو وہ جو بالکل سیدھی لیٹی تھی آنکھیں چندھیا گئی۔

کیسی طبیعت ہے اب تمہاری؟ "نیلو فر نے مسکراتے پوچھا"

مجھ سے کوئی ملنے آیا تھا؟-----میرا بیٹا؟-----"وہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں"

بول پائیں۔

visit for more novels:

آآ۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔ نہیں آیا تو کیا ہوا؟ ایک نہیں آتا تو دوسرا تو آپ کے پاس ہی" رستا ہے نا۔ "نیلو فر نے اس کا کندھا تھپتھپاتے کہا لیکن انہوں نے رخ موڑ لیا۔ نیلو فر ٹھنڈی آہ بھرتی کمرے سے باہر نکل گئیں۔

شام کو نیلوفر لاؤنج میں کمفرٹ چئیر پر بیٹھی کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھیں۔
کچن میں خانسامہ کھانا بنا رہا تھا اور وہ لاؤنج میں بیٹھیں ساتھ ساتھ اسے ہدایات
دے رہی تھیں جب وہاں ایک تیسرے شخص کی آمد ہوئی۔

ارے بیٹا! آگئے تم؟ آؤ میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ "انہوں نے پیار سے کہتے اسے"

"اپنے پاس بٹھایا۔ "کھانا تیار ہے۔ لگواؤں؟"

نہیں بھوک نہیں ہے۔ "اس نے بیزاریت سے کہا۔"

visit for more novels:

"اچھا چلو جاؤ پھر ان سے مل لو۔ آج سارا دن خاموش پڑی رہی ہیں۔"

نیلو فر خالہ ! اس وقت مجھ میں بالکل ہمت نہیں ہے انہیں اس حالت میں " دیکھنے کی۔ بہت تھک چکا ہوں میں۔ آپ انہیں نیند کی گولیاں دے کر سلا دیں۔ صبح دیکھ لوں گا میں۔ " وہ تھکن سے کہتا ہوا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

شام 6 بجے تھکن سے چور ہو کر وہ کلینک سے گھر پہنچیں تو وہ گیراج سے ہوتا گیٹ کی جانب بڑھ رہا تھا جب نیلو فر سامنے سے آتی دکھائی دیں۔

"کہیں جا رہے ہو؟"

"جی۔ بس ایک چھوٹا سا کام ہے۔ کر کے آتا ہوں۔"

ملے ان سے؟ بات کرنے کی کوشش کی؟ "نیلو فر نے پوچھا۔"

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

نہیں۔ ہمت نہیں کر پایا میں۔ "اس نے سر جھکاتے کہا۔"

ہمت کرنی پڑے گی بیٹا۔ ان کا تمہارے اور میرے سوا اور ہے ہی کون؟ میں"

جانتی ہوں انہیں تم سے بات کرنا اچھا لگتا ہے۔ "انہوں نے اس کا کندھا

تھپتھپاتے کہا۔

اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ "وہ چاہ کر بھی مسکرا نہ سکا۔"

رات کے ناجانے کس پہر اس کی آنکھ کھلی جیسے کسی نے بھاری ہاتھ اس کی سینے پر رکھا ہو۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ بالکل سیدھا لیٹا ہوا تھا۔ گھڑی کی طرف نگاہ دوڑائی۔ تین بج رہے تھے۔

وہ اٹھا۔ لائٹ آن کی۔ وضو کیا۔ جائے نماز بچھایا اور تہجد کی نیت کی۔

نماز سے فارغ ہو کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ دس منٹ کی نماز کے بعد تیس منٹ کی دعا مانگی۔

جائے نماز اکٹھا کر کے دوبارہ بستر پر نظر ڈالی مگر بستر سے تو دل کب کا اچاٹ ہو چکا تھا۔

کمرے میں داخل ہونے سے پہلے اسکے قدم ذرا لمحے کو ٹھہرے۔ کمرے سے دبی دبی سسکیوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ کامران نے تکلیف سے رخ موڑ لیا۔ لیکن پھر دوبارہ ہمت کی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

وہ بیڈ پر ان کے پہلو میں جا بیٹھا اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھاما۔

"کیوں رو رہی تھیں رات کے اس پہر؟"

ان کی سسکیوں میں کمی آگئی۔

"ماضی یاد کر رہی تھی۔"

کیوں یاد کر رہی تھیں؟ کچھ نہیں رکھا ماضی میں۔ مت یاد کیا کریں۔ "وہ غصے سے" بولا۔

تھیں یاد نہیں آتا؟ "انہوں نے نم آنکھوں سے اسے دیکھتے پوچھا۔"

"نہیں۔" "وہ دھاڑا۔" مجھے کچھ یاد نہیں آتا۔ بلکہ مجھے کچھ یاد ہے ہی نہیں۔"

"تھیں کچھ یاد نہیں ہے اور مجھے کچھ بھولتا نہیں ہے۔"

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

وہ اکتا کر اپنی نشست سے کھڑا ہو گیا۔ "کتنی بار میں نے آپ سے کہا ہے آسیہ ممانی

مجھ سے یہ باتیں نہ کیا کریں میں بار بار پیچھے مڑ کر نہیں دیکھنا چاہتا۔ پتھر کا ہو جاؤں

گا میں۔ بلکہ شاید ہو چکا ہوں۔" وہ آخری جملہ منہ میں بڑبڑاتا کرے سے نکل

گیا۔ آسیہ اسے آوازیں دیتی رہ گئیں۔

جس دن عائشہ سجاد صاحب کے ساتھ رضوان ہاؤس سے نکلی تھی تو وہ اس گھر کا سکون اور برکت بھی اپنے پلو سے باندھ کر لے گئی تھی۔

اگلے دن جب گھر کا ماحول کسی حد تک ٹھنڈا ہوا تو آسیہ خالہ کو سب سے پہلے اپنے بیٹے کا خیال آیا تھا جو کل جس حالت میں گھر سے نکلا تھا اب تک واپس نہیں آیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے ہر وہ جگہ چھان ماری تھی جہاں وہ ہو سکتا تھا۔ ہر اس شخص کو اپروچ کر چکے تھے جس سے اس کا کوئی سراغ مل سکتا تھا۔ مگر وہ شاید کسی بادشاہ کے قیمتی خزانے کی طرح زمین کی تہوں میں جا چکا تھا یا شاید کسی قبول ہو چکی آہ کی طرح آسمان پر جا لگا تھا۔ اس کے دوستوں سے معلوم ہوا تھا کہ وہ ان سب سے ایک مہینے سے ملنا جلنا چھوڑ چکا ہے اور کمرے کی تلاشی پر کوئی سراغ ایسا نہ ملا جس سے پتہ چل سکتا کہ وہ کہاں کس کے ساتھ ہوگا۔

پہلے تو آسیہ کو صرف اپنے بیٹے کی منگنی ٹوٹنے کا غم تھا لیکن اب بیٹے کی گمشدگی نے ان کی حالت بدتر کر دی تھی۔

دو ماہ تک جلال کی تلاش ذوروشور سے جاری رہی رضوان صاحب اور کامران کی طرف سے ہر حربہ اور ہر ذریعہ استعمال کر لیا گیا اور پھر آخر کار رضوان صاحب نے تنگ آکر یہ کہہ کر تلاش ختم کر دی کہ ایک دن وہ خود واپس آجائے گا اور کامران کو بھی روک دیا۔ اس دن کے بعد سے آسیہ کی طبیعت میں غیر معمولی تبدیلیاں آنے لگیں۔ مائی گرین کا مرض تو انہیں پہلے ہی تھا لیکن اب ان کے ساتھ بہت کچھ عجیب ہونے لگا تھا۔ بیٹھے بٹھائے دل کا شدید گھبرانا، اچانک دل و دماغ پر اتنی اداسی چھا جانا کہ زور زور سے رونے لگنا، رنگ پیلا ذرد، دھنسی آنکھیں، گہرے سیاہ ہلکے، زبان پر کئی کئی روز کے لیے گہری خاموشی رہتی، کئی کئی گھنٹے بنا پلکیں جھپکے ایک مرکز کو تکتی رہتیں۔

گھر کے سارے افراد جلد ہی ان سے بیزار آگئے وہ پہلے بھی اکیلی ہی ہوتی تھیں لیکن اپنے پیروں پر چلتی تھیں تو کسی کے لیے آزمائش نہیں تھیں اور اب؟ ان کی سگی بہن نے ان نے منہ موڑ لیا تھا۔ رضوان صاحب مالی طور پر انہیں کوئی کمی نہ آنے دیتے لیکن اخلاقی طور پر کوئی مدد نہیں۔

ڈاکٹرز نے درجنوں کے حساب سے ان کے ٹیسٹ کرا چھوڑے تھے لیکن کسی ایک ٹیسٹ میں بھی کسی ایک مرض کی تشخیص نہ ہو پائی تھی۔ بس دن بدن بگڑتی حالت کے پیش نظر وہ دو ماہ میں آدھی رہ گئی تھیں۔ اتفاق سے ایک دن ان کی پھپھو زاد کی ان کے گھر آمد ہوئی جو ڈاکٹر تھیں تو ان کی حالت دیکھ کر لمحے میں سمجھ گئی تھیں کہ ان کے گھر والوں کا ان کے ساتھ کیسا رویہ ہے؟ جس میں ان کی سگی بہن بھی شامل ہے۔ تو انہوں نے آسیہ کو ساتھ لے جانے کا فیصلہ کر لیا۔

ان کے ساتھ راولپنڈی جانے کی حامی کامران نے بھری کیوں کہ انہیں ہسپتال لے جانے کی ذمہ داری دو ماہ سے اسی نے اٹھا رکھی تھی۔ رضوان صاحب ہمیشہ اسی کو ہسپتال لے جانے کا کہتے اور خود فیکٹری رہنا زیادہ مناسب سمجھتے۔

اس وقت نیلوفر، آسیہ اور وہ راولپنڈی میں رہ رہے تھے۔ وہ ہفتہ میں تین بار اسلام آباد آکر فیکٹری کے میجر معاملات دیکھ جاتا اور باقی وقت آسیہ ممانی کی دوائیوں کا خیال رکھنا، انہیں ہوسپتال لے کر جانا اور ڈاکٹر نیلوفر کی بتائی ہوئی ہدایات پر عمل کرنا۔ پچھلے چھ ماہ سے یہی سب چل رہا تھا۔ لیکن ان کی طبیعت ٹس سے مس نہ ہو رہی تھی۔ بس ایک جگہ ٹھہر گئی تھی۔ سب کو لگتا تھا کہ یہ بیٹے کی جدائی کا غم ہے لیکن کچھ اور بھی تھا جو خود ان کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا۔

آج پھر آدھی رات اس کی آنکھ کھلی جیسے سینے پر کسی نے بھاری ہاتھ رکھا ہو۔

اس نے گھڑی کو دیکھا۔ حسب معمول وہی وقت تھا۔

وہ اٹھا اور پھر اپنے رب کے حضور جا کھڑا ہوا۔ اس کی دعائیں دن بدن لمبی ہوتی جا رہی تھیں لیکن وہ ان میں کسی کو 'نہیں مانگتا تھا بلکہ کسی کے 'لیے' مانگتا تھا۔

نماز کے بعد وہ دوبارہ بستر پر سر کے نیچے دونوں ہاتھ رکھے سیدھا لیٹ گیا اور دماغ حسب عادت دس مہینے پہلے کی سوچوں میں الجھ گیا۔

visit for more novels:

عائشہ کے جانے کے بعد اس نے غیر معمولی طور پر رضوان ہاؤس جانا کم کر دیا تھا۔ اور اگر جاتا بھی تو لاؤنج میں بیٹھنے یا رکنے سے گریز کرتا کیونکہ وہ جگہیں اسے اذیت پہنچاتیں جہاں کھڑے ہو کر عائشہ نے ہچکیاں اور سسکیاں بھری تھیں۔

اس کے بعد جلال کی تلاش اور آسیہ کی بیماری نے اسے اتنا مصروف کر دیا تھا کہ وہاں آنا جانا بس نہ ہونے کے برابر رہ گیا تھا۔

اس کی اپنی ذہنی حالت یہ تھی کہ وہ غیر حاضر دماغی سے کام لینے لگا تھا۔ اسے سب کام بوجھ لگنے لگے تھے۔ وہ کوئی ایسا عاشق تو نہیں تھا کہ عائشہ کے بعد اس کی نیندریں ہمیشہ کے لیے اڑ جاتیں لیکن نیند کم ضرور ہو گئی تھی۔ وہ زیادہ سے زیادہ عشاء سے تہجد تک ہی سو پاتا اور اس کے بعد بس یونہی بستر پر چٹ لیٹا چھت کو

تکتا رہتا۔

visit for more novels:

آسیہ ممانی کے آنے کے فیصلہ بھی اس نے اسی لیے کیا تھا کہ راولپنڈی سے اسکو خاص عقیدت تھی کہ وہ اسے باحیا اور پاکیزہ لوگوں کا شہر لگتا ہے۔

رضوان صاحب سے اسکے تعلقات پہلے جیسے نہیں رہے تھے۔ کچھاؤ دونوں میں سے
ناجانے کس کی طرف سے تھا؟

وہ عائشہ تک پہنچنا چاہتا تھا۔ وہ اسکا پتہ چاہتا تھا۔ صرف خیریت معلوم کرنے کے لیے۔ لیکن رضوان صاحب کے علاوہ پتہ کوئی نہیں جانتا تھا تو ان سے کس منہ سے پتہ مانگتا؟

روبی بھی اس سے کچھی کچھی سی رہتی تھیں اور زیادہ وقت نئی نویلی بہو کے ساتھ

visit for more novels:
www.urdu-novel-bank.com - گزرا نا پسند کرتی تھی۔

مختصر یہ کہ اسلام آباد میں اسکا کچھ نہیں بچا تھا۔ سو وہ آسیہ کے ساتھ یہاں آگیا۔ اسے یہاں آنا ہی تھا۔

تانیہ نے اپنا سامان زیب سے ملحقہ کمرے میں شفٹ کر لیا تھا اور پچھلے کمرے کو تالہ لگا دیا تھا

جس کی چابی وہ اپنے پاس رکھتی تھی جہاں عائشہ کا سارا سامان امن و امان سے پڑا تھا۔

رضوان ہاؤس کا اوپر والا پورشن سائیں سائیں کرتا تھا۔ وہاں کوئی پرندہ بھی پر نہ مارتا جیسے وہ نحوست کی علامت سمجھا جاتا ہو۔

اس گھر کا ہر شخص دوسرے سے کٹ گیا تھا۔

تانیہ! بہن کہاں ہے تمہاری؟ ہر وقت کیا کرتی رہتی ہے کمرے میں؟ "زیب"

ہاتھ میں پانی کا گلاس اور سر درد کی کوئی گولی لیے لاؤنج سے گزرتی تانیہ سے مخاطب ہوئیں جو چہرے کے گرد دوپٹے کا حجاب بنائے ہاتھ میں جائے نماز لیے کمرے کی جانب بڑھ رہی تھی۔

"مجھے کیا پتہ کیا کرتی ہے؟ آج سے پہلے کبھی بتایا ہے اس نے؟"

ہاں لیکن اب تو زیادہ ہی پر اسرار ہو گئی ہے۔ جاؤ اور اسے بلا کر لاؤ۔ "زیب نے"

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

گولی پھانکتے کہا۔

امی! میری نماز کو دیر ہو رہی ہے۔ آپ خود بلا لیں۔ "وہ جلدی میں کہتی چلی"

گئی۔

زیب بگڑے تیوروں سے مدیحہ کے کمرے تک پہنچیں اور دروازہ بجایا لیکن جب اندر سے کوئی جواب نہ آیا تو خود ہی غصے سے دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوئیں جہاں وہ بیڈ کے وسط میں بیٹھی سامنے لیپ ٹاپ کھولے انگلیاں چلانے میں محو تھی۔

کیا کر رہی ہو تم؟ "زیب نے غصے سے کہا۔"

سکالر شپ فارمز سرچ کر رہی ہوں۔ "اس نے بے تاثر چہرہ لیے فٹ سے جواب دیا۔"

visit for more novels:

کیا؟۔۔۔۔۔ مدیحہ کیا سما گیا ہے تمہارے دماغ میں؟ اور کتنا حیران کرو گی تم ہم " سب کو؟۔۔۔۔۔ پہلے تم نے صرف چھ ماہ کے عرصے میں بی اے پارٹ ون اور ٹو دونوں کی تیاری کی۔ وہ بھی بغیر کسی ٹیوشن کے اور ضد ہے کہ اسی سال دونوں پارٹ کلئیر کرنے ہیں۔ اور ابھی امتحانات ہوئے نہیں ہیں کہ تم سکالر شپ فارمز

سرچ کرنے لگی ہو۔۔۔۔۔ لیکن تم ایک بات کان کھول کے سن لو ہم تمہیں پڑھنے کے لیے ہرگز باہر نہیں جانے دیں گے۔ سکالر شپ پر بھی نہیں۔

مدتھ نے سر اٹھایا۔ "ایف جی مارگلہ کالج میں داخلہ لینا ہے۔ ایم اے انگلش میں۔ وہ بھی سکالر شپ پہ۔ اور ہوسٹل میں ہی رہنا ہے۔ سن لیا؟ آج کے بعد کچھ مت پوچھیے گا۔"

کیوں؟ کیا چل رہا ہے تمہارے دماغ میں؟ "زیب نے اکتا کر کہا۔"

میں نے سوچا جب انسان کی اپنی کوئی پہچان نہ ہو تو کسی دوسرے کی پہچان چرا " لی جائے شاید کام بن جائے۔ " اس کے لہجے میں درد تھا۔

مدتِ کم! تم بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو۔ اپنی نیند پوری کیا کرو۔ روزانہ آدھی رات کو "تمہارے کمرے کی لائٹس جل رہی ہوتی ہے۔"

مدیحہ طنزیہ مسکرائی۔ "فکر نہ کریں۔ تمجد پڑھنی شروع نہیں کی میں نے۔ ابھی
"صرف جاگنے کی عادت بنا رہی ہوں۔"

یہ لڑکی پاگل ہو گئی ہے۔ "وہ بڑبڑاتی ہوئی کمرے سے نکل گئیں۔"

سر پہلے ہی درد سے پھٹ رہا تھا۔

مارچ کا وسط چل رہا تھا۔ نیلوفر دوپہر کے اس وقت اپنے کلینک میں موجود مریضوں
کا چیک اپ کر کے تھکن سے چور ہو چکی تھیں۔
visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com

مریم! اب بس کرو۔ پلیز اب مزید مریضوں کو مت بھیجنا۔ ریسپشنسٹ سے کہو مزید
ٹوکن مت دے۔ 2 بجے تک کلینک کا ٹائم ہے اور اب 4 بج رہے ہیں۔ "انہوں
نے اکتا کر نرس کو مخاطب کرتے کہا۔

او کے ڈاکٹر۔ بس یہ ایک آخری مریضہ کا چیک اپ کر لیں۔ "نرس نے کہا۔"

"او کے بلا لو۔"

"ڈاکٹر کے روم سے باہر نکل کر فرس نے با آواز بلند کہا۔ "ٹوکن نمبر 40۔ عائشہ۔"

میں ہوں۔ "اپنی لمبی چادر کو کندھوں پر لٹکاتے مغرور انداز میں سامنے دیکھتے"

ہوئے وہ بولی۔

لوکن نرس کے ہاتھ میں پھینکنے کی صورت رکھتے وہ روم میں داخل ہوئی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

www.urdu-novel-bank.com

نیلو فر نے اندر آنے والے نفس کو سر اٹھا کر خوش آمدید کہنا چاہا مگر اسے دیکھتے ہی

ان کی مسکراہٹ پھیکی پڑی۔ "تم؟" انہوں نے کچھ بیزاری سے رولنگ چئیر کی پشت سے ٹیک لگالی۔

بہار کا آغاز تھا۔ سورج طلوع ہو چکا تھا۔ صبح کے اس وقت فضا میں ہر سو چنبیلی کی خوشبو پھیلی تھی۔ کیونکہ اس علاقے میں چنبیلی کے پودے کافی زیادہ تھے۔

ایسے میں وہ نیلوفر کے گھر کی چھت پر کرسی پر چھاؤں میں بیٹھا تھا کہ مارچ کی دھوپ اب جلاتی تھی۔ سکون نہیں دیتی تھی۔ وہ آسپہ خالہ کو ناشتے کے بعد

دوائیاں دے کر چھت پہ آگیا تھا۔ کیونکہ نیچے اسے گھٹن کا احساس ہو رہا

تھا۔ لیکن۔۔۔۔۔ اوپر آنے پر یہ ہر سو پھیلی چنبیلی کی خوشبو اس کا دماغ خراب کر رہی تھی۔ اسے ابھی بھی گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔ اب یہ گھٹن مزید بڑھنے والی تھی۔

اس نے سر جھکا کر آنکھیں بند کیں اور فیکٹری کے چند ضروری معاملات سوچنے لگا جو اسے کل دیکھنے جانا تھا۔

تمام معاملات اس کی سوچوں میں کلئیر ہو گئے تو اس نے سر اٹھا کر آنکھیں کھولیں
 - آنکھیں کھلیں اور سامنے جم گئیں۔ جم گئیں بلکہ پتھرا گئیں۔ پتھرا گئیں اور
 دھڑکنیں تھم گئیں۔

وہی نورانی چہرہ، کالی سیاہ آنکھیں، قمری پیشانی اور بارعب شخصیت اسے اپنے
 سامنے دکھائی دی۔ کچھ فاصلے پر۔ دو دیواریں دور۔ --- وہ اپنے گھر کی چھت پر
 پرندوں کو دانہ پانی ڈال رہی تھی۔

سیاہ لباس میں۔ کیا اس کا سوگ ابھی تک جاری تھا؟ --- بے تاثر چہرے سے۔
 کیا وہ ہنسنا بھول چکی تھی؟ ----

دھڑکنوں میں طوفان سا آگیا تھا۔ اس کا تنفس تیز ہو گیا تھا۔ وہ بھاگ کر چھت کی
 دیوار تک پہنچا کہ اسے قریب سے دیکھ سکے۔ کہیں یہ سراب نہ ہو۔ ---- لیکن

عائشہ کے معاملے میں وہ سراب کا شکار نہیں ہوتا تھا۔ جب وہ اسے دیکھتا ہے تو وہ واقعی 'ہوتی' ہے۔ یہ اس کا پرانا تجربہ تھا۔

وہ دیوار تک پہنچا لیکن وہ نیچے جا چکی تھی۔

وہ انہی قدموں پلٹا۔ اپنے آنکھوں دیکھے کی تصدیق کے لیے۔

"نیلو فر خالہ رکیں۔"

وہ کلینک جانے کے لیے گیراج سے گاڑی باہر نکال رہی تھیں جب اس نے

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

انہیں آواز دی۔

کیا ہوا؟ "کار کے دروازے سے سر باہر نکال کے انہوں نے پوچھا۔"

نیچے اتریں۔ مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔ "اس نے پھولے سانس کے ساتھ"

کہا۔

بولو۔ "وہ اس کے مقابل آگئیں۔"

"وہ۔۔۔۔۔۔ آپ کے سا۔۔۔۔۔۔ ساتھ والے گھر میں عائشہ رہتی ہیں نا؟"

اس نے حواس باختہ سا کہا۔

وہ کسی بھی صورت انکار نہیں سننا چاہتا تھا۔

عائشہ؟ --- تم اسے جانتے ہو؟ "انہوں نے حیرت سے پوچھا۔"

رہتی ہیں نا؟ "اس نے پکی تصدیق چاہی۔"

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

ہاں۔ تم اسے کیسے جانتے ہو؟ وہ تو راولپنڈی میں ہی پلی بڑی ہے پھر تم "

”اکسے“

میں؟ وہ۔۔۔۔۔۔ "وہ سوچ میں پڑ گیا کہ کیا بتائے؟"

حیرت ہے۔ تم اس جیسی لڑکی کو کیسے جانتے ہو۔ اس سے تو شیطان بھی پناہ "
"مانگتا ہے۔"

پناہ؟۔۔۔۔۔" اس نے ماتھے پر بل ڈالے حیرت سے کہا۔"

ہاں نا۔ آٹھ ماہ پہلے بیاہ کہ آئی ہے میرے ساتھ والے گھر میں۔ شادی سے "

پہلے تو ماں باپ کہتے تھے ہماری بیٹی بہت نیک ہے۔ سلیقہ مند ہے ، باحیا ہے

فلاں ہے۔ لیکن وہ پنجابی کا محاورہ ہے ناکہ 'راہ پیا جانے تے واپیا جانے' یعنی

"جب کسی سے پالا پڑتا ہے تو تب ہی پتہ چلتا ہے اس شخص کی خصلت کا۔

کامران کی زبان پر گہری چپ لگ گئی تھی۔ صرف چند الفاظ دماغ پر ابابیل کے
'برسائے پتھروں کی طرح لگ رہے تھے۔' بیاہ کر آئی تھی۔۔۔

تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ "انہوں نے کامران کو کندھے سے ہلایا۔ "ویسے اگر تمہارا" زیادہ دل چاہ رہا ہے تو میں تم سے اس کی ملاقات کروا سکتی ہوں۔ میرے پاس آتی رہتی ہے وہ چیک اپ کے لیے۔ ابھی تو صرف تیسرا مہینہ ہے۔ لیکن وہ کسی سینئر لیڈی ڈاکٹر کی زیر نگرانی ڈیوری کروانا چاہتی ہے۔ اسی لیے دن رات میرے آگے پیچھے پھرتی رہتی ہے۔ میں نے اسے کہا ہے کہ میں بہت مصروف۔۔۔۔۔" وہ ان کی بات ادھوری چھوڑے مڑ گیا تو نیلوفر کی زبان کو بریک لگی۔

وہ لمبے لمبے قدم اٹھاتا جا چکا تھا۔ نیلوفر کندھے اچکا کر گاڑی میں بیٹھیں اور چلی گئیں۔

گزشتہ دس ماہ کی ہر رات کی طرح آج بھی رات کے اسی پہر اسے اپنے سینے پر وہی بھاری ہاتھ محسوس ہوا لیکن وہ نہیں جاگا کیونکہ وہ سویا ہی نہیں تھا۔

دباؤ بڑھتا گیا لیکن وہ رخ بدل کر لیٹا رہا، اٹھا نہیں۔ یہاں تک کہ تہجد کا وقت ختم ہو گیا اور دباؤ بھی۔ فجر کی اذانیں اس کی سماعت سے ٹکرانے لگیں۔

اس نے کمرے کی کھلی کھڑکی سے باہر آسمان پر نظر آنے والے چند ستاروں کو غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔ ٹک ٹکی باندھ کر - کچھ بے بسی اور کرب سے۔

visit for more novels:

کوئی اتنا دور کیسے ہو سکتا ہے کسی سے؟ اتنا دور؟ کیسے؟۔۔۔۔۔ جیسے'

ستارے۔ جن تک پہنچنا ناممکن سے بھی کچھ آگے کا ہو۔ چاہے کوئی کوشش کر کر کے مر جائے لیکن کبھی اس کو حاصل نہ کر سکے۔-----

تاروں پر نظریں جمائے اس کے ذہن کے پردے پر پچھلے دس ماہ کی راتوں کی فلم گھوم گئی۔

ہر رات اس کے لب بس ایک دعا کے لیے ہلتے تھے اور اس وقت تک ایک ہی بات کی رٹ لگائے رکھتے تھے جب تک اس کا سر سوچوں کی شدت سے پھٹنے نہ لگتا تھا۔ بس ایک دعا کہ وہ خیریت سے ہو اور خوش ہو۔

اور آج اس کی دونوں دعاؤں کی تصدیق ہو گئی تھی۔

اس کی شادی ہو گئی تھی، وہ خیریت سے تھی اور وہ خوش تھی تبھی تو اس کی فیملی مکمل ہونے والی تھی۔

پھر وہ خوش کیوں نہیں تھا؟ دعاؤں کی قبولیت پر بھی کبھی کوئی اداس ہوتا ہے؟

وہ ہر رات اسے گہرائی سے سوچتا تھا۔ اس کے الفاظ، اس کی حرکات اور اس کے غصے کو۔ اور وہ آسپہ سے اس بات پر جھگڑتا تھا کہ اسے ماضی کی یاد نہ دلایا کریں۔

وہ آگے بڑھ جانا چاہتا تھا۔ اس کے باوجود وہ اکثر خواہش کرتا تھا کہ بس ایک بار وہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ لیکن وہ اگلے سو سال تک بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ وہ اسے کسی کی بیوی اور کسی کی ہونے والی ماں کے طور پر دیکھے گا۔

visit for more novels:

دوپہر میں وہ آسیہ کے کمرے میں بیڈ پر بیٹھنا زیتون کے تیل سے ان کے پیروں کی مالش کر رہا تھا جبکہ آسیہ مسلسل اس کے چہرے پر نظریں جمائے بغور اسے تکے جا رہی تھیں۔

پریشان ہو؟ "آسیہ نے پوچھا۔"

نہیں۔ "اس نے ڈھیلا سا کہا۔ پھر ایک طویل سانس کھینچا جیسے اپنے اندر منوں"

"حوصلہ بھرنے کی ناکام کوشش کی ہو۔" آج آپ کو فضا بوجھل نہیں لگ رہی؟

"آج؟" وہ کرب سے مسکرائیں۔ "مجھے تو پچھلے دس ماہ سے ہر پل لگتی ہے۔"

لیکن مجھے آج سے پہلے اتنی کبھی نہیں لگی۔۔۔۔۔ ایسا لگتا ہے آج کا سورج"

مغرب سے نکلا ہے اور دوپہر تک سارا سیاہ رنگ کا ہو جائے گا۔" اس نے خوابی کیفیت میں کہا۔

آسیہ نے ہلکے سے پیر کھسکا لیے۔ "جاؤ کھانا کھا کر آؤ۔ بہت لمبی باتیں کر رہے ہو۔"

وہ ڈھلکے کندھوں سے چلتا باہر نکل آیا جہاں نیلوفر میز پر کھانا لگوا رہی تھیں۔ وہ کونے والی کرسی پر بیٹھ گیا اور نیلوفر اس کے عین سامنے۔

یہ سنگا پورین رائس لو۔ تمہاری عائشہ نے بھیجے ہیں۔ "نیلو فر نے ڈش اس کی " جانب کھسکائی۔

کامران نے رخ پھیرتے آنکھیں میچ لیں۔ "وہ 'میری' عائشہ نہیں ہیں۔ " اس نے اذیت سے کہا۔

"تم نے بتایا نہیں کیسے جانتے ہو اسے۔"

نہیں جانتا۔ صرف بائے فیس اور بائے نیم جانتا ہوں۔ اور کچھ بھی نہیں "

visit for more novels:

جانتا۔ "اس نے جان چھڑائی۔ www.urdu-novelbank.com

ہمم۔ میں بھی کہوں تم کیسے جانتے ہو گے ایسی لڑکی کو۔ کیا کہنے ہیں اس کے " تو۔ اپنی باتوں میں ایسا الجھاتی ہے سامنے والے کو کہ بندہ لمحے میں لاجواب ہو کے

رہ جاتا ہے۔ اتنی چالاک کے اگلے بندے کو کھڑے کھڑے بیچ کر کھا جائے۔ تم دور ہی رہنا اس سے۔ "انہوں نے کہتے جھر جھری لی۔

کامران نے ٹھنڈی آہ بھری۔ "ہو سکتا ہے کسی ظالم کے ظلم نے انہیں ایسا بننے پر مجبور کر دیا ہو۔ وہ واقعی نیک ہوں۔"

نیلو فر نے قہقہہ لگایا۔ "مجھے نہیں لگتا کہ نیکی اسے چھو کر بھی گزری ہے۔۔۔۔۔۔ ویسے تم اس کی اتنی حمایت کیوں کر رہے ہو؟ مجھے دال میں کچھ

کالا لگ رہا ہے۔ "انہوں نے شہزاد سے کہا۔

اس کالے کو کہیں اٹھا کر پھینک دیں۔ "وہ اٹھا اور کمرے کی طرف بڑھ گیا۔"

ایک گھنٹے بعد اسے اسلام آباد کے لیے روانہ ہونا تھا۔

آج صبح سے ہی تانیہ تالہ کھولے اس کمرے میں گھسی ہوئی تھی۔ مہینے میں ایک بار وہ اس کمرے کی خود صفائی کرتی تھی۔ عائشہ کی ایک ایک چیز کو اپنے پوروں سے چھوتی اور ان کی پاکیزگی کو محسوس کرتی تھی۔ اپنا جائے نماز تک وہ یہاں چھوڑ گئی تھی جسے اب تانیہ نے آباد کیا ہوا تھا۔ اس کے سجدے والی جگہ عائشہ کے ساتھ ساتھ اب تانیہ کے بھی آنسوؤں کی گواہ تھی۔

اس وقت بھی وہ عائشہ کی دی ہوئی داستان یوسف کو سینے سے لگائے اپنی تنہائی اس کتاب سے بانٹ رہی تھی اور ساتھ ہی عائشہ کے چہرے کے ہر تاثر کو اپنی یادوں میں دہراتی۔ اس کا غصہ، جو اسے منٹوں میں سیدھا کر دیا کرتا تھا۔ اس کا پر سوچ چہرہ، جس کے بعد اس کے ہر مسئلے کا حل نکل آیا کرتا تھا۔ اس کی حسین مسکراہٹ جو اس کے اندر تک سکون اتار دیا کرتی تھی۔

وہ چھ ماہ اس کے ساتھ رہی تھی اور دس ماہ بھی اس کی یادیں نہیں مٹا پائے تھے۔ پھر کسی خیال کے تحت اٹھی اور کمرہ لاگ کر کے کسی مصمم ارادے کے زیر اثر باہر گیٹ کی جانب بڑھی۔



visit for more novels:

پھر کسی خیال کے تحت اٹھی اور کمرہ لاگ کر کے باہر گیٹ کی جانب بڑھ گئی۔

"اکامران بھائی"

وہ دوپہر چار بجے کے قریب اپنے گھر پہنچا تھا اور اب آرام کے بعد اپنے کمرے سے نکلا تھا جب تانیہ نے اسے پکارا تھا۔

تانیہ! ہر کوئی ہمیشہ امیدوں پر پورا نہیں اترتا اور نہ ہی ہر خواہش پوری ہوتی۔"

ہے۔ اور ایسی خواہش تو ہرگز نہیں ہونی چاہیے جس کے پورا ہونے پر آپکو پچھتاوا ہو۔ "وہ جانے کے لیے کھڑا ہو گیا۔

کامران بھائی پلیر۔ "وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔"

پلیز ٹو یو تانیہ۔ ہو سکتا ہے اب عائشہ وہ نہ رہی ہوں جس عائشہ سے تم ملنا چاہتی ہو۔ اگر ایسا ہوا تو یقین کرو تم پہلے سے زیادہ بے چین ہو جاؤ گی۔ اپنی خواہش پر اچھٹاوا ہوگا۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے۔ اور پلیز تم ایڈریس کی زحمت نہ ہی کرو۔

"کیا مطلب؟"

تانیہ نے نا سمجھی سے پوچھا لیکن وہ اسکی بات ان سنی کرتا جاچکا تھا۔

وہ دو دن کے لیے اسلام آباد گیا تھا لیکن تین دن بعد واپس آیا۔ راولپنڈی اب اسلام آباد سے بھی زیادہ گھٹن زدہ لگنے لگا تھا۔ آسیہ خالہ کے پاس حاضری لگوانے کے بعد وہ کمرے کی جانب بڑھنے لگا تھا جب نیلوفر خالہ کمرے سے برآمد ہوئیں۔

کامران! میرے اچھے بیٹے! میری الماری کے اوپر کے خانے میں کچھ فائلز اور "کتابیں پڑیں ہیں وہ تو اتار دو۔ مجھے پتہ ہے تم تھکے ہوئے ہو لیکن یہ کام اکیلے "مجھ سے ہوگا نہیں۔

visit for more novels:

جھکا کر پل دیا۔

ہمم۔ چلیں۔ "وہ سر جھکا کر چل دیا۔"

وہ نیلو فر خالہ کی الماری کے سامنے سٹول پر چڑھ کر اوپر کے خانے سے کتابیں نکال نکال کر نیلو فر کو پکڑا رہا تھا۔ دونوں کے درمیان خاموشی تھی جسے نیلو فر نے توڑا۔

"تمہاری عائشہ آئی تھی جب تم اسلام آباد گئے ہوئے تھے۔"

وہ میری عائشہ نہیں ہے۔ "ایک ایک لفظ کو چبا چبا کر کہتے اس نے کتاب زور"

سے نیلوفر کے ہاتھ میں دھری۔

اچھا اچھا۔ ویسے میں نے اس سے تمہارے بارے میں پوچھا تھا تو اس نے صاف "اگر دیا کہ وہ کسی کامران کو نہیں جانتی۔"

"کامران نے منہ بسورا۔" ہمم۔ مجھے یہی امید تھی۔

visit for more novels:

وایسے دن میں میرا کوئی درجنوں قسم کی عورتوں اور لڑکیوں سے پالا پڑتا ہے لیکن "میں نے اپنی زندگی میں دو سپیشل کیس دیکھے ہیں۔ ایک یہ تمھاری عائشہ۔" کامران نے خیالوں ہی خیالوں میں سرپیٹ لیا۔ "واللہ کبھی اس کی بیچاری ساس سے پوچھ کر دیکھو اس سے کتنی زبان درازی کرتی ہے۔ ذرا جو اس کی سفید بالوں کا لحاظ

مجھے لگا تھا کہ عائشہ وقاص تمھاری محبوبہ ہے لیکن-----چلو اچھی بات"

ہے۔" انہوں نے آنکھ دباتے کہا۔

وہ شادی شدہ ہیں؟ "کامران نے اپنے چہرے پر لہراتے خوف کے سائے"

چھپاتے کہا۔

"ہاں۔ شادی شدہ ہے۔"

عائشہ سجاد؟ "اس نے دھڑکتے دل سے دوبارہ تصدیق چاہی۔"

visit for more novels:

www.urdunovelbank.com

ارے نہیں بھئی۔ عائشہ وقاص۔ "انہوں نے اکتا کر کہا۔"

نیلو فر خالہ! کیوں دماغ خراب کر رہی ہیں؟ عائشہ وقاص سے میرا کوئی تعلق "

"نہیں۔ میری والی عائشہ سجاد ہیں۔

اچھا جی۔ کل تک تو تم کہہ رہے تھے کہ وہ 'میری' عائشہ 'نہیں' ہے۔ "نیلو فر" نے اسکا کان کھینچتے ہوئے کہا لیکن اس نے مزاحمت نہیں کی۔

وہ حیرت اور خوشی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ اپنے اندر ٹھاٹھے مارتے جوش کے سمندر کو کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس نے نیلو فر کے ہاتھوں کو تھاما۔ "آپ میرا ایک کام کر دیں گی؟ آپ انہیں "یہاں بلا سکتی ہیں؟ کسی کے زخم بھرنے کے لیے یہ بہت ضروری ہے۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com نیلو فر نے شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ اس کے بال سہلائے۔

نیم تاریک کمرے کا دروازہ کھٹکا اور پھر دھیرے سے کھلا جہاں آسیہ بستر پر چت لیٹی تھیں اور مائی گرین کے درد کی وجہ سے ساری لائٹس بجھائی ہوئی تھیں۔ دروازہ کھلنے

عائشہ سجاد دھیرے دھیرے چلتی ان تک آئی اور ان کے ہاتھ تھامے۔

آسیہ خالہ! کیا ہو گیا ہے آپ کو؟" اس نے انکی حالت کے پیش نظر کہا۔"

تم جاؤ یہاں سے۔ تمہارا وجود مجھے یہاں برداشت نہیں ہو رہا۔ تمہاری موجودگی بہت سی اذیتوں کو دوبارہ جگا رہی ہے۔" انہوں نے رخ موڑے کہا۔

عائشہ نے ان کا چہرہ اپنی طرف موڑا۔ "لیکن میں نے تو آج تک ایسا کچھ نہیں کیا
"جس سے کسی کو اذیت پہنچے۔"

لیکن میں نے کیا ہے۔ "وہ بلک بلک کر رو دیں۔ "تہمت، بدگمانی، رسوائی، جدائی"

ان سب میں میرا حصہ ہے۔ یہ سب میں نے ہی شروع کیا تھا خود غرضی اور حسد

"میں آکر۔"

انہوں نے عائشہ کے ہاتھوں پر گرفت مضبوط کی جس ہاتھ میں کبھی انہوں نے انگوٹھی پہنائی تھی تو سسکیوں میں مزید روانی آگئی۔ اکلوتی اولاد کی کمی پھر سے اجاگر ہو گئی۔

ہم ہمیشہ اپنے آس پاس دیکھتے ہیں کہ حسد نے لوگوں کو جلا کر راکھ کر دیا۔ خود"

غرضی نے انسان کو بھری محفل میں اکیلا کر دیا۔ تہمت نے انسان کی نسلیں برباد

کر دیں۔ اس کے باوجود میں نے یہ سب کچھ کیا۔ اور دیکھو میرے ساتھ وہ سب ہو گیا ہے۔ بستر مرگ پر پڑی ہوئی ہوں۔ سارے اپنوں نے دھتکار دیا۔ جلال پتا "نہیں زندہ بھی ہے کہ نہیں۔ میری نسلیں ختم ہو گئیں۔"

ایسے نہیں کہتے ہیں آسیہ خالہ۔ اللہ بہت غفور الرحیم ہے۔ وہ آپکی مشکل آسان کر دے گا۔ "جذبات سے اس کے گالوں پر بھی نمی بہنے لگی۔

اللہ اس شخص کو آسانی نہیں دیتا جس نے انسانوں کے دل دکھائے ہوتے۔"

ہیں۔ قیامت کے دن حقوق اللہ تو معاف ہو جائیں گے لیکن حقوق العباد معاف

نہیں ہوں گے۔ "آنسوؤں کے سبب ان کے سر کے دونوں اطراف سے تکیہ گیلا ہو چکا تھا اور وہ اب بھی مسلسل رو رہی تھیں۔

عائشہ نے ان کے آنسو صاف کرتے بال سنوارے۔ "میں آپ کی مدد کروں گی۔ کیا چاہتی ہیں آپ؟"

آسیہ خالہ نے چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ آنسو تھمے۔ "اس دنیا کی سب سے عزیز
 "شے کے واسطے مجھے معاف کر دو۔"

عائشہ نے دائیں بائیں سر ہلایا تو آسیہ کا سانس اٹکا۔

اس کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ان سب میں میرا کوئی خاص نقصان نہیں"

visit for more novels:

ہوا۔ میں تو ابھی بھی اپنے پیاروں کے ساتھ اپنے گھر میں عزت سے رہ رہی

ہوں۔ آپ نے رضوان چچا کی فیملی کو سارا سچ بتا دیا۔ ان کا دل میری طرف سے

صاف ہو چکا ہے۔ مجھے تو اور کچھ بھی نہیں چاہیے۔ میں ان سب میں سب سے

زیادہ نیوٹرل رہی ہوں کیونکہ میں نے اپنے اللہ سے ہمیشہ اپنی عزت و آبرو کی

حفاظت مانگی ہے اور دوسروں کی عزت و آبرو کی بھی ہر ممکن حفاظت کی ہے۔ اور میں آپ کو ایک خوشخبری دیتی ہوں۔ اللہ نے آپ کو کب کا معاف کر دیا ہے اسی لیے تو آپ کے دل کے سکون کے لیے مجھے آپ سے دوبارہ ملایا گیا ہے۔ ورنہ دکھے ہوئے دل تو دنیا و جہان سے کٹ کر کہیں دور نکل جایا کرتے ہیں اور دل دکھانے والے تا عمر ان سے صرف ایک معافی کے طلبگار رہتے ہیں۔ اور یوں ہی تڑپ تڑپ "اگر دنیا سے چلے جاتے ہیں۔ آپ پر میرا کوئی قرض نہیں ہے اور نہ ہی کسی اور کا۔

عائشہ مسکرائی اور عرصہ دراز کے بعد آسیہ بھی۔ اور یہ وہ وقت تھا جب آزمائش کی بہت سی زنجیریں ٹوٹی تھیں۔ صرف آسیہ خالہ کی نہیں اور بھی بہت سوں کی۔

سجاد صاحب ابھی کام سے واپس آئے تھے اور ابھی بستر پر کمر دھری ہی تھی کہ گیٹ پر بیل ہوئی۔ ایک بار۔ دو بار۔ جیسے کوئی بہت مضطرب ہو۔ اور گیٹ کھولنے پر وہی اضطراب ان پر بھی طاری ہو گیا۔

رضوان صاحب اپنی بیگم کے ہمراہ کھڑے تھے۔

سجاد صاحب انہیں دیکھ کر رہ گئے۔

انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھانے کے بعد وہ رفعت کے پاس آئے۔

visit for more novels:

ان شاء اللہ سجاد صاحب سب خیریت ہی ہوگی۔ آپ ان سے جا کر بات تو

کریں۔ "رفعت نے ان کے شبہات کے پیش نظر انہیں حوصلہ دیا۔

سجاد صاحب دوبارہ ڈرائنگ روم میں آئے تو دونوں سر جھکائے بیٹھے تھے۔

رضوان! سب خیریت؟-----میرا مطلب راولپنڈی خیر سے آنا ہوا"

تھا؟" انہوں نے ان کی آمد کی وجہ بھانپنا چاہی۔

"یہ تو تب ہی پتہ چلے گا جب ہم یہاں سے کامیاب لوٹیں گے۔"

آ۔۔۔ مطلب؟ "انہوں نے نا سمجھی سے پوچھا۔"

ہم دونوں۔۔۔۔۔ معافی مانگنے آئے ہیں تم سے اور عائشہ سے۔ "ان کا سر کچھ"

مزید جھکا۔ "مہمان نوازی کا شوق تو بہت تھا لیکن طریقہ سلیقہ نہیں آتا تھا۔ یہ

visit for more novels:

نہیں پتہ تھا کہ مہمان کے صرف کھانے پینے کا نہیں، ناموس کا بھی خیال رکھنا ہوتا

ہے۔ اور وہ بھی عائشہ جیسی۔۔۔۔۔" الفاظ ان کی زبان پر دم توڑ گئے۔

سجاد بھائی! آپ عائشہ کو بلا دیں۔ ہمیں اپنے دل پر سے بہت سے بھاری پتھر"

ہٹانے ہیں۔ "زیب نے شرمندہ سا کہا۔

کچھ دیر بعد جب رفعت چائے کی ٹرے کے ہمراہ داخل ہوئیں تو ان کے پیچھے
عائشہ بھی تھی۔ کچھ کنفیوز اور حیرت زدہ سی۔

زیب نے آگے بڑھ کر عائشہ کو گلے لگایا۔ اور صوفے پر اپنے پاس بٹھالیا۔ رفعت بھی سجاد کے ہمراہ بیٹھ گئیں۔

عائشہ! میں جانتی ہوں اس وقت تمہیں ہم لوگوں کا آنا عجیب لگ رہا ہوگا۔ تم بھی "سوچتی ہوگی کہ جب اپنی زندگی کا سکھ چین غارت ہوا تو آگئے میرے پاس سوالی بن کے

visit for more novels:
www.urdu-novel-bank.com

زیب چچی! آپ بھی بالکل آسیہ خالہ کی طرح باتیں کر رہی ہیں۔ پہلے انہوں نے "اپنے پاس بلا کر شرمندہ کیا اور اب آپ گھر آکر شرمندہ کر رہی ہیں۔" اس نے مصنوعی ناراضگی سے کہا۔

آہ۔ شرمندہ؟ اصلی قصور وار کو تو ہم بہت پہلے ہی جان گئے تھے۔ لیکن کبھی "

تمہارے پاس آکر معافی مانگنے کی ہمت نہیں کرپائے۔ اپنے ہی گھر میں مجرموں کی طرح ایک دوسرے سے چھپتے پھرتے تھے کہ کہیں کسی کے سوالوں پر شرمندہ نہ ہونا پڑجائے۔

زیب چچی! بس کریں۔ آپ کی اتنی ساری اپنائیت اور محبت کو مجھےؒ میں جھونک کر"

"صرف ایک غلط فہمی کو بنیاد بنا کر دل میں کدورتیں تو نہیں پال سکتی نا میں۔

visit for more novels:

لے ہوئے عالتہ فی پیشای چوی۔

اب تم بھی ناراضگی ختم کرو سجاد۔ "رضوان صاحب نے ان کا ہاتھ تھامتے کہا۔"

میں ناراض نہیں ہوں رضوان۔ مجھے دکھ پہنچا تھا۔ خدیجہ کے بعد عائشہ ہی تو میرا سب کچھ ہے۔۔۔۔۔ لیکن چلو۔۔۔ اگر میری بیٹی نے دل بڑا کر لیا ہے تو میں کم "ظرف تو نہیں بن سکتا نا۔

سجاد نے آگے بڑھ کر اپنے جگمگی یار کو گلے لگایا تو عرصے کا فاصلہ لمحوں میں سمٹ گیا اور وہاں موجود ہر شخص کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

بھئی عائشہ! باقی سب باتیں چھوڑو۔ تانیہ تم سے ملنے کے لیے اتنی بے تاب ہے۔"

کہ میں لفظوں میں نہیں بتا سکتی۔" زیب نے کہا۔

visit for more novels:
www.urdu-novels.com

اسے کہیے گا کہ یہاں بھی آگ برابر لگی ہوئی ہے۔ "اس نے شرارتی مسکراہٹ"

کے ساتھ کہا۔

آپ لوگوں کی معافی تلافی میں چائے برف ہو گئی ہے۔ تو پھر میں کھانے کا انتظام"
کر لیتی ہوں۔" رفعت ٹرے اٹھاتی کچن کی طرف بڑھ گئیں۔



چند دن بعد

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

دوپہر میں عائشہ تانیہ سے فون پر بات کر رہی تھی۔ یہ ان کا روز کا معمول تھا۔ اور
کبھی تو دن میں دو بار بھی۔

میں نے آپ سے پوچھنا تھا کہ آپ کے پاس کوئی فینسی ڈریس پڑا ہے اس وقت؟" **تانیہ کے غیر متوقع سوال پر وہ پر تجسس ہوئی۔**

"فینسی ڈریس؟ کیوں؟"

اس کی ذرا جھاڑ پونچھ کر لیں۔ ہو سکتا ہے ضرورت پڑ جائے۔ "اس نے"

معصومانہ انداز میں کہا۔

’تانیہ“! اس نے وارن کیا۔ ”سچ سچ بتاؤ مجھے۔ کیا ہونے والا ہے؟“

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

آج دوپہر میں پھر سجاد صاحب نے کام سے واپس آکر ابھی بستر سے کمر لگائی ہی تھی کہ بیل بجی۔ ایک بار۔ دو بار۔

آج رضوان دوبارہ تھوڑی آسکتا ہے۔ میں بھی نا۔ 'سوچتے ہوئے انہوں نے اپنے ' ہی خیال کی سرزنش کی۔ مگر گیٹ کھولنے پر نتیجہ ان کے خیال کے مطابق ہی نکلا۔ رضوان اور روبی سامنے جلوہ افروز تھے اور ان کے عقب میں کچھ سر جھکائے ایک اور نفس۔

سجاد صاحب ایک بار پھر گڑ بڑائے تھے۔

انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا کر وہ آج پھر رفعت کے پاس آئے تھے۔

visit for more novels:

اب رضوان صاحب کی بہن نے بھی عائشہ سے معافی مانگنی ہے؟ میں عائشہ "

"سے کہتی ہوں کہ ایک ہی دفعہ سب کے نام تحریری معافی نامہ لکھ دے۔"

سجاد صاحب ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے تو رضوان اور روبی شان سے جب کہ تیسرا
نفس کچھ بے چین سا تھا۔

سجاد! تم سوچ رہے ہو گے کہ چند روز بھی میں دوست سے دور نہیں رہ سکا۔"

رضوان صاحب کا قہقہہ۔ اصل میں روپی کی ضد تھی کہ جلد از جلد جانا ہے آپ (

"سے ملاقات کرنے کے لیے۔"

روبینہ آپا میری اپنی بہن ہیں جب چاہیں آئیں۔ "سجاد صاحب نے مسکراتے کہا۔"

ارے سجاد بھائی! یہ کہہ کر آپ نے میرا حوصلہ بڑھا دیا ہے۔ اب مجھے بات

کرنے میں آسانی ہوگی۔ "روبی نے مسکراتے کہا تو تیسرے نفس کا دل 180 کی

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

سید پر دھڑکا تھا۔

"آپ میرے لیے قابل احترام ہیں۔ بلا جھجھک کہیں۔"

رفعت بھابھی کو بھی بلا لیں۔ ان کی موجودگی بھی بہت ضروری ہے۔ "روبی نے"

کہا جب رفعت ٹی ٹرائلی کے ہمراہ داخل ہوئیں اور چائے سرو کر کے بیٹھ گئیں۔

سجاد بھائی! ہمارے بچپن اور لڑکپن کے دس سال ساتھ گزرے ہیں۔ پھر ہم " سب اپنی اپنی زندگیوں میں مصروف ہو گئے اور دلوں میں بھی فاصلے آ گئے۔ لیکن سچ کہوں تو آپ اور رضوان بھائی میرے لیے برابر ہیں۔ اگر ایک بھائی کی بیٹی کے ساتھ میرے بیٹے کے نصیب نہیں جڑے تو کیا ہوا؟ میں اپنے بیٹے کے لیے اپنے دوسرے بھائی کی بیٹی چاہتی ہوں۔۔۔ " وہ چند لمحے کے لیے خاموش ہوئیں۔ پھر پر امید نگاہوں سے دوبارہ سجاد صاحب کے چہرے کی طرف دیکھا۔

"سجاد بھائی! عائشہ کو کامران کی عزت بنا دیں۔"

visit for more novels
www.urdu-novelbank.com

سجاد اور رفعت نے ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھا۔ اس بارے میں انہوں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ اور ایک نظر تب سے نظریں جھکائے بیٹھے کامران کو دیکھا۔

رضوان؟ "سجاد صاحب نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا کہ وہ تو مدتہ کے ساتھ منسوب ہے۔"

سجاد تم فکر مت کرو۔ مدتہ اس شادی میں خوشی خوشی شرکت کرے گی۔ میں "ضمانت دیتا ہوں۔"

میں نے پہلے بھی تم پر اعتبار کیا تھا۔۔۔۔۔ آج بھی کرتا ہوں۔ باقی عائشہ کی "قسمت۔ مجھے اس کی دعاؤں پر یقین ہے۔"

visit for more novels:

www.urdu-novel-bank.com ان کے کہنے پر رضوان اور روبی مسکرائے۔

رفعت! جائیں عائشہ کو بلا لیں۔ "سجاد صاحب نے کہا۔"

کامران جس کا دل اس ساری گفتگو کے دوران اتنی ذور سے دھڑک رہا تھا کہ اگر کوئی غور کرتا تو وہ اس کے سینے کی دھڑکن کو دیکھ بھی سکتا تھا، سجاد صاحب کے یہ الفاظ سننے پر کچھ نارمل ہوا تھا۔ یہ سوچتے ہوئے کہ شاید یہ رضا مندی کا اشارہ تھا۔ رفعت عائشہ کے کمرے میں داخل ہوئیں تو وہ مضطرب سی کمرے کے چکر کاٹ رہی تھی جب سے اسے رضوان اور روبی کے ساتھ کامران کی آمد کا پتہ چلا تھا، وہ بے چین تھی۔ وجہ وہ کسی قدر بھانپ چکی تھی۔

عائشہ! جلدی سے تیار ہو کر نیچے آجاؤ۔ تمہاری ہونے والی ساس آئی ہیں۔ "رفعت" نے شرارت سے مسکراتے کہا۔

ہو گیا؟ "عائشہ نے حیرت سے پوچھا۔"

لگتا تو یہی ہے۔ "وہ پھر سے مسکرائیں۔"

ڈرائنگ روم میں موجود روپی نے دوبارہ بات شروع کرنے کو گلا کھنگارا تھا۔

سجاد بھائی! مجھے ایک اور التجا بھی کرنی تھی۔ امید ہے آپ اس بار بھی میرا بھرم "رکھ لیں گے۔"

"جی ان شاء اللہ - ضرور۔"

میں چاہتی ہوں کہ آج منگنی کی بجائے نکاح ہو جائے۔ "کامران نے اس ساری" گفتگو کے دوران پہلی دفعہ سر اٹھا کر سراپا حیرت ہو کر ماں کو دیکھا تھا۔

visit for more novels:

یہ سب تو ڈیسا عیڈ نہیں تھا۔ وہ تو صرف منگنی کرنے آئے تھے۔ (اس نے)

سوچا۔

رخصتی جب آپ چاہیں کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ اب کوئی رکاوٹ یا آزمائش "آئے۔ نکاح بس ایک سیکیورٹی ہے۔"

آپ _____

کامران میں وہ سارے خواص ہیں جو عائشہ نے اپنی دعاؤں میں مانگے ہیں۔ اور سب سے اہم بات۔۔۔ جب میں دس ماہ پہلے اسے رضوان کے گھر سے لایا تھا تو وہاں پیش آنے والے سارے واقعات کی روداد سناتے وہ بے ساختہ کہے جا رہی تھی کہ کامران کو انکار کی وجہ مدیحہ سے اس کا رشتہ تھا۔ اور اب تو وہ رہا ہی نہیں۔ اور رفعت! آپ کو لگتا ہے کہ عائشہ اس کے سامنے کبھی اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتی؟

ہمم۔ ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ۔ لیکن میں پھر بھی ایک بار ضرور پوچھوں گی۔۔۔"

"میں لے کر آتی ہوں عائشہ کو۔"

"نہیں ابھی نہیں۔ ایک اور مسئلہ بھی ہے-----کامران کی والدہ آج"
"ہی نکاح چاہتی ہیں۔"

سجاد صاحب! یہ کچھ زیادہ ہی افراتفری نہیں ہے؟ "رفعت نے تشویش سے کہا۔"

"ہے تو۔ لیکن شاید انہیں جلال کی آمد کا خدشہ ہے۔"

ان الفاظ کے زیر اثر وہ دونوں ہی مضطرب ہو گئے تھے۔

رفعت دوبارہ عائشہ کے کمرے میں پہنچیں تو وہ بیڈ پر تین جوڑے پھیلائے گہری سوچ میں غرق تھی۔

واپس رکھ دو یہ سب جوڑے۔ اب ان کی ضرورت نہیں ہے۔ "رفعت نے کہا تو"

الفاظ اس کے سر پر بم کی طرح پھٹے۔

کیوں؟ کیا ہوا ہے؟ "وہ انتہائی تشویش سے پوچھتی عین ان کے سامنے آکھڑی"
ہوئی۔

"کیونکہ منگنی نہیں ہو رہی۔"

کیوں؟ اب کیا ہو گیا ہے؟ "اضطراب نے اس کے چہرے کی چند لمحوں پہلے کی"
رونق اڑا دی۔

رفت مسکرائیں۔ "توصلہ کرو لڑکی۔ پریشان کیوں ہو رہی ہو؟ --- نکاح ہو رہا ہے

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

"تم دونوں کا۔"

"عائشہ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔" نکاح؟

جی ہاں۔ یہی نہیں، نکاح خواں، تمہارے نکاح کا جوڑا، نکاح کے چھوہارے اور"

رضوان بھائی کی پوری فیملی سامنے نیلووفر کے گھر میں موجود ہیں۔۔۔۔۔ بہت جدید

"ہیں بھئی تمہارے سسرال والے۔"

"عائشہ کے وجود میں ڈھیروں سکون اتر۔ پہلے والی رونق پھر سے سر اٹھانے لگی۔

جدید نہیں۔ بے صبرے ہیں امی۔" کہتے وہ کھل کے مسکرا دی۔

اسے یوں مسکراتا دیکھ رفعت کے اندر ایک سکون اتر۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com "عائشہ!۔۔۔۔۔ تم خوش ہو؟"

بہت زیادہ۔ "اس نے نرمی سے کہا۔"

"تو پھر اس بے چارے کا دل کیوں توڑتی تھی ہر بار؟"

کیونکہ جس مرد پر پہلے سے کسی کا اختیار ہو اس سے اظہارِ محبت کی اجازت نہ "مذہب دیتا ہے اور نہ معاشرہ۔ کم از کم اس وقت میرے دل پر کوئی بوجھ نہیں ہے کہ مدتحہ کا رشتہ ٹوٹنے میں میرا دانستہ کوئی عمل دخل تھا۔"

رفعت نے مسکرا کر اس کے ماتھے پر بوسہ دیا اور چلی گئیں۔

نیچے سے آنے والی شور و غل کی آوازوں نے اسے باہر جھانکنے پر مجبور کیا جن میں واضح آوازیں تانیہ اور سرفراز کی تھیں۔

اس نے دیکھا کہ وہ سب رزق برق کپڑوں میں ملبوس بھاگتے دوڑتے نکاح کا سیٹ اپ تیار کرنے میں لگے تھے۔

اف کا مران! کوئی کسی معاملے میں اتنا شہور کیسے ہو سکتا ہے؟ 'اس نے نیچے کا' منظر دیکھتے حیرت بھری مسکراہٹ لیے سوچا۔

ان دونوں کے درمیان موتیے کے پھولوں کی لڑیوں کا پردہ تھا۔ عائشہ کے کربھی وائٹ لنگے کا سنہری کام اس کے چہرے کی سنہری رنگت سے مشابہت کھا رہا تھا۔ کامران کے ہاتھ میں آج بھی وہی سرمئی گھڑی تھی لیکن آج وہ شلوار قمیض سے میچ ہو رہی تھی۔

ساری تقریب کے دوران کامران نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹائی نہیں اور عائشہ نے ایک لمحے کو اپنی نظریں اٹھائی نہیں۔

اسباب وقبول کے بعد اس نے صرف ایک لمحے کو اسے اپنے محرم کی حیثیت سے دیکھنے کے لیے نظریں اٹھائی تھیں اور اس کی مسکراہٹ کانوں تک پھیل گئی تھی۔

نکاح کے بعد وہ ذرا دیر کو اپنے کمرے میں آئی تھی کہ تانیہ آندھی طوفان کی طرح اس کے پیچھے آئی۔ اسے دور سے گلے لگایا اور ماتھے اور گالوں کو اتنی ذور سے چوما کہ اس کی لب سٹک اس کے چہرے پر چھپ گئی۔

"آہ! تانیہ کی بچی! یہ کیا کیا تم نے؟"

"اوہ! کتنی پیاری لگ رہی ہیں اس طرح۔ میری محبت کی نشانیوں کے ساتھ۔"

وہ شرارت سے مسکرائی اور ٹٹو سے اس کا چہرہ صاف کرنا شروع کیا۔

visit for more novels:

آپ کا بہت شکریہ عائشہ۔ "اس نے محبت سے لبریز لہجے میں کیا۔"

"کس لیے؟"

میرا دل بدلنے کے لیے۔ میری زندگی بدلنے کے لیے۔ میرا برا مستقبل بدلنے کے لیے۔ مجھے اپنے والدین کی امانت میں خیانت کرنے سے بچانے کے لیے۔ "وہ محبت سے اسے دیکھتے کہنے لگی۔

شکریہ تمہارا۔ میرا بھرم رکھنے کے لیے۔ "اکتے ہوئے عائشہ نے اس کا ماتھا چوما اور"
اپنی لال سرخ لپ سٹک کی چھاپ چھوڑی۔ "اب تم بھی اچھی لگ رہی ہو۔"
"میری محبت کی نشانی کے ساتھ۔"

وہ دونوں کھل کھلا کر ہنس دیں جب دروازے سے کوئی اندر داخل ہوا اور تانیہ کو باہر جانے کا اشارہ کیا۔

"شادی بہت مبارک ہو۔"

مدتھ نے اسے کہتے ہوئے نرمی سے گلے لگایا تو وہ شش و پنج میں کچھ بول نہ سکی۔

آپ ٹھیک ہیں؟ "عائشہ نے کچھ اشتیاق سے پوچھا۔"

"اپنے ایکس منگیتہ کے نکاح کے چھوہارے کھا کر آرہی ہوں۔"

وہ بلاوجہ ہی شرمندہ ہو گئی۔ مدیحہ کو کندھوں سے پکڑ کر بیڈ پر اپنے مقابل بٹھایا۔

مدتکہ! آپ بہت ناراض ہیں نا مجھ سے؟ میں نے جانے انجانے میں بہت دکھ"

دیا ہے نا آپ کو؟ آپ کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی میری وجہ سے چھینی گئی

ہے نا؟ "اس نے ایک سانس میں سارے اندیشے اس کس سامنے رکھ دیے۔

visit for more novels:

www.urduovelbank.com

مدتک نے ٹھنڈی آہ بھرتے اسے دیکھا۔

نارا ضلکی، دکھ اور خوشی کا چھن جانا تو ہے۔ لیکن ان کی وجہ تم نہیں ہو۔ میری "

اپنی قسمت ہے۔۔۔۔۔چند دن پہلے تک میں بہت مضطرب تھی، بے چین تھی

(لیکن پھر میری نظر سے ایک آیت گزری کہ (نیک عورتوں کے لیے نیک مرد ہیں

--- بس اس ایک آیت نے میرے ابلتے جنون پر ٹھنڈے پانی کا کام کیا ہے۔
 مجھے پتہ چل گیا کامران مجھ سے کیوں چھینا گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں نے اپنی
 زندگی میں بہت کچھ برا کیا ہے تم نہیں جانتی۔ بلکہ کوئی بھی نہیں جانتا۔۔۔۔۔
 لیکن اگر مجھے پتہ ہوتا نا کہ میرے بد کام مجھے اتنی بڑی سزا دیں گے تو قسم سے
 "حجن بن کہ رہتی۔"

آخری جملے پر وہ مسکرائی۔

نہیں مدیحہ آپ بری نہیں ہیں۔ میں نے تو کبھی آپ کو کسی کے ساتھ کچھ برا "
 "کرتے نہیں دیکھا۔ اللہ سے اچھے کی امید رکھیں۔"

اگر تمہیں پتہ چل جائے نا کہ میں نے تمہارے خلاف کیا کیا سوچ رکھا تھا تو تم یہ "
 نہ کہہ سکو۔ پتہ نہیں کس چیز نے مجھے باندھ رکھا ہے جو میں تمہارے سامنے اتنے

پر سکون طریقے سے بیٹھی ہوں۔ لیکن اب تم فکر مت کرو۔ کچھ بھی نہیں کروں گی میں۔ اگر کرنا ہوتا تو تب کر چکی ہوتی جب ابا نے مجھ سے تم دونوں کے نکاح کی بات کی تھی۔ مگر میں غیر ارادی طور پر پرسکون تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بس تم سے ایک چھوٹی سی ریکوسٹ ہے کہ دعا کرنا میرا یہ سکرن ہمیشہ برقرار رہے کیونکہ "میں نے اس دن سے آج تک اس کی ایک جھلک بھی نہیں دیکھی۔

عائشہ نے مسکرا کر اس کے ہاتھ تھامے۔ "اب آپ کو دعا کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ میدان مار چکی ہیں۔ محبت کی غازی ہو گئی ہیں آپ۔"

اس نے ایک بار پھر اپنائیت سے مدد کو گلے لگایا۔

جب وہ اس کے کمرے سے باہر جانے لگی تو دروازے میں ایک لمحہ رکی۔ ایک الوداعی نگاہ پھر سے اس پر ڈالی جو آئینے کی طرف متوجہ تھی۔

(بے وقوف۔۔۔ محبت کا غازی کوئی نہیں ہوتا)

اسے عجیب نگاہوں سے دیکھتے مدتھ نے سوچا۔

وہ اپنے کمرے میں صوفے پر تانیہ اور سرفراز کے درمیان بیٹھی تھی اور مسلسل ان کی باتوں سے محظوظ ہو رہی تھی جب سامنے کی کھڑکی میں وہ کھڑا نظر آیا جو کھڑکی کی سائیڈ سے کندھاٹکائے اسے ہی دیکھے جا رہا تھا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

عائشہ نے تانیہ اور سرفراز کو بہانے سے باہر بھیج دیا اور کمرے کا دروازہ کھلا رکھا جو کہ اس کے لیے دعوت عام تھی۔ لیکن وہ اندر نہیں آیا۔ وہیں کھڑا رہا۔

وہ اٹھی اور کھڑکی تک آئی۔ کھڑکی کے شیشے اور جالی کے پٹ ہٹا دیے۔ ایسے کہ ان کے درمیان صرف چند سلاخیں رہ گئیں۔

کامران نے ابھی ابھی کوئی حرکت نہیں کی۔ بس نیم مسکراتے چہرے کے ساتھ اس کی حرکات دیکھتا رہا۔

جب میں صبح اٹھی تھی تو مجھے پتہ بھی نہیں تھا کہ آج شام تک میں نکاح شدہ" ہو چکی ہوں گی ، وہ بھی کسی کامران نامی شخص کے ساتھ جسے میں جانتی بھی نہیں ہوں۔ "وہ شرارتی مسکراہٹ سے کہے جا رہی تھی۔ "کیا کروں میرے والدین کا فیصلہ ہے۔ آہ! کاش کے انہوں نے ایک بار تو مجھ سے میری رضا مندی پوچھی ہوئی۔ لیکن اب کیا کر سکتے ہیں؟ پانی سر پر سے گزر چکا ہے۔"

کامران کی مسکراہٹ کچھ گہری ہوئی۔

ویسے میں نے سوچا تھا کہ مجھے احتجاج کرنا چاہیے کیونکہ رضا مندی پوچھنے کا حق تو" مذہب بھی دیتا ہے لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ میں نکاح خواں کے

سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ اور ایک اور بات----- اگر شادی اپنی مرضی سے کرنی تھی تو کم از کم کوئی آخری خواہش ہی پوچھ لیتے۔ ہو سکتا ہے دلہن کی فیصل مسجد میں نکاح کرنے کی برسوں پرانی خواہش ہو۔ اور اگر یہ بھی نہیں تو تھوڑا "وقت ہی دے دیتے کہ دلہن کو سوچنے کا موقع-----"

"آپ کے بالوں کی لمبائی کتنی ہے؟ میں نے کبھی آپ کے بال نہیں دیکھے۔" وہ اس کی بات کے درمیان میں ہی بول پڑا۔ عائشہ کی چلتی زبان کو اچانک بریک لگی۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

جی؟ "وہ اس انتہائی غیر متوقع سوال پر حیرت سے مسکرا دی۔"

آج بھی اس نے بالوں کا جوڑا بنا رکھا تھا جس پر دوپٹہ لگا تھا۔

کامران کچھ گڑبڑایا جیسے ابھی ابھی کسی خواب نگر سے واپس حقیقی دنیا میں لوٹا ہو۔

پیچھے عائشہ کچھ حیرت سے شرماتی مسکراتی رہ گئی۔

ایک ماہ بعد رخصتی ہو گئی۔

وہ گلابی اور سفید پھولوں سے سجے کمرے میں بیڈ پر اپنا سرخ لہنگا پھیلائے بیٹھی تھی۔ بار بار نظر یا گھڑی پر جاتی یا اس کمرے میں ہر دیوار پر لگی پینٹنگز پر جن پر مختلف آیات لکھی تھیں لیکن ان سب میں ایک چیز مشترک تھی۔ وہ سب آیات امید دلانے والی، حوصلہ افزا اور خوشی کی نوید دینے والی تھیں۔

وہ پچھلے 47 منٹ سے ایسے ہی بیٹھی تھی اور اب تو کمر بھی اکڑنے لگی تھی۔

وہ بیڈ سے اتری اور کمرے میں ٹہلنا شروع کر دیا جب دروازے کی جھری سے باہر
سیڑھیوں کی راہداری میں لگی ایک اور پینٹنگ نظر آئی تو وہ غیر ارادی طور پر اس کی
جانب بڑھ گئی۔

اپنے عروسی لباس کی پرواہ کیے بغیر ایک کے بعد ایک کی طرف چلتی گئی۔

چھ تصاویر کے بعد وہ ساتویں کی طرف بڑھ رہی تھی جب راستے میں ایک کمرہ آیا جس کی لائٹس آن تھیں۔

visit for more novels:

دروازے کو ذرا سا دھکیلنے پر اس کی آنکھوں اور کانوں نے برق رفتاری سے کام کیا تھا۔ اس کے کانوں نے کچھ سنا تھا اور آنکھوں نے کچھ دیکھا تھا لیکن وہ دونوں چیزیں مشترک تھیں۔

کامران جائے نماز پر بیٹھا ہاتھ پھیلائے وہ بول پڑھ رہا تھا۔

"وہ کھل کر مسکرایا۔ "آدھا مطلب تو میرے سامنے کھڑا ہے۔"

وہ مڑی۔ ایک دلنشیں نگاہ اس پر ڈالتی آہستہ سے کمرے کے کونے میں پڑے آئیے کی جانب بڑھ گئی۔ آئیے میں اپنا عکس دیکھتے اس نے اپنے دوپٹے پر لگی واحد پن اتار کر سر پر سے دوپٹہ ہٹا دیا۔

کمر کے آخر تک آتے اس کی کالے سیاہ گھنے بال واضح ہو گئے۔

آپ نے ایک بار مجھ سے پوچھا تھا کہ میرے بالوں کی لمبائی کتنی ہے؟ "آئیے"

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com میں اس کا عکس دیکھتی وہ گویا ہوئی۔

وہ غیر ارادی طور پر نظر جھکا گیا جیسے تاب نہ لا سکا ہو۔

وہ اس کے عین سامنے آکھڑی ہوئی۔ اس کی آنکھوں میں جھانکتے کچھ ٹولنے کی کوشش کی۔

کامران نے دو انگلیوں سے دوپٹے کا پلو پکڑ کر دوبارہ اس کے سر پر ٹکا دیا۔

"آپ اس طرح زیادہ اچھی لگتی ہیں۔"

وہ اس کی حرکت پر مسکرا دی۔ "ویسے ایک بات سچ سچ بتاؤں؟" اسے دوبارہ شرارت سوچھی۔ "مجھ سے واقعی کسی نے میری رضا مندی نہیں پوچھی تھی۔ قسم سے۔" اس نے مظلومانہ انداز میں کہا۔

اچھا؟ اگر پوچھ لیتے تو کیا کہتیں؟ "اس نے چیلنج کرنے والے انداز میں کہا۔"

visit for more novels:

میں کچھ بھی کہہ سکتی تھی۔ آپ کو ڈرنا چاہیے۔" وہ محظوظ ہو رہی تھی۔

مثال کے طور پر؟ "اس نے پھر چیلنج کیا۔"

یہ کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھے فیصل مسجد میں ہی نکاح کرنا ہے ورنہ نہیں " اکرنا۔

"وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔" دیوانی ہیں آپ۔

اس لمحے عائشہ نے اس کی وہ ہنسی دیکھی جو پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ ہر قسم کے خوف اور پریشانی سے پاک۔ پر سکون اور مطمئن۔ جو کسی محبت کرنے والے کے لیے حقیقی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے۔

عائشہ نے نرمی سے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے اور ہونٹوں تک لے گئی۔ احترام سے۔ عقیدت سے۔ محبت سے۔

visit for more novels:
www.urdu-novelbank.com
اس وقت زندگی ان دونوں کے لیے کامل تھی۔ ان دونوں کے جذبات کامل تھے۔
ان دونوں کی محبت کامل تھی۔

لبنان

کالی گھٹاؤں اور سیاہ بادلوں کے سائے میں کھڑی ایک 32 منزلہ عظیم الشان عمارت کا منظر۔ شام کے اس پہر خرابی موسم کے باعث عمارت میں رش معمول سے پہلے ٹوٹ چکا تھا۔ اکا دکا افراد ہی نظر آتے تھے۔ ایسے میں اس عمارت کا وسیع بیسمنٹ تقریباً سبھی گاڑیوں سے خالی ہو چکا تھا۔ خاموش اور ویران۔ صرف طوفانی ہواؤں کی آواز گونج رہی تھی اور بیسمنٹ کے آخری کونے سے دیوار کے اس پار سے وقفے وقفے سے سرگوشیوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ حصہ جس کے قریب جانے کا بھی کبھی کسی نے تصور نہیں کیا تھا۔ کیونکہ وہ آسیب زدہ تھا۔ کوئی اس

کی اصلی حقیقت تو نہیں جانتا تھا لیکن اکثر وہاں سے خون کی دھاریاں نکلتی دیکھی گئی تھیں۔ اور خون آلود جوتوں کے نشان بھی۔

دو سال پہلے اس حصے کے گرد چار دیواری کر دی گئی تھی لیکن آج بھی لوگ گاڑی پارک کرنے کے بعد برق رفتاری سے اس بیسیمنٹ سے نکل جایا کرتے تھے۔

اس دیوار کے قریب جاتے سرگوشیاں واضح ہو رہی تھیں۔

"ہمیشہ کی طرح۔۔۔۔۔۔ تمہارے دیے وقت سے پہلے تمہارا کام کر دیا گیا ہے۔"

visit for more novels:

سالہ بگڑے حلیے والا دیو ہیکل شخص سامنے بیٹھے شخص سے لبنانی زبان 23،24

میں کہہ رہا تھا۔ ساتھ ہی ایک لڑکی جسے گردن سے دبوچ رکھا تھا، کے گھٹنوں پر بیچھے

سے زوردار پاؤں مارا تو وہ گھٹنوں کے بل سامنے بیٹھے شخص کے پیروں میں جھک

گئی۔

وہ بغیر تمہید باندھے بس کام ختم کر دینا چاہتا تھا۔

ہممم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ذرا اس کا جرم دہراؤ اس کے سامنے۔ جیسے سزا سنانے سے پہلے مجرم کے سامنے دہراتے ہیں۔ "اس کے بے تاثر چہرے پر زمانوں کی سفاکی تھی۔

وہی گھسی پٹی کہانی جو ہر دوسری لڑکی کا کام ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اپنی"

اداؤں سے امید کسی اور کو دلاتی رہی اور شادی کسی اور سے۔ وہی دھوکا۔ وہی بے وفائی۔ "دیوہیکل نے لا پرواہی سے اپنے کان میں انگلی گھماتے کہا۔

میں نے کچھ نہیں کیا۔ "وہ سامنے بیٹھے شخص کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے"

غرائی۔

وہ اپنی نشست پر کچھ آگے کو جھکا۔ "تمہیں پتہ ہے تمہاری گہری کالی سیاہ آنکھیں
"کتنی بد صورت ہیں؟"

لاکھ ڈالر دیے ہیں اس لڑکے نے تمہیں گمنام موت مارنے کے۔ چچ 4

پیچ----- اور تو کہتی ہے تو نے کچھ نہیں کیا۔----- کچھ تو کیا

ہوگا۔ "دیو ہیکل نے مصنوعی ترس کھانے والے انداز میں کہا۔

میں نے اسے کوئی امید نہیں دلائی تھی۔ "اسی لمحے میں وہ دوبارہ غرائی۔"

visit for more novels:
www اردو ناولز . com

سامنے بیٹھے شخص نے بے ساختہ اسے بالوں سے پکڑا۔ "تمہیں پتہ ہے تمہارا یہ

باوقار لہجہ کتنا ذہریلا ہے؟ "بالوں پر گرفت مزید مضبوط ہوئی۔ لڑکی کی دردناک کراہ

نکلی۔ "بے وفاؤں کی اس دنیا میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ ایک وقت آئے گا جب

"میں دنیا سے ہر بے وفا کو ختم کردوں گا۔"

اس کی گرج دار آواز دیوار کے باہر تک سنی جاتی اگر وہاں کوئی موجود ہوتا۔ لڑکی کا دل دہل گیا۔ لہجے کی وہ غراہٹ اب نہیں رہی۔

میں۔۔۔۔۔ اسے۔۔۔۔۔ بہت پہلے ہی بتا چکی تھی کہ۔۔۔۔۔ میں " یہ ریلیشن مزید نہیں نبھا سکتی۔ " درد کی شدت سے وہ پورا جملہ ایک سانس میں نہ بول سکی۔

بالوں کو جھٹکا دیتے اس نے بال آزاد کر دیے۔

visit for more novels:
www.urduovelbank.com

دیوہیکل کے چہرے پر فاتحانہ اور اس کے چہرے پر زخمی مسکراہٹ در آئی۔

تو یہ کہو نا کہ منافق ہو۔۔۔۔۔ "اس نے دیو ہیکل کے سامنے ہتھیلی پھیلائی جس" پر اس نے لمحے بھر میں گن دھردی۔ "اور منافقت میرے نزدیک سب سے زیادہ طیش دلانے والی چیز ہے۔" اس نے گن پر گرفت مضبوط کی۔

میں۔۔۔۔۔ مجبور تھی۔ "خوف کے زیر اثر اس نے کانپتے لبوں سے دہائی دینا"
چاہی۔

بہت جلد۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہر منافق اور 'محبت میں مجبور' انسان یہ جان جائے گا"
"کہ جلال کو تو پیدا ہی ان کی سزا کے لیے کیا گیا ہے۔

دیوہیکل دونوں ہاتھ پیچھے باندھے آہستہ سے دو قدم پیچھے ہٹا۔

لڑکی نے خوف سے ہاتھوں کے بل پیچھے کھسکنا شروع کیا۔

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

ماضی کے سارے تلخ مناظر جلال کی آنکھوں کے سامنے لہراتے جو ہر بے وفا اور

منافق کو سامنے دیکھ کر ہر بار گولی چلانے سے پہلے لہراتے تھے۔ وہ مناظر جو اس

نے آخری بار گھر سے نکلنے سے پہلے دیکھے تھے۔ کسی کی آنکھوں میں ایسا ہی خوف

دیکھا تھا۔ جرم پکڑے جانے کا خوف۔

یہ خوف کے سائے گزشتہ سالوں میں کئی بار وہاں لہرائے تھے۔ وہ جگہ واقعی
آسیب زدہ تھی۔ اور وہاں کا آسیب گن تانے اپنے سامنے خوف کی 158 ویں
صورت دیکھ رہا تھا اور پہلو میں موت کا فرشتہ کھڑا گولی کے بندوق سے نکل کر جسم
میں سرایت کر جانے کے انتظار میں تھا۔

گڈ بائے۔ "ہلتے لبوں کی سرگوشی۔"

واں الوداعی خدا حافظ۔ 158

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

"ٹھاہ۔۔۔۔"

ختم شد

میرے اس ناول کو لکھنے کا مقصد اس کہانی میں مختلف جگہوں پر بیسیوں بار بتایا گیا ہے۔ میں نے یہ کہانی ایسی بالکل نہیں سوچی تھی جیسی لکھی گئی لیکن اس کہانی کا پوائنٹ اور مقصد میرے ذہن میں بہت کلئیر تھا کیونکہ یہ وہ خوف ہے جو ہر لمحہ میرے ساتھ چلتا ہے۔ مگر۔۔۔۔۔ میں بھی عائشہ سجاد کی طرح تنہا نہیں ہوں۔ میرے پاس ایک مضبوط ہتھیار ہے، ڈھال ہے۔ اور اب آپ کے پاس بھی ہے۔ بس اس ایک ہتھیار کو تھامتے آپ اور میں اپنے خوف کا سر قلم کر سکتے ہیں۔

دعاؤں میں یاد رکھیں۔

جوائن ناول بینک فیس بک گروپ

www.facebook.com/groups/NovelBank

visit for more novels:

www.urdu-novelbank.com

انسٹاگرام پر ناول بینک کو فالو کریں

www.instagram.com/pdfnovelbank